سہ ماہی

ضیائے علیم

کا

جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے دینی اور علمی ترجمان

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۰ء

جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے سابق صدر اعلیٰ حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ایک حسین گل دستہ

معین العلماء نمبر

وفات:

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

مطابق

۲۲؍مئی ۲۰۲۰ء



یادوں کے چراغ
روشن ہیں

خصوصی شمارہ

ناشر

المجمع النورانی، شعبۂ تصنیف و تالیف، جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضیائے علیم

جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کا
دینی اور علمی ترجمان

سہ ماہی

شمارہ نمبر:۴ جلد نمبر:۱

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۰ء/ صفر المظفر تا جمادی الأولی ۱۴۴۲ھ

ZIYA-E-ALEEM

URDU QUARTERLY

سالانہ زرتعاون

اندرون ملک: ۲۵۰/روپیہ

دیگر ممالک کے لیے بذریعہ ہوائی ڈاک: ۷۰/ڈالر

ایک شمارہ کی قیمت: ۲۵/روپیہ

Editor in Chief:
Kamal Ahmad Alimi

اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے مجلس ادارت کا
متفق ہونا ضروری نہیں۔

Address —— **رابطہ**

Dr. Anwar Ahmad Khan Baghdadi
Principal, Jamia Alimia
Jamda Shahi, Distt. Basti
Pin Code: 272002 (U. P.) India
E-mail: ziyaealeem20@gmail.com
anwaralbaghdadi@gmail.com
Web: www.jamiaaleemia.com
Mob. WhatsApp: +91- 7800871187
Mob. +91- 9450437092

بفیضِ روحانی: مبلغ اسلام حضرت علامه عبد العلیم میرٹهی علیه الرحمة و الرضوان

بیادگار: شیخ القرآن حضرت علامه عبد الله خان عزیزی علیه الرحمة و الرضوان

جلد نمبر:۱ شمارہ نمبر:۴ خصوصی شمارہ

سہ ماہی ضیائے علیم

جامعہ علیمیہ جمداشاہی کے دینی اور علمی ترجمان

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۲۰ء

کا

جامعہ علیمیہ جمداشاہی کے سابق صدر اعلیٰ حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک حسین گل دستہ

معین العلماء نمبر

وفات:
۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ
مطابق
۲۲ر مئی ۲۰۲۰ء

ناشر: المجمع النورانی شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ علیمیہ جمداشاہی، بستی، یوپی

فہرست

۱...... تاثرات

۲......مقالات

۳...... منظومات

۴...... عکوس و نقوش

......☆☆☆......

انتساب

۱۔ امام عشق ومحبت، محسن ملت، کنز الکرامت، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام **احمد رضا خان** فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

۲۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور مفتیٔ اعظم ہند، علامہ الشاہ **مصطفیٰ رضا خان** نوری علیہ الرحمہ

۳۔ محدث اعظم ہند، علامہ شاہ **محمد اشرفی** الجیلانی قدس سرہ

۴۔ حافظ ملت، علامہ شاہ **عبدالعزیز** محدث مرادآبادی قدس سرہ

۵۔ مجاہد ملت، علامہ شاہ **حبیب الرحمٰن** قادری قدس سرہ، اڑیسہ

۶۔ شیخ القرآن، حضرت علامہ الحاج **عبداللہ خان** عزیزی قدس سرہ

کے نام

جن کی خصوصی نگاہ عنایت سے مدرسہ علیمیہ دارالعلوم علیمیہ بنا،
اوراب جامعہ علیمیہ بن چکا ہے، اور جن کی دعاؤں کے طفیل آج
پوری دنیا میں جامعہ علیمیہ کا نام روشن ہے۔

تہدیہ

۱۔خلیفۂ اعلیٰ حضرت، سفیر اسلام، مبلغ عالم، حضرت علامہ شاہ **عبد العلیم** صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ کی خدمت میں جن کی دعاے نیم شبی اور روحانی سرپرستی سے جامعہ علیمیہ آج ترقی کی راہ پر رواں دواں ہے۔

اور

۲۔شہزادۂ مبلغ اسلام، قائد اہل سنت، امام تحریک ختم نبوت، حضرت علامہ شاہ **احمد نورانی** قدس سرہ کی خدمت میں جنھوں نے پوری حیات ملت اسلامیہ کی صالح قیادت فرمائی اور جامعہ علیمیہ جن کے الطاف خسروانہ سے ہمیشہ مستفیض و مستنیر رہا۔

اور

۳۔شہزادۂ قائد اہل سنت، حضرت علامہ شاہ **انس نورانی** دامت برکاتہم کی خدمت میں جو اپنے والد ماجد اور جد امجد کی تحریک کے روح رواں ہیں اور جامعہ علیمیہ کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔

خراج عقیدت

اسیر مبلغ اسلام، فدائے قائد اہل سنت، معین العلماء،

حضرت علامہ الحاج **محمد معین الحق علیمی** علیہ الرحمۃ و الرضوان کی خدمت میں، جنھوں نے پوری زندگی جامعہ علیمیہ کی خدمت کی، جن کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ جامعہ علیمیہ کی تعمیر و ترقی میں صرف ہوا، اور زندگی کی آخری سانس تک علیمیہ کی خدمت کرتے رہے، جن کے عہد صدارت میں جامعہ علیمیہ نے ہندوستان کے دینی مدارس میں ممتاز مقام حاصل کیا، اور جن کی شب و روز علیمیہ کی فلاح و بہبود میں بسر ہوئے۔

قبر پر ہو رحمت حق کا نزول
نور کی چادر بنے ان کا کفن

نذرانۂ عقیدت

دار العلوم علیمیہ کے بانی صدر، شیدائے مبلغ اسلام، مجاہد سنیت،

الحاج سیٹھ **شمس الحق علیمی** مرحوم والد ماجد معین العلماء حضرت علامہ

معین الحق علیمی قدس سرہ کی خدمت میں جنھوں نے حضور مبلغ اسلام کی تحریک وایما

پر مدرسہ علیمیہ کی خشت اول رکھی، اور علم وفن کا وہ شجر سایہ دار لگایا جس کی ٹھنڈی چھاؤں

سے آج ایک عالم مستفید ہو رہا ہے، جنھوں نے علیمیہ کے نام سے علم کی وہ شمع روشن کی جس

کی نورانی کرنوں سے جہان علم وہنر درخشندہ ہے۔

اور

محسن علیمیہ، فدائے علیمیہ، محب علما وطلبہ، مخیر قوم وملت، الحاج سیٹھ

غلام مصطفیٰ رضوی مرحوم کی خدمت میں جو علیمیہ سے عشق کی

حد تک لگاؤ رکھتے تھے اور جنھوں نے علیمیہ کی فلاح وبہبود

کے لیے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان

کر دیا تھا۔

ہدیۂ تشکر

مفتیٔ اعظم ہالینڈ، شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی **محمد شفیق الرحمٰن** مصباحی دامت برکاتہم کی خدمت میں جن کے قلب وروح میں صرف علیمیہ ہی سمایا ہوا ہے، جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی کی تعمیر وترقی میں صرف ہوتا ہے، اور جن کی سربراہی میں آج جامعہ علیمیہ روز افزوں ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔

اور

محقق رضویات، مفکر ملت، حضرت علامہ ڈاکٹر **انوار احمد خان** بغدادی پرنسپل جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی کی خدمت میں جنھوں نے سب سے پہلے ''معین العلماء نمبر'' کی تحریک چھیڑی، اور جن کی ترغیب وتحریض پر آج یہ نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے، جن کی دانشمندانہ قیادت میں جامعہ علیمیہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

اور

محقق اہل سنت، حضرت علامہ **یٰسٓ اختر** مصباحی صاحب کی خدمت میں جو حضرت معین العلماء کے استاذ ومربی ہونے کے ساتھ ان کے ہر تعلیمی تحریک کے ہراول دستے کے قائد رہے، اور جنھوں نے ''معین العلماء نمبر'' کی اشاعت کے اعلان کے بعد باضابطہ آڈیو کلپ کے ذریعہ اس نمبر کی اشاعت کی تائید کرتے ہوئے مفید مشوروں سے نوازا۔

اور

حضرت مولانا **مظہر حسین** علیمی صاحب، مقیم حال ممبئی اور حضرت مولانا **عرفان علیمی** صاحب ممبئی کی خدمت میں جنھوں نے اس نمبر کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اداریہ

احسان شناسی کا گلدستۂ محبت

ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی
صدرالمدرسین جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۹ ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کی شب میں دارالعلوم علیمیہ کے سابق صدر اعلیٰ، حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے، اور احباب و متعلقین میں سوگ کی ایک لہر دوڑ گئی، بالخصوص علیمی برادری اپنے محسن کی اچانک رحلت پر غم واندوہ کے سیلاب میں ڈوب گئی، حضرت کی غیر متوقع وفات حسرت آیات نے جماعت اہل سنت کے اندر کسی بڑے خلا کا احساس دلایا، سنجیدگی اور تحمل و برداشت کی مثالی شخصیت کے کھو جانے پر محبین و حاسدین یکساں طور پر غم زدہ نظر آئے، اور مشترکہ طور پر جو تبصرہ سننے میں آیا وہ یہی تھا کہ مولانا جیسے بھی تھے بہت شریف اور سیدھے انسان تھے۔

غالباً مولانا کی شرافت طبع ہی تھی کہ علیمیہ جیسے بڑے ادارے کے صدر اعلیٰ ہونے کے باوجود انھیں زندگی میں تو بہت زیادہ دنیوی اعزاز واکرام حاصل نہ ہو سکا، بلکہ اسی وصف کی وجہ سے کہیں ہدف تنقید بنے تو کہیں مطعون بھی ہوئے، فائدہ غیروں نے اٹھایا اور تبصروں کا بوجھ ان کے سر رہا، مگر انتقال کے بعد لوگوں کی زبان بدل گئی، حقائق سے پردے اٹھے اور ایک جہان نے اعتراف کیا کہ علیمی صاحب نے بہر حال اپنے کم وبیش ۴۳ سالہ عہد صدارت میں اخلاص کے ساتھ دارالعلوم علیمیہ کی خدمت کی ہے۔

مگر افسوس کہ موجودہ جماعتی مزاج کے مطابق مخلصین کے جانے کے بعد ہی ان کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے، کچھ یہی حال علیمی صاحب کا بھی ہوا، زندگی کے آخری ایام علیمی صاحب نے بڑے کرب واضطراب اور ناقدری کے ماحول میں گزارے مگر انتقال کے بعد عقیدت کیشوں کا ہجوم نظر آیا، عوام وخواص پر علیمی صاحب کے بے لوث احسانات، علما فضلا پر ان کی شفقتوں کے دستاویز کھلتے نظر آئے، احسان شناسوں کی ایک بڑی جماعت سامنے آ گئی جس نے جم کر علیمی صاحب کی تعریف وتوصیف کی، کئی دنوں تک علیمی صاحب سوشل میڈیا کی سب سے بڑی زینت بنے رہے، لوگوں نے خوب لکھا اور اتنا لکھا کہ یہ محسوس ہونے لگا کہ علیمی صاحب جماعت کے ہیرو تھے، جنھوں نے علیمیہ جیسے ادارے کی باگ ڈور سنبھالی اور اسے بام عروج تک پہونچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

مقالات، تاثرات اور منظومات پر مشتمل تحریروں کے انبار دیکھ کر سہ ماہی ضیائے علیم کی ٹیم کو یہ خیال آیا کہ کیوں نہ تمام تحریروں کو یک جا کر کے ضیائے علیم کا ایک خصوصی شمارہ بنام ''معین العلماء نمبر'' شائع کر دیا جائے تاکہ علیمی صاحب کی بارگاہ میں عقیدتوں کا نذرانہ بھی پیش ہو جائے اور دارالعلوم علیمیہ کے لئے ایک تاریخی دستاویز بھی تیار ہو جائے جس کی روشنی میں علیمیہ کی تاریخ

تیار کرنے میں مورخ کو مواد فراہم ہو سکے۔

گو کہ اس دنیائے فانی میں بہت سے اصحاب نظر ایسے بھی ملیں گے جن کے مطابق صاحب کرامات اور دعوی بزرگیت سے چیختی ہوئی شخصیتیں ہی کسی خصوصی نمبر کا مستحق ہوتی ہیں تاہم انصاف پسند ارباب فکر ونظر کے نزدیک کسی ادارے کے منصب صدارت پر فائز شخصیت کے احوال وآثار اور تجربات کو یکجا کر کے تاریخی دستاویز تیار کرنا ایک قابل قدر اور قابل قبول زاویہ نظر ہے، جس میں نہ کوئی مضائقہ ہے اور نہ ہی کوئی حرج بلکہ سچ یہ ہے کہ یہ کارنامہ ادارہ کی ترجیحات میں سے ایک ہے۔

لہٰذا قابل مبارک باد ہے ماہنامہ ضیائے علیم کی متحرک وفعال ٹیم جس نے شب وروز محنتیں کر کے ادارے کی ترجیحات کی ایک اہم کڑی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے، سر دست اس ٹیم کے روح رواں اور اس خصوصی شمارے کے سب سے عظیم محرک، معتمد معین العلماء، دار العلوم علیمیہ کے موجودہ سر براہ اعلیٰ، حضرت علامہ شفیق الرحمان صاحب قبلہ عزیزی (مفتی اعظم ہالینڈ)، سہ ماہی ضیائے علیم کے چیف ایڈیٹر محب مکرم حضرت مولانا کمال احمد علیمی نظامی صاحب قبلہ، نہایت باریک بینی سے پروف ریڈنگ وغیرہ کے فرائض انجام دینے والے عزیز مکرم حضرت مولانا مفتی طیب علیمی صاحب، ڈیزائننگ اور تصحیح کے فرائض انجام دینے والے عزیز سعید حضرت مولانا غلام غوث طرب علیمی صاحب، کمپوزنگ کر کے بکھرے مواد کو یک جا کرنے والے عزیز القدر حضرت مولانا عبدالجبار علیمی صاحب وغیرہم کی کاوشوں کو سلام پیش ہے اور دعا ہے کہ رب قدیر اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے وطفیل ان حضرات کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور سعادت دارین سے مالا مال فرمائے، آمین۔

اس خصوصی شمارے کو تین بڑے کالمز میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا کالم تاثرات کا ہے، دوسرا کالم مقالات کا ہے، جب کہ تیسرا کالم منظومات کا ہے، یہ ترتیب محررین کی طرف سے فراہم شدہ مواد کے مطابق ہے، جس میں لکھنے والوں کا بھر پور خیال کیا گیا ہے، کیوں کہ اس شمارے میں جتنی بھی تحریریں شامل اشاعت ہیں لگ بھگ سبھی کا منشا ومولد حضرت مولانا علیمی صاحب سے فطری محبت ولگاؤ ہے، نذرانے دے کر یا سفارشات کر کے قلم کاروں کو لکھنے پر مجبور نہیں کیا گیا ہے، اسی لئے اس نمبر کی تبویب وترتیب اور نمبروں سے جداگانہ ہے، اس میں بے جا تکلف یا جبر واکراہ کو جگہ نہیں مل سکی ہے، اس لئے میں برملا یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ نمبر جذباتیت اور فطرت کی عکاس تحریروں کا ہی مجموعہ ہے، یہ اور بات ہے کہ کوئی فرط محبت میں وارفتگی کی حدوں سے گزرتا ہوا حدوں کو پار کر گیا ہو، تاہم یہ قلبی واردات کا ہی مجموعہ کہا جا سکتا ہے، جس کے لئے ہم قلم کاروں کے ممنون ومشکور ہیں اور دعا گو ہیں کہ رب قدیر نیتوں کے مطابق جملہ قلم کاروں، اور معاونین ومخلصین کو جزائے خیر دے۔ اور ہمارے مولانا علیمی صاحب مرحوم ومغفور کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه وعلی آله، وصحبه، اجمعین۔

۲/دسمبر ۲۰۲۰ء بروز بدھ

تأثرات

تأثرات

تاثر

ازقلم: پیر طریقت، فخر المشائخ ابوالحامد حضرت مولانا الحاج سید شاہ **فخر الدین اشرف** اشرفی جیلانی
سجادہ نشین آستانۂ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کل نفس ذائقة الموت

امابعد!

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے کوچ کرنا ہے، کچھ شخصیتیں ایسی ہیں جن کے دنیا سے جانے پر ایک جہان افسوس کرتا ہے، انھیں شخصیتوں میں ایک عظیم شخصیت حضرت علامہ مولانا معین الحق مصباحی علیہ الرحمہ کی ذات ہے، جن سے مذہب وملت کے بے شمار کام ہوئے، آپ کی ذات جماعت اہل سنت کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھی، آپ نے اپنی زندگی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تعمیر وترقی کے لیے وقف کردی تھی، آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خسارہ ہے، جس کی تلافی مستقبل قریب میں ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آستانۂ مخدوم سمناں میں موصوف کی ترقیٔ درجات کے لیے دعا گو ہوں۔ فقط والسلام۔

تأثرات

تاثر

شہزادۂ شہید راہ مدینہ، معین المشائخ، حضرت علامہ شاہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی صاحب قبلہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ

یہ دنیا دار فانی ہے، ہر شخص اپنی مدت حیات پوری کر کے اپنے مالک حقیقی سے جا ملتا ہے، ان میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں بعد وصال ہم یاد کرتے ہیں اور خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ اپنی قیمتی زندگی کے حسین لمحات کو خدمت دین و سنیت اور اتباع شریعت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ ایک عالم باعمل تھے، آپ کو اپنے پریوار اور کاروبار سے زیادہ لگاؤ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تعمیر و ترقی اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی مہاجر مدنی اور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی رحمہما اللہ کے مشن کو عام و تام اور جماعت اہل سنت کے فروغ و استحکام سے تھا۔

عروس البلاد ممبئی کی سرزمین پر کئی نامور ہستیوں نے مذہبی، سماجی خدمات کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھایا، انھیں میں ایک علیمی صاحب کی ذات بھی ہے۔ آپ خرد نواز اور علما نواز بھی تھے، آپ کی ذات میں متانت و سنجیدگی وافر مقدار میں تھی، آپ بہت منسکر المزاج اور ملنسار تھے، دوران گفتگو ہر شخص کے مقام و مرتبے کا خیال رکھتے تھے، آپ کے عہدۂ صدارت میں دارالعلوم علیمیہ نے ترقی کر کے علم و آگہی کا عظیم سرچشمہ جاری کیا، تعلیم کے علاوہ دارالعلوم علیمیہ کے تعمیری کاموں میں بھی آپ نے کافی جدو جہد کر کے ادارہ کو بام عروج تک پہونچایا، آپ کی کامیابی و کامرانی کے پیچھے آپ کا خلوص کارفرما تھا، اللہ رب العزت دارالعلوم علیمیہ اور جماعت اہل سنت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حضرت علیمی صاحب قبلہ حضور غوث العالم، محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے بے پناہ شیدائی تھے، خانوادۂ اشرفیہ سے بھی بڑا گہرا تعلق رہا ہے، میرے والد گرامی پیر طریقت حضرت سید انوار اشرف اشرفی الجیلانی عرف مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ والد ماجد بھی علیمی صاحب سے بہت پیار کرتے اور ہر اہم موقع پر انہیں ضرور یاد کرتے تھے۔ والد صاحب کے وصال کے بعد مجھ سے بھی بہت قریب رہے اور بے پناہ محبت فرماتے تھے اور ہمارے ہر کام میں شانہ بشانہ نظر آتے تھے، میں نے جب بھی علیمی صاحب کو مذہبی سماجی کاموں کے لیے دعوت دی تو بیماری کے باوجود سب سے پہلے حاضر ہو جاتے تھے، بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی کام میں حاضر نہ رہے ہوں اور اگر کسی مجبوری کی بنیاد پر حاضر نہ ہو سکتے تو بعد میں فون کر کے معذرت کرتے۔ یہ علیمی صاحب کا بڑکپن تھا، علیمی صاحب جیسا مخلص انسان اس دور میں ملنا بڑا مشکل ہے، برے سے برے وقت میں بھی آپ نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش برسائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

تأثرات

تاثر

عزیز ملت حضرت علامہ **عبد الحفیظ** صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ ۲۲ مئی ۲۰۲۰ء کو رات ساڑھے بارہ بجے حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی سابق صدر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی اس دارِفانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ للہ ما أخذ و ما أعطیٰ و کلّ شیءٍ عندہ بِأجل مسمیٰ۔

موصوف کے والد گرامی سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے گہرا تعلق رکھتے تھے، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے انہیں جامعہ کی مجلس شوریٰ کا ممبر بھی بنایا تھا، وہ پوری زندگی جامعہ کا دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے تعاون کرتے رہے، اور یہاں سے اپنی وابستگی برقرار رکھی، اور انہوں نے اپنے صاحب زادے مولانا معین الحق علیمی مصباحی کو تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ میں داخل کرایا، فراغت کے بعد مولانا موصوف دارالعلوم علیمیہ کی مجلس منتظمہ کے صدر کی حیثیت سے اس کی خدمت کرتے رہے، اور اس کی ترقی کے لیے اپنی انتھک کوششیں جاری رکھیں۔ ساتھ ہی جامعہ اشرفیہ سے بھی انہوں نے گہری وابستگی رکھی اور ہر طرح سے اس کا تعاون کرتے رہے۔

موصوف گرامی خوش اخلاق، خوش وضع اور مخلص عالم دین تھے۔ ان کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے، اس دکھ کی گھڑی میں، میں ان کے اہل خانہ اور اہل تعلق کے غم میں شریک ہوں، انھیں تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ کریم اپنے حبیب پاک کے صدقے میں ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی بخشش فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آہ! معین العلماء

از: حضرت علامہ مفتی **نظام الدین** علیمی قادری صاحب قبلہ

صدر شعبہ افتا جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی

بالیقین یہ اندوہناک خبر وحشت اثر پوری ملت اسلامیہ خاص کر وابستگان حلقۂ علیمیہ کے لیے بے پناہ کرب و اضطراب کا باعث ہے کہ ایک طویل عرصہ تک برصغیر کی نامور اور ممتاز درس گاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کی شاندار اور مثالی انتظامی صدارت فرمانے والے عالم ربانی حضرت علامہ معین الحق علیمی ماہ رمضان المبارک کی خیر و برکت والی انتیسویں شب مبارک کو رحلت فرما گئے۔

خدائے ارحم الراحمین اپنے حبیب پاک اور اس ماہ مبارک کے صدقہ طفیل میں انہیں پروانۂ بخشش اور خصوصی نوازش سے شاد کام فرمائے۔ بالیقین حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی نے جس طرح علیمیہ کو بام عروج تک پہونچانے میں اپنا خون جگر صرف کیا ہے، اور جو لافانی اور تابندہ نقوش یادگار چھوڑے ہیں ان کو ملت اسلامیہ کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ حضرت مولانا موصوف گروہ علما میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ خدائے غافر و قدیر ان کی خدمت قبول فرمائے۔ رنج و غم کی اس گھڑی میں ہم حضرت علامہ موصوف کے اہل خانہ، ان کے فرزندگان، ان کے برادر نسبتی مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن عزیزی اور دیگر اعزا و احباب کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہوئے ان سب کے بارے میں دعا کرتے ہیں کہ خدائے ارحم الراحمین انہیں صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

تأثرات

تعزیت

از: حضرت علامہ **غلام عبدالقادر علوی** صاحب قبلہ

سجادہ نشین خانقاہ یار علویہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

دیرینہ محب حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب سابق صدر اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر انتہائی رنج وغم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب کریم ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

میرے اور مولانا علیمی صاحب کے برسہا برس کے تعلقات تھے، الحمد للہ مولانا علیمی صاحب نہایت ہی حلیم و بردبار، اور خوش اخلاق شخص تھے، انہوں نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ دارالعلوم علیمیہ کی خدمت میں گزارا، اس دوران وہ بڑی تندہی اور جاں فشانی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیتے رہے، اور دارالعلوم کے فروغ وارتقا کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔ اللہ رب العزت ان کی تمام تر دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے۔

میں اپنی جانب سے اور اپنے فرزند ارجمند مولانا محمد آصف علوی ازہری کی جانب سے مولانا معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ کے اہل خانہ اور ان کے تینوں فرزندان، ان کے پس ماندگان اور ان کے تمام تر اعزا واقربا خصوصیت کے ساتھ محب محترم مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن صاحب قبلہ (جو مولانا مرحوم کے برادر نسبتی ہیں اور مولانا مرحوم کے تمام تر دینی وملی کاموں میں ہمیشہ ان کے شانہ بشانہ رہے) کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اس صدمہ جانکاہ پر انہیں صبر جمیل و اجر جزیل سے نوازے۔

تأثرات

تاثر

از: خطیب الہند حضرت علامہ **عبید اللہ خان اعظمی** صاحب قبلہ
سابق ممبر آف پارلیمنٹ

کوئی آئے کوئی جائے یہ تماشہ کیا ہے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دنیا کیا ہے

دنیاے فانی میں ہر مخلوق کو موت کا مزہ چکھنا ہے، یہ ایک ایسی ازلی وابدی حقیقت ہے جس پر ہر مرحلے میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے اور رکھنے والے لوگ بھی متفق ہیں۔ انسان کو ایک بااختیار مخلوق بنا کر خالق نے خلق کیا ہے، موت وحیات کا بھی وہی خالق ہے، موت وحیات کی تخلیق کے مقصد کو خالق عالم نے اس طرح بیان کیا ہے ''الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا'' (سورۃ الملک) ہم نے موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا کہ اس کے درمیان تمہیں رکھ کر آزمائیں کہ تم میں حسن عمل کا کون مالک ہے۔ قدرت کاملہ نے انسان کی مستعار زندگی میں حسن عمل کو دونوں جہاں میں کامیابی وکامرانی کی ضمانت دے دی ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو مقصد زندگی کو سمجھتے ہیں، اور ناجائز خواہشات پر قدغن لگا کر عمل کرتے ہوئے رضاے الٰہی کے راحت بھری زندگی گزار کر وقت مقررہ پر اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہوتے ہیں، اور ''راضیة مرضیه'' کا سرمدی نغمہ سنتے ہیں۔ شریعت مطہرہ پر عمل کرنا اور کروانا، علم دین حاصل کرنا اور اسے اپنے گفتار و کردار، اخلاق و اخلاص اور صبر وضبط کے ذریعے بندگان خدا کے درمیان پھیلانا، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کے لیے شب و روز کوشاں رہنا، انتقال مکانی کے بعد بھی اجر وثواب کا سلسلہ منقطع نہیں ہونے دیتا۔

۲۹ ر رمضان المبارک علی الصبح برادرم محمد وصی الدین صاحب ساکن جمدا شاہی، بستی مقیم حال ممبرا ممبئی سے یہ جان کاہ خبر سننے کو ملی کہ معین العلماء حضرت مولانا معین الحق علیمی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ جس مصطفی بازار میں ہر سال محرم میں مصطفی ﷺ کا بازار لگاتے تھے، آج وہ مصطفی بازاران کے فراق وجدائی میں ماتم کناں اور مرثیہ خواں ہے۔

ایک ذہین عالم دین، خوش طبع، خوش پوش، ترجمان دین ومسلک ومشرب، تمام احباب وانصار کو روتا بلکتا چھوڑ کر خدمت دین ومذہب کرتا ہوا اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مولانا مرحوم بے شمار خوبیوں کے حامل تھے، زمانۂ طالب علمی میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے در و بام گواہ ہیں کہ انہوں نے مستعدی کے ساتھ ایک سو ہوکر حضرت بحر العلوم کے سایۂ عاطفت میں رہ کر علم و ہنر کی منزلیں طے کیں، بعد ازاں مدرسہ علیمیہ کی تعمیر و ترقی میں زندگی بھر اپنے خون جگر سے رنگ و روغن بھرتے رہے، دارالعلوم کی راہ میں بچھے ہوئے کانٹوں کے زخم بھی سہتے رہے اور انہیں مرہم بننے کا ہنر سکھاتے رہے، دارالعلوم علیمیہ کی صدارت کانٹوں بھرا تاج تھی، انہوں نے صدارت سے لے کر سردار تک کا سفر صبر و ضبط کے ساتھ مسکراتے ہوئے طے کیا، اور پائے استقامت میں لغزش تک نہیں آنے دی۔ دین متین کی خدمت انہیں ورثے میں ملی اور انہوں نے اس وراثت کا حق بھی خوب ادا کیا، رفقائے کار ہنگامہ خیزی کے دور کشاں کش میں پریشان ہوتے تو ان سے مخاطب ہوتے۔

انہیں پتھروں پہ چل کے اگر آسکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

پروردگار عالم نے انہیں فراست مومنانہ بھی بخشی تھی اور مزاج قلندرانہ بھی، مولانا مرحوم کے والد گرامی سیٹھ الحاج شمس الحق علیمی کو مبلغ اسلام سے شرف بیعت حاصل تھا، اور مبلغ اسلام کے فرزند ار جمند ماہر علوم اسلامیہ و رہنمائے سیاست حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صاحب علیہ الرحمہ جنہوں نے اپنے والد ہی کی طرح ہند و پاک، ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ میں خدمت اسلام کا ڈنکا بجا دیا تھا، انہیں کے بابرکت ہاتھوں میں ہاتھ دے کر معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی نے شرف بیعت و ارادت کی دولت حاصل کی تھی۔

دسویں محرم الحرام کو مصطفیٰ بازار میں آپ کے والد نے برسوں پہلے عرس علیمی کی بابرکت محفل سجائی تھی، جس میں جید علمائے کرام مبلغ اسلام کی عظیم دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے تھے، الحمدللہ یہ سلسلہ فیض و برکات کا آج بھی جاری ہے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ نے اس آبائی وراثت کو بخوبی انجام دیا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کی موجودہ نسل بھی ان کے چھوڑے ہوئے نقوش قدم کی لاج رکھے گی، وہ بولتے کم تھے، مگر ان کی دینی خدمات خود صاحب زبان ہوکر ہر خاص و عام سے ان کا تعارف کروا دیتی تھیں، یہ چند سطور تاثر کے طور پر میں نے قلمبند کر دیئے ہیں، ورنہ اس کے علاوہ اس مرد قلندر کی بہت سی خوبیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے حسن عمل کو ان کے لیے ثواب کا ذریعہ بنا کر ان پر اپنے رحم و کرم کی بارش فرمائے، اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

تأثرات

تاثر

حضرت علامہ مولانا **محمد فروغ القادری** صاحب

ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ (برطانیہ)

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی
تیری چنگاری چراغ انجمن افروز تھی

شفیق ملت، مفتی اعظم ہالینڈ، محب گرامی قدر حضرت علامہ شفیق الرحمٰن صاحب قبلہ عزیزی مصباحی **ادام المولیٰ فضلہ** کی وساطت سے مورخہ ۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲؍مئی ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ شام ۶ بجے (لندن ٹائم) یہ خبر وحشت اثر وصولیاب ہوئی کہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی کے صدر اعلیٰ، معمار سنیت، ہمدرد قوم وملت، حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب قبلہ ممبئ عظمیٰ کے ایک مقامی ہاسپٹل میں اپنی چند روزہ علالت کے بعد ابھی تھوڑی دیر پہلے وصال فرما گئے، **انا للہ و انا الیہ راجعون**۔

حضرت علامہ معین الحق علیمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ یوپی کے باوقار فضلا میں سے تھے۔ جنہیں قدرت نے علم جدید وقدیم کی انتہا درجہ کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب ثروت تاجر ہونے کے ساتھ علمی حلقوں میں بھی انہیں بے پناہ پذیرائی حاصل تھی۔ اور اس حوالے سے ان کے مساعی کو ملک و بیرون ملک میں نمایاں طور پر سراہا گیا تھا، ان کے والد ماجد مرحوم شمس الحق سیٹھ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی خلیفہ اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ جلالۃ العلم، استاذ العلماء حضور حافظ ملت محدث مبارک پوری سے بھی انہیں گہری عقیدت اور قلبی لگاؤ تھا۔ حضور حافظ ملت کا قیام اکثر و بیشتر انہیں کے گھر مصطفی بازار میں رہا کرتا تھا۔

علامہ معین الحق علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات ۱۹۹۱ء میں ممبئ عظمیٰ کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم محمدیہ مینارہ مسجد کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ہوئی تھی۔ پھر اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں برطانیہ سے جب بھی میری ممبئ حاضری ہوئی تو ان سے ملاقات کے لیے کوئی وقت ضرور نکالتا، وہ بھی مجھے بے پناہ محبتوں سے نوازا کرتے تھے۔ ابھی گزشتہ سال جب میں عید میلاد النبی ﷺ کے موقع سے ''خلافت ہاؤس ممبئ'' کی جانب سے نکلنے والے ۹۹ سالہ تاریخی جلوس کی قیادت کے لیے ممبئ پہونچا تو اسی اثنا میں انہوں نے میرے لیے علیمی مومنٹ کی جانب سے ایک پر تکلف مجلس استقبالیہ کا اہتمام فرمایا جس میں انہوں نے ممبئ عظمیٰ کے مشاہیر علما اور زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ افراد کو بھی مدعو کر رکھا تھا۔ ممبئ سے شائع ہونے والے اخبارات کے رپورٹر بھی موجود تھے۔ ان کے اخلاص نے میرے دل و دماغ پر جو اثرات مرتب کئے تھے آج بھی میرے تصورات کے شاہراہ روشن ہے۔

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

علامہ علیمی صاحب خوش کلام، شیریں زبان، عاجزی و انکساری، درویشانہ طبیعت اور مؤمنانہ فراست کے حامل تھے۔ وہ اپنے اصاغر پر بے حد مہربان اور اپنے اکابر کی بارگاہ کے ادب آشنا تھے۔ عروس البلاد ممبئ میں کاروباری حوالہ سے اپنی مصروف ترین زندگی گزارنے کے باوجود ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندیوں اور مسلکی سطح سے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے حل کے لیے شہزادۂ شہید راہ مدینہ حضرت علامہ سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی زید مجدہ اور قائد ملت حضرت مولانا سعید نوری سکریٹری رضا اکیڈمی ممبئ کی قیادت میں اٹھنے والی تمام تر تحریکی و تنظیمی سرگرمیوں سے وابستہ رہے، ساتھ ہی مسلک کی عظیم درس گاہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی، یوپی کے عروج وارتقا کے لیے بھی ان کی شب و روز کی صحرا نوردی ناقابل فراموش ہے۔ وہ دشوار گزار منازل، سنگین ترین حالات اور مراحل سے گزرتے ہوئے بھی عزیمت و استقامت، وقار و سنجیدگی اور صبر و تحمل کے پیکر نظر آتے تھے۔ اور یہ ان کی روشن ضمیری اور حیات داخلی کا نمایاں حسن تھا۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کو بام عروج تک پہنچانے میں ان کے بے پایاں اخلاص اور جذب دروں کا

کلیدی رول رہا ہے۔ان راہوں میں ان کی گراں قدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔وہ اس وقت ہم سے دور چلے گئے جس وقت کہ پوری علمی دنیا کوان کی پاک باز اور صالح قیادت کی ضرورت تھی۔

دراصل آپ ان لوگوں میں تھے جنہیں ان کی سادگی اور سچائی قابل قدر بناتی ہے۔ان کے عالمانہ وقار میں عاجزانہ انکسار کی آمیزش ارباب حل وعقد کے لیے قابل تقلید ہے۔علامہ معین الحق علیمی کی عکس در عکس آئینے جیسی زندگی کے رنگ ونور سے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے درودیوار بہت دیرتک روشن وتابناک رہیں گے۔انہوں نے مبلغ اعظم حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی،اور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی کے عالمی مشن کو عام کرنے کے لیے بھی ہر ممکن کوشش کی۔اوراپنی حیات ظاہری کے آخری لمحات تک اس کی ترویج واشاعت کے لیے آمادۂ سفر رہے۔

''مبلغ اسلام نمبر'' کی اشاعت ان کی زندگی کا عظیم علمی کارنامہ ہے جسے لوح وقلم سے وابستہ ارباب علم و دانش کی دنیا ہرگز فراموش نہیں کرسکتی۔۲۹ ررمضان المبارک کی پرنور شب میں ان کا وصال پانا خودان کی بخشش اور نجات کی علامت ہے۔شب قدر کی یہ معراج ان نفوس قدسیہ کومیسر آتی ہے جومقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں، یہ موت نہیں ہے بلکہ معراج حیات ہے۔بلاشبہ وہ اپنے طغرہائے جمال کے ساتھ ہمارے تصورات کی شاہ راہوں پر بہت دیرتک زندہ رہیں گے۔رب قدیر اس شہید عشق ومحبت کی قبر پاک پر اپنی خصوصی رحمتوں کے پھول برسائے۔آمین۔

میں اپنی جانب سے اور ورلڈ اسلامک مشن کے جملہ قائدین کی طرف سے حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کے جملہ اہل خانہ خصوصا ان کے برادر نسبتی حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی مفتی اعظم ہالینڈ کی خدمت میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔

مثل انوار سحر مرقد فروزاں ہو تیرا

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

تأثرات

مولانا معین الحق علیمی اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی

حضرت مولانا **محمد وارث جمال** قادری صاحب
صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، ممبئی

یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے ارباب بست و کشاد اور اس کے مخلص ترین ہمدرد و بہی خواہ بالخصوص اس ادارے کے مخلص، وفا شناس اساتذۂ کرام نے مدرسہ علیمیہ کے صدر اعلیٰ و سربراہ مولانا معین الحق علیمی مرحوم کی حیات و خدمات اور دار العلوم علیمیہ کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی اور ان کی طویل جد و جہد جس سے علیمیہ کو نئی اونچائیاں اور ہمہ جہت بلندیاں ملیں، ملک و بیرون ملک میں اس کا آوازہ بلند ہوا، ملک کی بڑی یونیورسٹیوں اور جدید دانش کدوں نے اس کی سند کو تسلیم کیا، جماعت اہل سنت کے تشخص کے ساتھ جدید دانش کدوں و جامعات میں دار العلوم علیمیہ کو پزیرائی ملی، ان کو خراج عقیدت کے طور پر ایک خوبصورت مجلہ نکالا جا رہا ہے۔

بے شک اپنے محسنوں و کرم فرماؤں کو یاد رکھنا، ان کے کارناموں کو زندہ رکھنا، ان کے کارگذاریوں، ان کی خدمات، ان کے اخلاص و عمل اور سوز دروں کو اگلی نسلوں تک پہونچانا یہ زندہ قوموں کے زندگی کی علامت، اور جذبۂ احسان مندی و شکر گزاری کا اظہار بھی ہے، جس کے لیے راقم الحروف پر خلوص دعاؤں کے ساتھ ہدیۂ تبریک بھی پیش کر رہا ہے۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء**۔

مولانا معین الحق علیمی جو اِسی سال یعنی ۱۴۴۱ھ کے رمضان کی آخری تاریخ میں جاں بحق ہوئے، جنھیں مرحوم و **نور اللہ مرقدہ** لکھتے ہوئے دل کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے، وہ اپنی مختصر سی حیات میں اتنا زیادہ کام کر گئے کہ بہت سے لوگ بڑی عمر اور کام

کے اسباب و ذرائع ہوتے ہوئے بھی نہیں کر پاتے ، جب کہ ان کے پاس ''پدرم سلطان بود'' کا کوئی تمغہ نہیں تھا، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام، حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور ان کے فرزند ارجمند، ان کی عظمتوں کے وارث و امین، اور عالم اسلام کے رجل عظیم علی الاطلاق، قائد اہل سنت، سرمایۂ افتخار، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہما الرحمہ سے بے مثال عقیدت ومحبت ان کی اور ان کے والد گرامی، محترم الحاج شمس الحق علیمی کی گراں قدر پونجی تھی، ان گراں مایہ شخصیتوں کی خصوصی توجہ وکرم فرمائی اور ان کی ظاہری و باطنی دستگیری ہی کل کائنات تھی۔ ؎

ان سے نگاہ ملتے ہی زندگی یوں سنور گئی
عنصر گم شدہ کوئی جیسے ہاتھ آ گیا

بے شک ان باپ بیٹوں اور ان کے آبائی وطن جمدا شاہی ضلع بستی، یوپی پر ان کے مرشدان گرامی کے فیض وعطا کا سحاب کرم ٹوٹ کر برسا، جو نہ صرف انھیں بلکہ آس پاس کو بھی جل تھل کر گیا، جس کی زندہ مثال دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے انوار وتجلیات اور دور تک اس علمی فیضان کا اجالا ہے۔ **فالحمد للہ رب العالمین**۔

وہ اپنے چھوٹوں کے بڑے شفیق، معاصرین کے لیے بہت مخلص، اور اپنے بڑوں بالخصوص اساتذۂ کرام کے لیے سراپا ادب واحترام تھے، انھوں نے اجالوں میں آنکھیں کھولیں اور زندگی بھر اجالوں میں رہے، اپنے والد گرامی کے بعد اپنے بھرے پرے خاندان کی تمام تر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا، اور اس کا حق ادا کر دیا، وہ کافی کشادہ دست بھی تھے، مولیٰ عزوجل نے اپنے فضل سے انھیں دین ودنیا کی تمام نعمتوں سے نوازا تھا، اور ان کے ظاہری سراپا کو بھی بڑی وجاہت ودلآویزی عطا فرمائی تھی۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے۔ آمین۔

تأثرات

تاثر

از: قمر العلماء حضرت علامہ مفتی **محمد قمر عالم** قادری اشرفی
شیخ الحدیث جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

آج رات ڈھائی بجے سحری کرنے کے لیے بیدار ہوا تو کئی ایک احباب نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ یہ جان کر کافی دیر تک رنج وغم کا گہرا اثر رہا، سحری کے بعد نماز فجر پڑھ کے سویا تو خواب میں محب گرامی حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ اور استاذ گرامی حضرت شیخ القرآن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو ایک ساتھ دیکھا، تو آنکھ کھل گئی اس کے بعد میں نے دونوں حضرات کی روح کو ایصال ثواب کیا، اور دونوں حضرات کے احسان کو دیر تک یاد کرتا رہا۔

حضرت علیمی صاحب علیہ الرحمہ بڑے نیک اور خوش اخلاق انسان تھے، علما اور مشائخ سے بڑی محبت فرماتے، مجھ فقیر قادری اشرفی سے بھی ان کو بہت محبت تھی اور مجھ پر ان کا بہت احسان ہے۔ انہوں نے دار العلوم علیمیہ کی خدمت اور اس کی تعمیر وترقی میں اپنی زندگی کا اکثر حصہ گزار دیا، خدمت علیمیہ اور خدمت علما کا ان کو انعام ملا کہ ان کی موت رمضان شریف میں ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۲۹ ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

تأثرات

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

حضرت علامہ مفتی **شمس الحق** مصباحی صاحب قبلہ
جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات، نیو کاسل، ساؤتھ افریقہ

معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب کا وصال ہوگیا ہے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان للہ مأخذ و لہ ماأعطی، و کل شئی عندہ باجل مسمی۔ معین العلما و المشائخ حضرت علامہ محمد معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ معین العلماء علیہ الرحمہ اپنی شخصیت میں اسم بامسمی تھے۔ پوری زندگی قوم و ملت اور علما و مشائخ کی بے لوث خدمت فرمائی۔ حضور قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے بڑے چہیتے اور مقرب تھے۔ ہمیشہ حضرت کے ذکر میں رطب اللسان رہتے۔ اپنے شیخ کے شیدائی اور فدائی تھے۔

آپ فرزندان اشرفیہ میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور تحریک اشرفیہ سے آپ کو قلبی لگاؤ تھا۔ اسی لیے آپ نے پوری زندگی ان کے علمی اور علیمی مشن کو عام کرنے میں صرف فرمادی اور بصد اخلاص و محبت خوب دینی کام کیا۔

لعمرك ماواری التراب فعاله
ولکنما واری ثیابا واعظما

آپ ایک لمبے عرصے تک تقریبا ۳۵ سال تک یادگار حضور مبلغ اسلام مرکزی درس گاہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کی مجلس عاملہ میں صدر اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے، اور ادارے کو بام عروج تک پہونچایا۔ حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی دعاؤں اور حمایت سے آپ نے علیمیہ کو نئے آفاق سے متعارف کرایا۔ تعلیمی نظم و نسق اور تعمیری ترقی سے آپ نے ادارے کو عالمی معیار اور بین الاقوامی شناخت عطا فرمائی۔ آپ علیہ الرحمہ فقیر سے کافی محبت فرماتے تھے۔ ہمیشہ دینی کام کی ترغیب فرماتے، تحریر و تقریر اور تعمیری کام سن کر بہت خوش ہوتے، حوصلہ افزائی فرماتے اور اپنے تجربات کی روشنی میں مفید مشوروں اور ہدایات سے نوازتے۔ اصاغر نوازی ایسی کہ خود فون کر کے حالات دریافت فرماتے۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں درپیش مسائل کا حل بتاتے، اور اپنی محبت اور سخن دل نواز سے ہم جیسے کتنے لوگوں کو تازہ دم کر جاتے۔ ع

کون اب عقل و جنوں کی گتھیاں سلجھائے گا

دعا ہے کہ رب قدیر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے طفیل حضرت کی جملہ دینی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی بہاریں عطا فرمائے، اہل خانہ، پس ماندگان اور اعزا و اقارب اور لواحقین کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تأثرات

گلہائے تعزیت

حضرت علامہ مفتی **عبدالسلام رضوی مصباحی** صاحب قبلہ
شیخ الحدیث و مفتی جامعہ انوار العلوم، تلسی پور ضلع بلرامپور یوپی

شب میں یہ افسوس ناک خبر موصول ہوئی کہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے سابق صدر اعلیٰ معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی کا انتقال پر ملال ہو گیا ہے۔ حضرت مرحوم کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا نکلی۔ صبح دار العلوم علیمیہ کے صدر اعلیٰ مخیر قوم وملت الحاج وصی الدین صاحب زید حبہٗ سے فون سے رابطہ کیا۔ انہوں نے حضرت کے وصال پر ملال کی تصدیق کی۔ چند دنوں سے ہاسپٹل میں زیر علاج تھے، مختصر علالت کے بعد یہ حادثہ اچانک رونما ہوا۔ اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے صبح اول وقت میں ناریل واڑی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت معین العلما علیمی صاحب گوناگوں ستودہ صفات وکمالات اور خوبیوں کے حامل تھے۔ دین حنیف کا درد رکھتے تھے۔ دار العلوم علیمیہ کو شاہ راہ ترقی پر گامزن کرنے میں آپ کا کلیدی کردار تھا۔ حضرت شیخ القرآن صاحب نور اللہ مرقدہ کو از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے دار العلوم علیمیہ لانے میں آپ کا اہم رول تھا، اور پھر حضور شیخ القرآن نور اللہ مرقدہ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں ہمہ تن گوش ہو کر مصروف عمل ہو گئے، جس سے دار العلوم علیمیہ ترقی وشہرت کے میدان میں اوج ثریا تک پہونچا۔ آج دار العلوم علیمیہ کا علمی فیضان جو ابر باراں بن کر برس رہا ہے۔ اور پورے عالم کو فیضیاب کر رہا ہے اس میں حضرت علامہ معین العلما علیمی صاحب کی بے لوث قربانیاں شامل ہیں۔ اس خادم نے ۹/ سال دار العلوم علیمیہ کی خدمت انجام دیا۔ ان ایام میں حضرت کو بہت قریب سے دیکھا، اخلاق کریمانہ کا پیکر، دین متین کا سچا درد رکھنے والا مرد مومن، حسن صورت کے ساتھ سیرت کا عظیم شاہ کار، اور مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا وفادار پایا۔ تعلیمی، تبلیغی، دعوتی، ہر میدان میں میرے ہر طرح معین ومددگار رہے، اور تادم زیست دار العلوم علیمیہ کو شاہ راہ ترقی پر گامزن کرنے میں مصروف عمل رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے میں مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

تأثرات

کلمات تعزیت

حضرت علامہ مفتی **محمد مسیح احمد** قادری صاحب قبلہ
استاذ جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرامپور یوپی

جمعۃ الوداع کا دن گزار کر شب ۱ بجے برادر عزیز قاری چاند رضا رضوی بانی رضا دار القراءت دھاڑ وار کرناٹک نے خبر دی کہ دار العلوم علیمیہ کے سابق صدر اعلیٰ حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ خبر بجلی کی طرح قلب وجگر پر اثر انداز ہوئی۔ صبح میں دار العلوم علیمیہ کے صدر مخیر قوم وملت جناب الحاج وصی الدین صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس جانکاہ خبر کی تصدیق کی اور کہا کہ چند دنوں سے ان کی طبیعت خراب چل رہی تھی، اچانک یہ حادثہ ہو گیا۔ بعد نماز فجر سونا پور قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سارے اعزا واحباب واقارب شرکت سے محروم رہے۔

حضرت علیمی مرحوم گوناگوں اوصاف وکمالات کے جامع تھے۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے تلمیذ سعید جناب سیٹھ شمس الحق علیمی کے فرزند جلیل، قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے مرید خاص، جناب غلام مصطفی رضوی مرحوم کے معتمد خاص، حضور عزیز ملت مدظلہ العالی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے محبوب نظر اور حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے شاگرد خاص تھے۔ منظم فعال ومتحرک ارکان (باڈی) کی موجودگی میں دار العلوم علیمیہ کو شاہ راہ ترقی پر گامزن کرنے میں ان کا اہم و بے مثال کردار رہا۔ شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ جن کے قدم کی برکت سے دار العلوم علیمیہ اوج ثریا تک پہنچا، ان کو ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ سے دار العلوم علیمیہ کی طرف منتقل کرنے میں ان کا کلیدی کردار تھا۔

آج دار العلوم علیمیہ کا علمی فیضان جو ابر باراں کی طرح برس رہا ہے، اس میں مولانا علیمی صاحب علیہ الرحمہ کی بھی بے لوث قربانیاں شامل ہیں۔ خادم نے سات سال تک جامعہ علیمیہ کی خدمت انجام دی۔ مولانا علیمی مرحوم کو بہت قریب سے دیکھا۔ ہمدرد قوم و ملت، اخلاق کریمانہ، عالمانہ وقار حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کا جامع اور مسلک اعلیٰ حضرت کا داعی پایا۔ دار العلوم کی ترقی کے لیے عہد شباب سے تادم زیست کوشاں رہے۔ ان کی رحلت سے ارباب اہل سنت بالخصوص علیمی اور مصباحی برادران کا عظیم خسارہ ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ مزید دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

تأثرات

تاثر

حضرت علامہ مولانا **سراج احمد مصباحی** صاحب **حفظہ اللہ**

خطیب و امام مدینہ مسجد کیرلٹن ٹیکساس امریکہ

حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا۔ ۲۹ ر رمضان المبارک کو سوشل میڈیا کے ذریعہ جب یہ خبر موصول ہوئی کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ پہلے تو دل اور دماغ کو اس خبر کے سچ ہونے پر یقین نہیں ہو رہا تھا، لیکن متعدد ذرائع سے پتہ کرنے پر جب خبر کی واقعیت معلوم ہوئی تو بڑا قلق محسوس ہوا، اور خلوص وللّٰہیت، علم دوستی، خوش پوشی، خوش اخلاقی، علما و مہمان نوازی اور وضع داری سے مرکب، آپ کا حسین پیکر نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ یقینا آپ کی ذات جماعت اہل سنت کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھی۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے تعلیمی اور تعمیری عروج میں آپ کا بڑا اہم کردار تھا، مثبت فکر اور تعمیری سوچ کے باصلاحیت مصباحی عالم دین تھے۔ بیرون ممالک میں کام کرنے والے علما اور فضلا کے بڑے قدردان تھے، موصوف مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے، وہ مجھ سے علم و فضل اور عمر میں کافی بڑے تھے، لیکن گفتگو کرنے کا انداز بڑا متواضع رکھتے تھے، اکثر خود ہی فون کر کے خیریت دریافت فرماتے، اور کہتے کہ جب بھی انڈیا آنا ہو تو مصطفی بازار ضرور تشریف لائیے گا تاکہ ملاقات ہو جائے، آپ کے اچانک اس طرح چلے جانے کا تصور تک نہیں تھا، ورنہ ضرور فون سے رابطہ کر کے دعائیں لیتا، اللہ تبارک وتعالی آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی اور جماعت اہل سنت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، دارالعلوم علیمیہ، مفتی اعظم ہالینڈ مفتی شفیق الرحمن صاحب عزیزی اور مرحوم علیہ الرحمہ کے اہل خانہ کے اس دکھ کی گھڑی میں برابر کا شریک ہوں، رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے بروقت کچھ تحریر نہ کر سکا اس لیے اس وقت تعزیت کے یہ چند کلمات حاضر ہیں، مولی تعالی حضرت کی مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے۔

تأثرات

موت العالم موت العالم

حضرت علامہ سید **علیم الدین اصدق** مصباحی اعظمی صاحب قبلہ

دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خیر الناس من ینفع الناس (الحدیث) ہمدرد قوم وملت، عالم باعمل، حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ پوری زندگی مندرجہ بالا حدیث پاک پر عمل پیرا رہے۔ حتی الوسع ہر شخص کے کام آنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ مہمان نوازی ،مروت ورواداری، مومنانہ شرافت آپ کا خاص وصف تھا۔ اللہ عزوجل کی عطا کردہ توفیق رفیق سے آپ نے پوری زندگی خدمتِ دین وسنت کے لیے وقف کردی تھی۔ جس کا منہ بولتا ثبوت دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ہے۔ دین وملت کی تبلیغ اور قوم کی فلاح و بہبود کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ عروس البلاد ممبئ کے متحرک فعال علما میں آپ کا شمار تھا۔ ممبئ کی معروف تحریک رضا اکیڈمی کی جانب سے بلائی گئی اکثر نشستوں میں آپ اہم رکن کی حیثیت سے موجود رہتے تھے۔ حضرت علامہ موصوف کا وصال نہ صرف ان کے اہل خانہ کے لیے بلکہ اہل سنت و جماعت کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ یقینا آج آپ کی روح کہہ رہی ہے۔

جان کر من جملۂ خاصان مے خانہ مجھے

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ، سلطان الہند، عطائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا خواجۂ خواجگان سرکار غریب نواز قدس سرہ

العزیز کے خاص عاشق تھے۔سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کے عرس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی،آپ کا شوق حاضری دیدنی ہوتا تھا ۔سادات کرام سے آپ حد درجہ عقیدت ومحبت سے پیش آتے تھے۔علماو مشائخ کی خدمت اپنا فریضہ تصور کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے آپ کو خصوصی لگاؤ تھا،عاشق اعلیٰ حضرت تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے نقیب وداعی کی حیثیت سے گزاری۔یقینا حضرت علامہ موصوف بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔

حضرت علامہ معین الحق علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سن کر مجھے کس قدر رنج وغم ہوا،وہ تحریر کے قالب میں ڈھالا نہیں جا سکتا۔اپنوں سے بچھڑنے کا غم بیان سے باہر ہوتا ہے،لیکن یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ جو آیا ہے اسے جانا ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

سبحان اللہ! اللہ عزوجل اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میں آپ کو کتنی حسین وخوب صورت موت نصیب فرمائی،یعنی ماہ رمضان المبارک کی انتیسویں شب۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب (الحدیث) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کے تصدق حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے حساب مغفرت فرمائے،اپنے جوارِ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے،جملہ صاحبزادگان وپسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔نیز مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

تأثرات

تاثر

حضرت مولانا **مبارک حسین مصباحی** صاحب قبلہ
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی

یہ خبر انتہائی غم کے ساتھ جاری کی جارہی ہے کہ مصطفی بازار ممبئی کے معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی گزشتہ شب بارہ بج کر تیس منٹ پر بتاریخ ۲۲ مئی ۲۰۲۰ء ممبئی ہاسپٹل میں انتقال فرما گئے۔ تقریبا ایک بجے شب میں موبائل پر یہ المناک خبر موصول ہوئی، ہم نے اسی وقت حضرت مولانا عرفان احمد علیمی اور مولانا مظہر حسین علیمی ممبئی سے رابطہ کیا، کلمات استرجاع کے بعد چند سورتیں پڑھ کر ان کا ثواب موصوف علیہ الرحمہ کو ایصال کیا۔ محب گرامی حضرت مولانا عرفان احمد علیمی نے فرمایا کہ حضرت کے تین صاحب زادے ہیں، دو شادی شدہ اور ایک ابھی چھوٹے ہیں۔ ایک دختر نیک اختر ہیں جو مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کے فرزند ارجمند سے منسوب ہیں۔

حضرت علامہ علیمی علیہ الرحمہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور فاضل تھے، آپ ایک اعلیٰ خاندان کے فرد فرید تھے، آپ کی ولادت ۱۵ مارچ ۱۹۵۹ء جمد اشاہی ضلع بستی میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی سیٹھ الحاج شمس الحق علیمی مرحوم جو محلہ مصطفی بازار ممبئی میں علیمی دربار ہوٹل چلاتے تھے، انھوں نے جمد اشاہی ضلع بستی میں دارالعلوم علیمیہ قائم کیا، جس کے وہ صدر اعلیٰ رہے، ان کے بعد آپ اس عظیم ادارے کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے، احقر مبارک حسین مصباحی سے موصوف علیہ الرحمہ بے پناہ محبت فرماتے تھے، متعدد بار حضرت کے حکم پر ہمیں دارالعلوم علیمیہ بھی مدعو کیا گیا، علیمی دربار ہوٹل مصطفی بازار میں بھی متعدد بار حاضر ہونے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ آپ جو اسی مقام پر سالانہ عرس علیمی اور شہدائے کربلا کے حوالے سے کانفرنس منعقد فرماتے تھے، اس میں بھی متعدد بار شرکت اور خطاب کا شرف حاصل ہو چکا ہے، آپ اور آپ کے احباب نے دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی میں دو روزہ سیمینار مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ اور قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ پر کیا تھا، ان مقالات کا مجموعہ نو سو بارہ صفحات پر آپ نے شائع کرایا۔

مختصر یہ کہ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور موجودہ سربراہ اعلیٰ عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ دامت برکاتہم العالیہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، ہم ان شاء اللہ جلد ہی تفصیل سے حضرت پر مضمون لکھیں گے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کے نیک کارناموں کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، اہلیہ محترمہ، اولاد امجاد، عزیز واقارب اور اہل سنت و جماعت کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین!

تأثرات

تاثر

از: استاذ القراء حضرت قاری **غلام محی الدین قادری** صاحب

دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، سنت کبیر نگر

گلشن کی فضا صدیوں مجھے یاد کرے گی

کلیوں کو اپنا خون جگر دے کے چلا ہوں

دنیا میں ہر دن لاکھوں لوگ مرتے ہیں، ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے انتقال پر ایک فرد بھی آنسو بہانے والا نہیں ہوتا ہے، کچھ کے انتقال پر صرف اس کے عزیز و اقارب اور مخصوص لوگ ہی آنسو بہاتے ہیں، مگر کچھ لوگ ایسے بھی جانے والے ہیں جو اپنے پیچھے روتی بلکتی ایک ایسی دنیا چھوڑ جاتے ہیں جو نہ صرف ان کے لیے آنسو بہاتی ہے بلکہ ان سے بچھڑنے کا غم اسے صدیوں ستاتا رہتا ہے، انہیں میں سے ایک شخصیت مخیر قوم وملت، حضرت علامہ معین الحق صاحب علیمی نور اللہ مرقدہ کی تھی، جنھوں نے ایک عرصہ دراز تک دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے منصب صدارت پر فائز رہ کر اسے بام عروج تک پہونچانے میں کلیدی کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے ان کی ذات کو علیمیہ کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم ستون تصور کیا جاتا تھا، ان کی ذات علیمیہ کی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس کے بغیر اس کی تاریخ نامکمل تصور کی جائے گی۔

ان کے انتقال سے جہاں دنیائے سنیت کو عظیم خسارہ ہوا وہیں دار العلوم علیمیہ کو ناقابل تلافی نقصان ہوا جس کی بھرپائی مستقبل قریب میں ممکن نظر نہیں آتی۔ رب کریم جل جلالہ اپنے حبیب صاحب لالوک ﷺ کے صدقے میں مولانا مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کی قبر پر رحمت و انوار کی بارش فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے، ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور دار العلوم علیمیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

تأثرات

تاثر

عالی جناب ڈاکٹر **شہزاد حسین** صاحب
عائشہ بیگم ایجوکیشنل ٹرسٹ، علی گڑھ

عزیزم احتشام!

مولانا معین الحق علیمی مصباحی صاحب کے انتقال کی اطلاع پروفیسر غلام یحیٰ انجم کے ذریعہ جب ملی تو دل کو اس کا یقین نہیں ہو رہا تھا، لیکن "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" جو ایک فرمان الٰہی ہے "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" پڑھنا پڑا، مولانا ایک باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ ایک بہت اچھے انسان دوست اور مخلص علما نواز شخص تھے، انہوں نے اپنی اعلیٰ صلاحیت سے ملک اور بیرون ملک میں بھی دین کی خدمت کی، مولانا ورلڈ اسلامک مشن انڈیا کے صدر بھی رہے، میں اللہ رب العزت سے ان کی مغفرت کی دعا کرتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

تأثرات

آہ! مولانا معین العلماء علامہ محمد معین الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ داغ مفارقت دے گئے

حضرت **سید صابر حسین شاہ بخاری** صاحب ''خلیفۂ مجاز بریلی شریف''
مدیر اعلیٰ الحقیقہ، ادارہ فروغ افکار رضا و ختم نبوت اکیڈمی برھان شریف ضلع اٹک پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

یہ روح فرسا خبر سن کر انتہائی افسوس اور دکھ ہوا کہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی رحمۃ اللہ علیہ نے رخت سفر باندھ کر کاروان آخرت میں شرکت فرمالی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ایک اٹل حقیقت ہے۔ یقیناً ہر ایک نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اس دار فانی سے کوچ کر کے جانا ہے، روزانہ ہزاروں لوگ موت کی وادی میں جا رہے ہیں لیکن چند ایسے سعادت مند حضرات جب سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں تو وہ کچھ ایسے سج دھج سے اس جہان فانی سے کوچ کرتے ہیں کہ ان پر زمین و آسمان روتے ہیں، در و دیوار سوگوار ہوتے ہیں اور منظر کچھ یوں سامنے آتا ہے۔

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش پر ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

معین العلماء حضرت مولانا معین الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی ایسے ہی پاکانِ امت میں ہوتا ہے۔ آپ کی اچانک وفات حسرت آیات سے پوری دنیائے سنیت سوگوار ہے، ہر جانب صف ماتم بچھی ہوئی ہے، قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کی محافل ہو رہی ہیں، آہ! ہم علم و عرفان کے مینارے سے محروم ہو گئے، ہماری علمی و روحانی محافل کی رونقیں ماند پڑ گئیں، موت العالم موت العالم کسی نے بجا فرمایا ہے۔

تو کیا گیا کہ عہد کو ویران کر گیا

معین العلما حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵مارچ ۱۹۵۹ء کو اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے، آپ کا مقام پیدائش جمدا شاہی ضلع بستی (انڈیا) ہے۔آپ کے والد گرامی حضرت سیٹھ شمس الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۰۲ھ) ایک متدین انسان تھے۔آپ نے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا قیام عمل میں لاکر علم وفضل کی آب یاری فرمائی۔آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تعلیم وتربیت بھی اس انداز میں فرمائی کہ آپ علم وفضل کے ایک آفتاب بن کر سامنے آئے۔ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں ہوئی، پھر گاؤں کے ایک مکتب میں پڑھا، بعدہ ممبئی کے معروف ادارہ دارالعلوم محمدیہ میں کچھ عرصہ پڑھا اور پھر ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کی معروف درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں کے نامور اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔۱۹۷۹ء میں یہاں سے سند فراغت حاصل کی اور پھر علمائے اہل سنت میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کئے گئے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے روح رواں رہے اور اپنی شب وروز محنت سے اس کی علمی شہرت کو بام عروج پہنچایا۔یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والا ہر فرد علمی دنیا میں نمایاں طور پر سامنے آیا۔آہ! آپ کے وصال نے ہمیں پریشان کر دیا،آپ کے جانے سے جوخلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا محال نظر آتا ہے۔

آہ! چمنستان ہستی میں کیسے کیسے پھول کھلے
مشام زندگی کو تازہ کیا اور چل دیئے

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات کو بلند فرمائے،آپ کے تمام پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و علیٰ آله و اصحابه و ازواجه و ذریته و اولیاء امته و علماء ملته اجمعین.

(۲۹رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ) ۲۳رمئی ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ بوقت ۱۰:۳۸ دن

تأثرات

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

از: حضرت علامہ مولانا **امید علی صدیقی** صاحب قبلہ

استاذ دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی بستی

یہ خبر جیسے ہی ملی کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی کا انتقال ہوگیا۔ پہلے تو اس خبر پر یقین نہیں ہورہا تھا، دل پر جیسے کوئی بجلی سی گرگئی ہو، آپ کا ہنستا مسکراتا چہرہ نگاہوں میں گردش کرنے لگا، کئی دہائیوں پر مشتمل تعلقات کی ایک ایک کڑی یاد آنے لگی اور ایسا محسوس ہی نہیں ہورہا ہے، کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے، ایسا مرد قلندر میں نے نہیں دیکھا کہ دارالعلوم علیمیہ کے زمانۂ صدارت میں جب کبھی جمد اشاہی آتے تو اپنے گھر کے بارے میں اتنی فکر نہیں کرتے جتنی کہ دارالعلوم کے بارے میں کرتے تھے۔ جب کبھی فون پر بات ہوتی تو خیریت کے بعد گھنٹوں دارالعلوم کی تعمیر وترقی کے بارے میں ہی بات ہوتی، مجھ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے، کسی بھی رائے، مشورہ میں ضرور شامل کرتے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے۔ اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تأثرات

معین العلماء معتمد علما

از: حضرت مولانا **سید قمر الاسلام علیمی** صاحب
خانقاہ ولیہ قادریہ، جہانگیر نگر فتح پور

حضرت مولانا معین الحق علیمی صدر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کے انتقال کی خبر سن کر رنجیدہ ہوں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، ادارہ علیمیہ کی تعمیر و ترقی اور جماعت علیمیہ کے استحکام میں مولانا موصوف کی خدمات کی اپنی ایک روشن تاریخ ہے، اب جب کہ رمضان کریم کا مہینہ رخصت ہونے کو ہے، خدا کے فرشتے نے صدائے الرحیل کہی ہوگی، جسے سنتے ہی یہ بندہ اپنی تمام تر بے لوث قربانیوں کو لیے خدا کے جوار رحمت کی طرف کوچ کر گیا، اور جماعت علیمیہ نے ایک مخلص صدر کھو دیا، جس کی شخصیت میں عالمانہ وقار، مومنانہ شرافت، اور قلندرانہ ایثار جیسی صفتیں جمع ہو گئیں تھیں۔

میرے استاذ شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ نے مولانا علیمی کے بارے میں جو جامعہ اشرفیہ کے زمانہ تدریس میں ان کے شاگرد خاص رہ چکے تھے۔ ایک جملہ بستر علالت پر لیٹے لیٹے مجھ سے فرمایا تھا۔ ”اگر خدائے کریم میرے جسم کے ہر رونگٹے کو قوت گویائی عطا کر دے، اور ہر رونگٹا مولانا علیمی کے شکریے میں رطب اللسان رہے، تب بھی عبداللہ خان عزیزی ان کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہوسکتا، عرض کیا حضرت! مولانا علیمی کی شخصیت آپ کے حسن تربیت کا خوبصورت نمونہ ہے، پھر شکریہ کس بات کا؟ فرمایا: بعض شاگرد ایسے ہوتے ہیں جن پر استاذ جتنا فخر کرے کم ہے، مولانا علیمی ان میں سے ایک ہیں، مجھے خدا نے بیٹا نہیں دیا لیکن اگر میرا حقیقی بیٹا ہوتا تو معین الحق سے زیادہ خیال نہیں رکھ پاتا، اس لیے وہ مجھے بیٹے سے زیادہ عزیز ہیں۔

ایک معقولی استاذ کے یہ تشکر آمیز جذبات میرے لیے جتنے قابل رشک تھے، اتنے آج بھی قابل رشک ہیں، آج مولانا علیمی کی خبر رحلت نے ان سے منسوب یادوں کو تازہ کر دیا، جب ان کے بیمار ہونے کی اطلاع ملی تو کئی بار سوچا کہ فون کر کے خیریت معلوم کروں، لیکن پھر بات ذہن سے نکل گئی، کسے خبر تھی کہ یہ ان کے آخری دن تھے، فقیر جماعت علیمیہ، جماعت علما، ابنائے علیمیہ کی خدمت میں ایک باوقار عالم، ایک مخلص صدر اور ایک مشفق سرپرست کی رحلت پر تعزیت پیش کرتا ہے۔

اللہ کریم حضرت مولانا کی خدمات قبول فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے، اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

تأثرات

قوم وملت کا ایک عظیم ستارہ آج ڈوب گیا

حضرت مولانا **ظفر الدین رضوی** صاحب
خطیب وامام رضا جامع مسجد گئوشالہ روڈ ملنڈ ممبئی

قائد ملت عالی جناب الحاج سعید نوری صاحب سربراہ وبانی رضا اکیڈمی کے ایک مونس ومددگار حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب آج مالک حقیقی سے جاملے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے۔ آمین

یہ خبر سن کر کافی دکھ ہوا، کہ آج دنیائے سنیت کا ایک عظیم رہبر وقائد جس کو ممبئی ہی نہیں بلکہ ہندو پاک میں بڑی ہی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، ممبئی مہاراشٹر میں آپ کی ایک الگ پہچان تھی، اکابر علماے اہل سنت کے محبوب نظر تھے، مذہبی وسیاسی وسماجی ماحول میں آپ مضبوط پکڑ رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے، بڑے بڑے سیاست دان آپ کے اردگرد گھومتے پھرتے دیکھائی دیتے تھے، آپ جہاں ایک عالم باعمل تھے، وہیں پر آپ اسلامیات وسیاست وسماجیات کے ایک عظیم مدبر ومفکر اور نبض شناس تھے، حالات حاضرہ پر آپ کی گہری نظر ہوا کرتی تھی۔

آنے والی ہر اچھی بری خبر کو وہ وقت سے پہلے پہچان لیا کرتے تھے، اور اپنی قوم وملت کو آگاہ بھی کرتے تھے، حقیقت میں وہ مذہبی وسیاسی سوجھ بوجھ کے ماہر عالم دین تھے، میں نے جہاں تک انہیں دیکھا اور سنا ہے اپنے آپ میں وہ ایک عظیم اسکالر تھے، بزم، انجمن، تنظیم، ادارہ کیسے چلایا جاتا ہے کوئی ان سے سیکھے، جلسے جلوس پر ان کی مضبوط پکڑ ہوا کرتی تھی، جلسوں کو خوبصورت کیسے بنایا جائے کوئی ان سے سیکھے، مدرسہ مکتب ودارالعلوم کو کیسے ترقی کی راہ پر گامزن کیا جائے یہ ہنر ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی ظاہری زندگی میں اس عظیم الشان ادارہ جس کو دنیا دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، اس کے روح رواں رہے، اس ادارے کی تعمیر وترقی میں ہمیشہ آپ کوشاں رہتے تھے، اس کے لیے آپ نے کافی خدمات انجام دی ہیں، جس کو آنے والی نسلیں فراموش نہیں کرسکتی ہیں، ان کی خدمات حسنہ بے مثال تھیں، یہی وجہ ہے کہ آج اگر سب سے زیادہ کسی کو ان کے اس دنیا سے جانے پر رنج وغم ودکھ ہوا ہے تو وہ رضا اکیڈمی ممبئی کے سربراہ وبانی قائد ملت عالی جناب الحاج سعید نوری صاحب قبلہ اور شہزادۂ شہید راہ مدینہ حضور معین المشائخ حضرت علامہ مولانا الحاج سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھہ شریف عرف معین میاں صاحب ہیں۔ ان کے جانے سے مذہب وملت ومسلک اعلیٰ حضرت کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ تمام علماے اہل سنت ان کے اس دنیا سے جانے پر کافی رنجیدہ ہیں۔ ہم رب قدیر کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اور جملہ بزرگان دین کے صدقے وطفیل مفکر اسلام حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب کی مغفرت فرمائے۔ اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

تأثرات

تاثر

مولانا **مختار احمد ضیائی فیضی** صاحب
استاذ دار العلوم مصطفائیہ ہلدر وادار پالیج تعلقہ کرجن ضلع بڑودہ، گجرات

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل حضرت کو غریق رحمت فرمائے، تمام چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ایک دن جانا ہے آخر موت ہے

از: مولانا **نوشاد عالم** علیمی اشرفی
ناسک، مہاراشٹر

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ معین العلماء محسن اہل سنت، حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی کا انتقال جماعت اہل سنت کے لیے عظیم خلا ہے۔ آپ نے علیمیہ کی باگ ڈور اس وقت سنبھالا جب علیمیہ کچھ بھی نہیں تھا اور سانس اس وقت توڑی جب علیمیہ بہت کچھ ہو گیا۔ پینتس سال سے زیادہ علیمیہ کی باگ ڈور سنبھالی اور ثریا کی بلندیوں پر پہنچا کر آج خود چل بسے۔

یقیناً حضرت کا وصال جماعت اہل سنت خصوصاً علیمیہ کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔ حضرت کے خاندان، رشتے دار خاص طور پر حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن صاحب قبلہ ہالینڈ اور حضرت مولانا انس الرحمن صاحب قبلہ سمیت، حضرت کے جملہ اہل خانہ و پسماندگان کی بارگاہ میں تعزیت پیش کرتا ہوں۔

تأثرات

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

حضرت مولانا **مظہر حسین علیمی** صاحب
سنی دعوت اسلامی، ممبئی

سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ دام ظلہ العالی اپنے صوتی تعزیتی پیغام کے دوران رو پڑے۔ابھی ابھی استاذی الکریم حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی نے فون پرنا چیز سے گفتگو کی اور وہ بھی بے ساختہ رو پڑے، گفتگو کی تاب نہ رہی فون منقطع فرمادیا۔

ان سے قبل مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی دام مجدہ نے فون پر گفتگو فرمائی اور اظہار تعزیت اور دعاے مغفرت فرمائی۔حضرت علامہ اعظمی صاحب نے فرمایا کہ علیمیہ کے لئے مولانا معین الحق علیمی صاحب کی خدمات نا قابل فراموش ہیں، علاوہ ازیں امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری نے سخت رنج وغم کا اظہار فرمایا اور اپنا صوتی پیغام بھی جاری کیا۔بلبل باغ مدینہ الحاج محمد رضوان خان نے بھی نا چیز سے اظہار تعزیت کیا۔الغرض !جو جہاں ہے وہ اس اندوہناک خبر سے رنجیدہ ہے۔یقینا حضرت کی شخصیت اپنے اخلاص وللّٰہیت اور تعلیمی وسماجی کاموں کی وجہ سے عوام وخواص میں متعارف تھی۔اللہ پاک حضرت کی بخشش فرمائے۔ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تأثرات

معین العلماء کا یہ جملہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا

حضرت مولانا **محب احمد علیمی** صاحب

جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

آج رات تقریباً سوا دو بجے سحری کے لیے اٹھنا ہی چاہ رہا تھا، کہ فون کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی، دیکھا تو اسکرین پر استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا امید علی صاحب قبلہ کا نام تھا۔فون ریسیو ہوا، سلام دعا کے بعد حضرت نے روتی ہوئی آواز میں فرمایا، حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب تو ہم لوگوں کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اتنا سنتے ہی ایسا لگا گو یا جسم میں جان ہی نہیں رہ گئی ہو، پھر کافی دیر تک حضرت مرحوم علیہ الرحمہ کے اوصاف و کمالات، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے تعلق سے ان کی بے لوث خدمات، علما نوازی، حلم و بردباری، اور کشادہ ظرفی پر بات ہوتی رہی۔ اسی اثنا میں ادیب شہیر، استاذ مکرم حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ کا فون آ گیا، وصال کی اطلاع سنائی۔لیکن وفورِ غم کی وجہ سے زیادہ بات نہ ہو سکی، جب سے حضرت کی علالت کی خبر سنی تھی، طبیعت آپ کی طرف لگی رہتی تھی، ابھی دو ایک روز قبل مولانا مظہر حسین علیمی ممبئی صاحب نے تنظیم ابنائے علیمیہ گروپ پر یہ خبر ڈالی تھی کہ حضرت مولانا معین الحق صاحب روبہ صحت ہو رہے ہیں۔ دل کو بڑی تسلی ہوئی تھی، ہر نماز کے بعد آپ کی شفایابی کے لیے دعا ضرور کرتا تھا، یقیناً حضرت کے جماعت اور دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی پر بڑے احسانات ہیں، ممبئی کی سرزمین پر کوئی بھی اجتماعی، دینی، مسلکی، اور رفاہی جماعت کا کام ہوتا تو حضرت ضرور حضرت معین المشائخ کے ہمراہ نہ صرف اگلی صف میں بلکہ قائدین میں سے ہوتے تھے، یوں تو حضرت کو میں دارالعلوم علیمیہ کے زمانہ طالب علمی یعنی 1993ء سے جانتا تھا۔لیکن 2000ء کے بعد جب دارالعلوم میں خدمت تدریس کے لیے منتخب ہوا تو کچھ اور قربت بڑھی، لیکن آپ کو بہت قریب سے جاننے کا موقع اس وقت ملا جب 2009ء میں مصطفی بازار محرم الحرام کی

دس روزہ مجلس کے لیے گیا، تو قیام علیمیہ کے آفس میں تھا، جہاں حضرت خود اپنی نجی ضروریات سے فارغ ہوکر اکثر وقت گزارتے تھے، کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا، ایک دن مولانا عرفان علیمی صاحب کے ساتھ کہیں جانا تھا، فیصلہ یہ ہوا کہ کھانا آپ کے علیمی دربار ہوٹل سے کھالیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، لیکن واپسی پر آپ ناراض ہوگئے اور مولانا عرفان صاحب سے کہنے لگے کہ'' کھانا گھر سے منگا کر کھلانا چاہیے تھا، مولانا ہمارے مہمان ہیں''۔ المختصر دس دن کی مجلس ختم کر کے جب واپسی کا دن آیا تو اپنے بھتیجے کو بلا کر اے ٹی ایم کارڈ دیا اور پیسہ منگوانے کے بعد خطیر رقم زبردستی دی۔ اور کہا کہ گھر جائیں گے، بچوں کے لیے کچھ مارکیٹنگ کر لیجیے۔ مجھے آپ کی فیاضی سے پہلی مرتبہ واسطہ پڑا، لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت کے معمولات میں سے ہے۔ کہ مہمانوں کو خوب نوازتے ہیں۔ اور خاص کر کے اپنے دارالعلوم کے اساتذہ کو۔ آخر میں جب رخصت ہونے کا وقت آیا تو سید علی بھائی کے ساتھ جوان کے خاص رفیق میں سے تھے۔ نیچے تک چھوڑنے کے لیے آئے۔

وقت رخصت جو جملہ کہا تھا، وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ اور زندگی بھر یاد رہے گا، وہ جملہ یہ تھا کہ مولانا صاحب خدمت میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف کیجئے گا۔ بظاہر یہ ایک سادہ سا جملہ تھا، لیکن میرے دل میں گھر کر گیا تھا، اس لئے کہ ان کے مقابلے میں میری حیثیت ہی کیا تھی، وہ جس دارالعلوم کے صدر اعلیٰ تھے، میں اس کا ایک مدرس محض تھا۔ وہ جس پایہ کے مشہور عالم دین تھے، اس کے مقابلے میں میں بہت چھوٹا تھا۔ لیکن نہیں یہ ان کا بڑکپن تھا، ان کا انکسار تھا، اس جملے سے دارالعلوم کے اساتذہ کے ساتھ ان کی محبت جھلکتی تھی، ان کے اندر دو ایک خوبیاں نہیں تھیں کہ جن کو شمار کرایا جائے، متعدد خوبیاں تھیں۔ ابھی بھی دل ماننے کو تیار نہیں ہو رہا ہے۔ کہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے اس لیے تسلیم کرنا ہی ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ خصوصیت کے ساتھ معین المشائخ حضرت سید معین میاں صاحب قبلہ، شفیق ملت حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن صاحب قبلہ، حضرت مولانا عرفان علیمی صاحب قبلہ، سید علی بھائی اور جملہ متعلقین ومحبین۔

تأثرات

معین العلماء ایک مخلص قائد

از: شہزادۂ قمر العلماء حضرت مولانا **جامی قمر** علیمی اشرفی ازہری صاحب

کل سر شام ہی سے اطمینان وسکون، مسرت وشادمانی، اور فرحت وانبساط کی پر کیف فضائیں میرے وجود کومس کرنے لگی تھیں، جس سے قرآن سنانے میں عرق ریزی، جاں فشانی اور جاں سوزی کا تقریباً ایک مہینہ تک جو مظاہرہ کرنا پڑا تھا، اب رفتہ رفتہ راحت واطمینان کی لمبی لمبی سانسوں کی صورت میں اس کا کفارہ ادا ہونے لگا تھا۔

مگر ماریشش کے وقت سے رات کے تقریباً ۱۱ بجے جوں ہی میری نظر میسج کے اس جملے پر پڑی کہ معین العلماء سابق صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی حضرت علامہ محمد معین الحق علیمی مالک حقیقی سے جا ملے۔یقین کریں کہ ہر سو اندھیرا سا چھا گیا، ہنستا کھیلتا دل پژمردہ ہوگیا، ہشاش بشاش روح مضمحل ہوگئی، پورا جسم حزن والم کی وادی میں بھٹکنے لگا، اور زبان ودل پہ بے ساختہ یہ مصرعہ گردش کرنے لگا۔ع

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کو عروج وترقی دینے میں معین العلماء کا بہت اہم کردار رہا ہے۔دار العلوم کی تعمیر وترقی وتوسیع، تعلیمی نظم ونسق میں عمدگی اور طلبا کے قیام وطعام میں بہتری کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔طلبا سے بے انتہا محبت اور خلوص للّٰہیت کے ساتھ ملاقات فرماتے تھے، وہ طبیعتاً نہایت منکسر المزاج، شگفتہ افکار وخیال، سادہ مزاج اور طلیق الوجہ تھے، ہر ایک سے خلوص ومحبت کی ردائیں پھیلا کر ملا کرتے تھے، خواہ اجنبی ہو یا شناسا ہو۔

میرے والد محترم حضور شیخ الحدیث حضرت علامہ قمر عالم قادری صاحب حفظہ اللہ پر بھی حضرت کے بے شمار احسانات رہے ہیں، جس کو ہم کبھی بھول نہیں سکتے۔اللہ رب العزت حضرت کی بے حساب مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین

تأثرات

شان علیمیہ

از: حافظ **نعمان رضا علیمی** جمداوی
متعلم درجۂ فضیلت، جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی

شان علیمیہ، فخر اشرفیہ حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ کی شخصیت کا اندازہ لگا پانا ہم جیسوں کے بس میں نہیں ہے، لیکن معین العلماء کے بارے میں مجھ ناچیز کی فکر یہ کہنے پر مجبور کر رہی ہے کہ اگر علیمیہ کو دو قائد نہ ملتے تو آج علیمیہ بھی اور اداروں کی طرح ہوتا۔

آج جامعہ علیمیہ جمدا شاہی تعمیر و ترقی کی جس منزل پر فائز ہے، اور مدارس اہل سنت میں جو نمایاں مقام رکھتا ہے وہ انہیں دونوں ہستیوں کے دم قدم سے ہے۔ آج علیمیہ میں جو گلابی رنگت اور بہار نظر آ رہی ہے، بلا شبہ اس میں حضور شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ اور معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ کا خون جگر شامل ہے، ان دونوں شخصیتوں نے جامعہ علیمیہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، دونوں پاک ہستیوں کا خواب تھا کہ دارالعلوم، جامعہ علیمیہ بنے، الحمد للہ ان کا یہ عظیم خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا نظر آ رہا ہے، ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب جامعہ علیمیہ جمدا شاہی جامعات کی دنیا میں ایک معتبر اور قابل قدر نام ہوگا۔

علیمیہ جمدا شاہی کو بام عروج تک پہونچانے کے لیے معین العلما نے بڑی قربانیاں دی ہیں، آپ کی بے لوث قربانیوں کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی بے مثال قربانیوں کا پوری جماعت علیمیہ سے لازمی تقاضا ہے کہ ہم سب حضرت کے خواب کی تکمیل کریں، اور علیمیہ کے لیے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیں، ان شاء اللہ علیمیہ اسی شان و شوکت کے ساتھ رواں دواں رہے گا۔ ہماری خوش بختی ہے کہ علیمیہ کی باگ ڈور ایسی مایہ ناز شخصیت کے ہاتھ میں ہے، جو عمدہ فکر کا متحمل ہونے کے ساتھ حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے آہنی عزم کا عکس جمیل ہے، میری مراد جامعہ علیمیہ کے صدر المدرسین مفکر اسلام ماہر رضویات علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی صاحب قبلہ حفظہ اللہ کی ذات بابرکات ہے۔

حضور ڈاکٹر صاحب قبلہ ایسی خوبیوں کے مالک ہیں جو کسی ذرے کو آفتاب بنا سکتی ہیں، بس ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور ڈاکٹر صاحب قبلہ کی آواز جب جب ہمارے کانوں سے ٹکرائے تو ہم مکمل جوش و جذبے سے سرشار ہو کر علیمیہ کی تعمیر و ترقی کے نام پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں کود پڑیں۔

جب ہماری یہ فکر ہو جائے گی تو ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ ہمارا مادر علمی ہندوستان کے جامعات میں نمایاں مقام حاصل کرے گا۔ اخیر میں اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ہمارے ان دو عظیم محسنوں کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اساتذہ علیمیہ کی حفاظت و صیانت فرمائے اور ان کے سایہ کو ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

تأثرات

اظہار تعزیت

معین العلماء حضرت علامہ محمد معین الحق علیمی صاحب قدس سرہ کی وفات کی خبر سن کر دلی تکلیف ہوئی، علامہ موصوف نے پوری زندگی خدمت دین میں گزاری، ممبئی میں رہتے ہوئے جمد اشاہی کو اپنا گھر سمجھا اور علیمیہ جمد اشاہی کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا، غم کی اس گھڑی میں ان کے اہل خانہ کے ساتھ ہیں اور رب العزت کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔

یقینا آپ کی رحلت ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خسارہ ہے، بالخصوص جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے لیے، اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے صدقہ میں آپ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

سوگوار:

(سیٹھ) **عبدالمجید رضوی** جمد اشاہی، بستی، مقیم حال کرلا، ممبئی

(سیٹھ) **رضوان احمد** و جملہ اہل خانہ

(سیٹھ) **ابرار احمد** جمد اشاہی، مقیم ممبئی

تأثرات

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

الحاج وصی الدین نورانی
الحاج شہنشاہ حسین برکاتی وجملہ برادران

تمام تعریفیں اس خداوند قدوس کے لئے ہیں جو موت وزندگی کا خالق ہے، بے شک ہم اسی کے ہیں اور بے شک اسی کی طرف ہم پلٹنے والے ہیں، جو دیا اسی کا ہے، اور اسی کا ہے جو اس نے واپس لیا۔

جماعت اہل سنت کے بلند قامت عالم دین اور جماعت علیمیہ کے سرخیل وروح رواں اور امیر کارواں حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ جیسے جامع صفات افراد اس دور میں بہت کم ہیں، اللہ تعالی نے ہمارے حضرت مرحوم ومغفور کو حکمت ودانائی اور قیادت کی بے مثال صلاحیت سے نوازا تھا، آپ نے اپنی عمر کا بڑا حصہ دار العلوم علیمیہ جمدا کی تعمیر وترقی کی کوششوں میں صرف کر دیا، آج دار العلوم علیمیہ جس مقام پر فائز ہے اس میں آپ کا ناقابل فراموش مثالی کردار ہر منصف مزاج پر ظاہر وباہر ہے۔

ہم برادران کو حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، بڑا گہرا اور مخلصانہ لگاؤ تھا، حضرت بھی ہم بھائیوں پر کافی شفقت وعنایت فرماتے تھے اور حد درجہ اعتماد کرتے تھے۔ موقع بموقع دار العلوم علیمیہ کی تعمیر وترقی کے لئے ہم لوگوں سے رابطہ کرتے، رائے مشورہ کرتے اور ہمت وحوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے، ہم بھائیوں کو بھی دار العلوم کے حوالے سے کچھ بھی سمجھنا ہوتا تو حضرت سے رابطہ کرتے اور آپ ہمیشہ بڑی توجہ اور انتہائی خلوص کے ساتھ بہترین انداز میں اطمینان بخش رہنمائی فرماتے۔ آج جب کہ وہ ہمارے بیچ نہ رہے ان کے ساتھ بیتا ایک ایک لمحہ یاد آتا ہے، ان کی ایک ایک بات ذہن کے پردے پر ابھر ابھر کر سامنے آتی ہے، اور فکر ونظر کو مہمیز دیتی ہے۔ دار العلوم علیمیہ کے تئیں ان کا اخلاص اور ان کی سوچ وفکر ہم سب کے لئے قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

ہم ان شاء اللہ تعالی حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے اور ان کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پرعزم ہیں۔ اور جماعت علیمیہ سے وابستہ سبھی حضرات سے ہماری پرخلوص اپیل ہے کہ اپنے پرکھوں اور اگلوں کے لگائے ہوئے علمی ودینی چمن کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے ہر قیمت پر کمربستہ رہیں، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ آج جو کچھ بھی ہماری قدر وقیمت، عزت وشہرت ہے وہ دار العلوم علیمیہ جمدا کی برکت ہے۔ اور حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کا خاص فیضان ہے۔

ہم غریبوں کو عزت تمہیں سے ملی
ہم تھے گمنام شہرت تمہیں سے ملی

علم و دانش کی دولت تمہیں سے ملی
پھر فدا تم پہ کیوں نہ کریں جان وتن
اے علیمی چمن اے علیمی چمن
موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

حضرت علامہ مولانا محمد معین الحق علیمی صاحب کے انتقال پر ہم سب بھائیوں کو کافی دکھ ہوا۔آپ ہر چار چھ روز میں مجھ سے فون پر گفتگو کرتے ، دارالعلوم علیمیہ کے سلسلے میں ہمیشہ مجھ سے مشورے کرتے تھے۔ان کی ہم لوگوں پر بے پناہ شفقتیں تھیں اور ہمیشہ میرے لیے اور میرے تمام بھائیوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تاریخ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب تقریباً تمام لوگوں نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا میں اس وقت بھی علیمی صاحب کے ساتھ میں رہا،لوگ برملا یہ کہتے تھے کہ یہ شخص ان سے کسی قیمت نہیں ہٹے گا۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں میرے ساتھ تشریف لے گئے ، وہاں ہم لوگوں کے ذریعہ کرائے جانے والے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔جمدا شاہی میں نورانی مسجد کی تعمیر کے حوالے سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اس مسجد کی تعمیر نہیں رکنی چاہیے، کیوں کہ یہ پیر صاحب قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے۔

مفسر قرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ اور مولانا علیمی صاحب کا یہ خواب تھا کہ دارالعلوم علیمیہ ''جامعہ علیمیہ'' بنے۔ان شاء اللہ ہم سب مل کر اس منصوبے کو آگے بڑھائیں گے۔آپ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے پانچ سال اور مل جائیں تو علیمیہ کے لیے بہت کچھ کرنے کا ارادہ ہے،لیکن ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے،اللہ کی مرضی کے آگے کسی کی کوئی تدبیر کام نہیں آتی ۔مجھے اور میرے تمام بھائیوں کو حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال پر بہت بڑا دھچکا لگا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے اور ہم سب کو ان کے مشن کو مکمل کرنے کی توفیق بخشے۔ہم اس غم کی گھڑی میں ان کے اہل وعیال اور عزیز واقارب بالخصوص مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمن علیمی مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔اوران کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اوران کی دینی خدمات کو قبول فرمائے ،اور ہم سب کو دارالعلوم علیمیہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق بخشے،آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

تأثرات

وفات حسرت آیات

عالی جناب **مشاھد رضا** صاحب
مینجر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

حضرت علامہ معین الحق علیمی تغمدہ اللہ بغفرانہ کا وصال پر ملال نہایت تکلیف دہ ہے، آپ کی ذات بابرکات علم دوست اور علما نواز تھی، ہمیشہ علیمیہ کی فلاح وبہبود کے لیے تگ ودو کرتے رہے اور پوری زندگی حضور مبلغ اسلام کی یادگار جامعہ علیمیہ کے لیے وقف کردی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔رمضان المبارک کے مبارک مہینے میں آپ کی وفات آپ کی دینی خدمات کا صلہ ہے۔اللہ کی بارگاہ میں آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔غم کی اس گھڑی میں ہم آپ کے پس ماندگان کے ساتھ کھڑے ہیں۔

تاثر

محمد اسلام اللہ عزیزی
خانقاہ حافظ ملت وخانقاہ محفل فیض حافظ ملت، ماہم شریف ممبئی

برادران اسلام، اہل سنت و جماعت کے نونہالو، بالخصوص مصباحی برادران!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انتہائی غم واندوہ کے ساتھ، انتہائی افسوس کے ساتھ یہ آپ کو اطلاع پہنچا رہا ہوں کہ ہماری جماعت کے ایک عظیم عالم دین الحاج معین الحق علیمی صاحب رحمہ اللہ، مالک علیمی دربار ہوٹل مصطفی بازار ممبئی ہاسپٹل میں زیر علاج تھے، آج ان کا ایک گھنٹہ پہلے انتقال پرملال ہوگیا ہے، اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

ہمارے علمائے کرام کی جماعت میں سے ایک عظیم شخصیت کا خلا ہوگیا جس کا پر ہونا مشکل نظر آرہا ہے۔ پروردگار عالم ان کو غریق رحمت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ حافظ ملت اور اشرفیہ سے بھی ان کا ہمیشہ سے ان کے والد صاحب کے زمانے سے تعلق رہا ہے، اور معاون رہے ہیں۔

تأثرات

تعزیت

حضرت علامہ مفتی **شمس الھدیٰ مصباحی** صاحب قبلہ
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آہ! افسوس اہل سنت وجماعت کا ایک مرد قلندر، ایک قیمتی سرمایہ ہم سے رخصت ہوگیا، جسے دنیا علیمی صاحب علیمی صاحب کہتی تھی۔ حضرت علامہ معین الحق علیمی جنہوں نے اہل سنت وجماعت کے ایک نہیں کئی ایک کارنامے سرانجام دیے ہیں، اس میں سب سے نمایاں کارنامہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی ہے۔ حضرت کی بے لوث خدمات اور خود ہم سے ان کی محبت کہ جب بھی مبارک پور تشریف لاتے میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے، آرام کرتے، مشاورت کرتے، خلیل آباد تشریف لاتے، خود جمدا شاہی مجھ کو متعدد بار اہم اہم معاملات میں بلاکر وہاں مشورہ کیا۔ دارالعلوم علیمیہ کے فروغ وارتقا میں کوئی معاملہ پیش آیا تو پرسنل مشورہ کرتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اپنے خصوصی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ میں حضرت کے گھر کے جملہ افراد کو، ان کے عزیز و اقارب کو اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے تعزیت پیش کرتا ہوں۔ میں تمام علمائے اہل سنت، حفاظ اہل سنت، قرّاے اہل سنت اور عوام اہل سنت سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت کی روح کو ایصال ثواب کی خاطر زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت، کلمات خیر کا ورد کر کے ایصال ثواب فرمائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل دے اور ہماری جماعت کے جملہ افراد کو صبر دے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تأثرات

تعزیت

از: مبلغ اسلام حضرت علامہ **محمد شاکر علی نوری** صاحب دامت برکاتہم القدسیہ
سربراہ سنی دعوت اسلامی ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یقینا برادران اہل سنت اور علماے اہل سنت کو یہ جان کر بے پناہ افسوس ہوگا کہ ممبئی کی سرزمین پر رہتے ہوئے جو دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی اور اس کے علاوہ ممبئی کی سنیت اور ممبئی کے جملہ تنظیموں کے لیے بھرپور ساتھ، شفقتیں اور مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ خاص طور پر سنی دعوت اسلامی کے اجتماع میں شریک رہے اور الحمد للہ رب العالمین تحریک کا انہوں نے بھرپور ساتھ دیا، آج وہ عظیم انسان، عظیم محسن، عظیم کرم فرما حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب ہمارے درمیان نہیں رہے، تھوڑی دیر پہلے ان کے وصال کی خبر جیسے ہی میں نے پڑھی تو بے پناہ افسوس ہوا، اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، اور پروردگار جل جلالہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی بے پناہ خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر ان کے لیے درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔

انہوں نے قائد اہل سنت اور حضور مبلغ اسلام علیھما الرحمۃ کے لیے اور ان کے مشن اور دعوتی زندگی کے حوالے سے ان کے نقش قدم پہ چلنے کی بھرپور کوشش کی یقینا وہ قابل تحسین اور قابل تقلید بھی ہے، انہوں نے اپنا آئیڈیل اور رہنما خاص طور پر حضور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی فکر کو بنایا اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی بھرپور کوشش کی، جس طرح سے وہ جملہ علماے اہل سنت وتحریکات اہل سنت کا تعاون کرتے تھے۔ اسی طریقے سے حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب بھی تعاون کرتے رہے۔ اور سب کے ساتھ انہوں نے اپنی دیرینہ روایت کو زندہ رکھنے کی کوشش کی۔

اللہ تعالیٰ آقائے کریم کے صدقے وطفیل آج کی لیلۃ القدر طاق رات انتیسویں شب کے صدقہ وطفیل پروردگار جل جلالہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائے۔

میں تمام سنی مسلمانوں سے مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ ان کے ایصال ثواب کے لیے جس طریقے سے ممکن ہو اہتمام کرنے کی اپنے لیول پر کوشش کریں، ان شاء اللہ ہم بھی کل سنی دعوت اسلامی کے پروگرام کے اندر جو Zoom کے ذریعہ پوری دنیا میں نشر ہوگا ان شاء اللہ ان کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تأثرات

تعزیت نامہ

از: سراج الفقہاء حضرت علامہ مفتی **نظام الدین** قادری رضوی صاحب حفظہ اللہ
صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور

میں محمد نظام الدین قادری رضوی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی بڑے دکھ کے ساتھ یہ بات عرض کرر ہا ہوں کہ آج شب تقریبا ساڑھے بارہ بجے میرے بڑے دیرینہ رفیق حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی صاحب اللہ کے پیارے ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم ایک جید عالم باعمل تھے، بڑے مہمان نواز اور ملنسار تھے۔ ارباب جامعہ اشرفیہ سے ان کے گھرانے کا دیرینہ تعلق رہا ہے۔ مولانا غالباً 1978ء میں جامعہ اشرفیہ سے فارغ ہوئے۔ پیشہ تو تجارت کا بنایا لیکن زندگی پوری دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی خدمت میں گزاری۔ بڑے مقدس ہیں وہ لوگ اور بڑے پیارے ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم دین کی سعادت نصیب فرمائی اور انہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت علم دین اور نشر واشاعت علم دین میں گزار دی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمت علم کو قبول فرمائے۔

مولانا بڑے کریم تھے، لوگ وہاں جاتے تھے وہ سب کا خیال فرماتے تھے۔ کئی ایک انہوں نے دینی وعلمی تصنیفی کام بھی کیے اور کرائے، ان کی خدمت ان شاء اللہ یادگار رہے گی۔ آج ان کے فراق پر میری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں خاص مقام عطا فرمائے، آسائش جنت سے سرفراز فرمائے۔ ان کے صاحب زادگان اور اولاد، قرابت دار، حضرت مولانا مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی صاحب، دوسرے احباب اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ ان کی رحلت پر صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔

ان للہ ما أخذ، و له ما أعطی، و کل شئی عندہ بأجل مسمی۔ میں اپنے احباب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ حضرات قرآن کریم کی تلاوت کر کے آج ان کی روح کو ایصال ثواب کریں۔ یہ آپ کی طرف سے ان کے لیے ایک پیارا اور مقبول نذرانہ ہوگا۔ موت تو آنی ہی ہے لیکن رمضان شریف کی موت اور انتیسویں شبِ رمضان کی موت جو شب، شب قدر بھی ہوسکتی ہے، بڑی عزت وسعادت کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عزت وسعادت سے شرف یاب فرمایا، آخرت میں بھی اس کی برکتوں سے سرفراز فرمائے۔ السلام علیکم۔

تأثرات

موت العالم موت العالم

مولانا **محمد ارشاد عالم نوری** صاحب

بھیرہواں روپندیہی، نیپال

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ سن کر بے حد رنجیدہ ہوں کہ آج حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ سابق صدر اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کا انتقال ہوگیا، یقینا معین العلما کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ علامہ موصوف نے مادر علمی جامعہ علیمیہ کے لیے جو قربانی دی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی جامعہ علیمیہ کی تعمیر وترقی میں صرف کردی، ممبئی میں رہ کر بھی مادر علمی کا جس طرح آپ نے خیال کیا ہے ایسا دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تأثرات

آہ! محسن العلماء نہ رہے

مولانا **سعید الرحمٰن علیمی** صاحب

جمدا شاہی، بستی

آج مورخہ 22 مئی 2020ء شب میں بارہ بج کر تیس منٹ پر یہ اندوہ ناک خبر سن کر دل کو بہت صدمہ پہنچا کہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے ایک عظیم محسن، معین العلما ہمارے درمیان نہیں رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت معین العلماء ایک متدین اور دین وسنیت اور قوم کا درد رکھنے والے عالم دین تھے۔ آپ کے دینی، دعوتی، اور تعمیری خدمات کا دائرہ بہت وسیع وعریض ہے۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کو ترقی تک پہونچانے میں حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ نے تن من دھن کی بازی لگادی، آج جو دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تعلیم اور اس کی تعمیر وترقی کا شہرہ آفاق عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ حضرت معین العلماء کی محنت وکاوش اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ علیمیہ کی خدمت کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

بلاشبہ حضرت مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ اپنے پیر ومرشد قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے مشن کے سچے علم بردار تھے۔ اور پوری زندگی ان کے نورانی مشن اور نقش قدم پر چلنے کی سعی جمیل فرماتے رہے۔ حضرت کا ہمارے درمیان سے اچانک اس طرح رخصت ہوجانا، دنیائے سنیت اور بالخصوص دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے لیے ایک عظیم خسارہ اور خلا ہے، ایسا خلا ہے جس کا پر ہونا محال تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے۔

رب قدیر سے دعا ہے کہ دارالعلوم علیمیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تأثرات

تاثر

مولانا **شکیل الرحمٰن نظامی مصباحی** صاحب
خادم جامعہ حنفیہ رحمت گنج، بستی

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

29 رمضان المبارک 1441ھ کی شب سحری کے وقت یہ جاں کاہ خبر ملی کہ حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب سابق صدر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کا انتقال ہوگیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، ان شاء اللہ رمضان المبارک کی ایسی مبارک شب میں وفات ان کی مغفرت کا ذریعہ ہے۔

آپ خوش مزاج، خوش اخلاق، اور منکسر المزاج کے ساتھ ملنسار تھے۔سنیت کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے۔علیمیہ کو بام عروج تک پہونچانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے وطفیل ان کی مغفرت فرمائے۔ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

تأثرات

علیمی صاحب کا وصال ایک عظیم سانحہ

پروفیسر **سعید احسن** قادری مرحوم، پونہ

سحری کے لیے بیدار ہوا اور موبائل پر نظر ڈالتے ہوئے یہ افسوس ناک خبر نظروں کے سامنے آئی کہ حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب ہم سے جدا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ملت کا ایک ایسا شخص جس کے ویژن اور دور اندیشی نے دارالعلوم علیمیہ کو زمین سے آسمان پر پہونچا دیا۔ ہم نے اپنے مشاہدہ میں جو پایا کہ جن جامعات میں اغیار ہی کا نام آتا تھا، وہاں علیمی طلبہ نے اپنی جگہ بنائی اور اہل سنت وجماعت کی آبرو بن کر سامنے آئے۔ اور یہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بغداد تک نظر آنے لگے۔ یہ علیمی صاحب ہی کی کوشش اور دور اندیشی کا نتیجہ ہے۔ ایک تاجرانہ زندگی گزارنے کے ساتھ ہی ساتھ ملت ومسلک کا درد ان کی آنکھوں سے جھلکتا تھا، شفقت ومحبت کا آبشار ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگیا، مگر ایک بامقصد اور مفید کردار انمٹ نقوش چھوڑ گئے۔

عرس علیمی کا انعقاد، مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی خدمت کا تعارف علیمی صاحب کا طرۂ امتیاز تھا۔ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے موصوف کے درجات بلند فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

تأثرات

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ

از: حضرت مولانا حافظ **محفوظ الرحمٰن** صاحب
جمدا شاہی، مقیم حال ممبرا، ممبئی

حضرت علامہ معین الحق صاحب علیمی علیہ الرحمہ کی وفات حسرت آیات نے قلب وجگر کو پارہ پارہ کر دیا ہے، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ان کے بارے میں کیا کہوں کیا لکھوں۔

وہ میرے رشتہ دار تھے، میرے محسن وقائد تھے، آج علیمیہ ترقی کا آسمان چھو رہا ہے یہ سب ان کی محنت ومشقت کا نتیجہ ہے، وہ صحیح معنوں میں معین العلماء تھے، علما کا ادب، ان کا احترام، ان کی ضیافت وعزت ان سب اوصاف جمیلہ سے ان کی ذات بابرکات آراستہ و پیراستہ تھی، آپ کی پوری زندگی ایک بہترین منتظم، بے مثال مدبر اور مذہبی ومسلکی قائد کی حیثیت سے بسر ہوئی، آپ نے حضور مبلغ اسلام اور قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی صدیقی علیہما الرحمہ کے مشن کا پرچم پورے بھارت ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں بلند کیا، انڈیا میں تو وہ واحد عالم دین تھے جو مبلغ اسلام کے مشن کی تحریک کے داعی وعلم بردار تھے۔

ان سے میرے بڑے گہرے مراسم تھے، ہر اہم کام میں مجھے شامل رکھنے کی کوشش فرماتے اور پوری زندگی مجھ پر محبت وعنایت کے پھول برساتے رہے۔مولی تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اوران کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین۔

تأثرات

گلشن کی فضا صدیوں مجھے یاد کرے گی

جناب **حبیب الرحمٰن** نورانی علیمی صاحب
مالک علیمی کتب خانہ جمدا شاہی، بستی

دنیا میں ہر دن لاکھوں لوگ مرتے ہیں، ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے انتقال پر ایک فرد ہی آنسو بہانے والا ہوتا ہے، کچھ کے انتقال پر صرف ان کے عزیز واقارب اور مخصوص لوگ ہی آنسو بہاتے ہیں، مگر کچھ لوگ ایسے بھی جانے والے ہیں جو اپنے پیچھے روتی بلکتی ایک ایسی دنیا چھوڑ جاتے ہیں جو نہ صرف ان کے لیے آنسو بہاتی ہے بلکہ ان سے بچھڑنے کا غم اسے صدیوں ستا تا رہتا ہے، انہیں میں سے ایک شخصیت مخیر قوم وملت، معین العلماء حضرت علامہ معین الحق صاحب علیمی مصباحی نور اللہ مرقدہ کی تھی، جنھوں نے ایک عرصہ دراز تک دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے منصب صدارت پر فائز رہ کر اسے بام عروج تک پہونچانے میں کلیدی کردار ادا کیا، جس کی وجہ سے ان کی ذات کو علیمیہ کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم ستون تصور کیا جاتا تھا، ان کی ذات علیمیہ کی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس کے بغیر اس کی تاریخ نامکمل تصور کی جائے گی۔آپ جب بھی ممبئی سے جمدا شاہی تشریف لاتے تھے سب سے پہلے آپ دار العلوم میں تشریف لے جاتے اور حضور صدر المدرسین علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ سابق پرنسپل دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی اور دیگر اساتذۂ کرام کے پاس کافی وقت بتاتے۔

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کو عروج وارتقا کی منزل تک پہونچانے میں جو قربانیاں معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی نے پیش کی ہیں، بظاہر مستقبل قریب میں ایسا کوئی نظر نہیں آرہا ہے جو ان کی جگہ لے سکے، ان کے انتقال سے جہاں دنیائے سنیت کو عظیم خسارہ ہوا وہیں دار العلوم علیمیہ کو نا قابل تلافی نقصان ہوا۔ رب کریم جل جلالہ اپنے حبیب صاحب لولاک ﷺ کے صدقے میں مولانا مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے، ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور دار العلوم علیمیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین!

مقالات

مقالات

معین العلماء: مختصر تعارف

از: **محمد طیب علیمی**
جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی

نام و نسب:

معین الحق بن سیٹھ شمس الحق علیمی بن باب اللہ بن عبدالرحیم علیہم الرحمہ

مولد و مسکن:

آپ کی جائے پیدائش آپ کا آبائی وطن جمدا شاہی ضلع بستی، یوپی، انڈیا ہے۔ ۱۵؍ مارچ ۱۹۵۹ء کو ولادت باسعادت ہوئی، بچپن جمدا شاہی میں گزرا، بعدہ سنت ساوتا مارگ، مصطفی بازار، مجگاؤں، بائکلہ، ایسٹ ممبئی میں اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے ساتھ مقیم ہو گئے، لیکن جمدا شاہی میں آنا جانا لگا رہا۔

تعلیم و تربیت:

پرائمری اور ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ علیمیہ عربیہ جمدا شاہی میں ہوئی، ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں داخلہ لیا، جہاں شرح جامی تک تعلیم حاصل کی، ۱۹۷۴ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور گئے، اور وہاں کے جید اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے ہوئے درس نظامی کورس اور فنون متداولہ کی تکمیل کی۔

سن فراغت:

آپ ۲۸ بتاریخ ؍ اپریل ۱۹۷۹ء جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں عرس عزیزی کے موقع پر ملک وملت کے اکابر علما و مشائخ کے مقدس ہاتھوں خلعت دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اساتذۂ کرام:

(مدرسہ علیمیہ عربیہ جمدا شاہی)

جناب منشی غریب اللہ مرحوم

حضرت مولانا عبد الشکور گیا، بہار

(دار العلوم محمدیہ ممبئی)

اشرف العلماء حضرت علامہ سید حامد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ شمیم اشرف ازہری علیہ الرحمہ

حضرت علامہ ظہیر الدین خان دام ظلہ

(جامعہ اشرفیہ)

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ

شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ

شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ

محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم

رئیس القلم حضرت علامہ یٰسٓ اختر مصباحی دامت برکاتہم

محدث جلیل حضرت علامہ عبد الشکور دامت برکاتہم

ادیب اہل سنت حضرت علامہ افتخار احمد اعظمی دامت برکاتہم

خاص رفقائے درس:

حضرت علامہ ڈاکٹر غلام یحیی انجم مصباحی، صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، دہلی

حضرت علامہ مفتی محمد حنیف خان رضوی، صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

حضرت علامہ قمر الحسن قمر بستوی، ہیوسٹن امریکہ

حضرت علامہ بخش اللہ صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ روناہی، آیودھیا (فیض آباد)

حضرت علامہ قاری صغیر احمد جوکھنپوری، بانی و مہتمم جامعہ قادریہ رچھا ریلوے اسٹیشن بریلی شریف

حضرت علامہ مجاہد حسین حبیبی دار العلوم غریب نواز، الہ آباد

مشغلہ:

مبارک پور سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر شریف قاہرہ، مصر جانے کا ارادہ تھا، لیکن ناسازگار حالات کی بنا پر سفر منسوخ ہو گیا، ہوا یوں کہ آپ کے والد ماجد مجاہد سنیت عالی جناب سیٹھ شمس الحق علیمیؔ مرحوم جو دارالعلوم علیمیہ کے بانی و سربراہ، اور بڑے تجارت پیشہ آدمی تھے، اچانک ایک ٹریفک حادثے میں انتقال کر گئے، اس لیے آپ کو مجبوراً تعلیمی سلسلہ موقوف کر کے ان کا کاروبار سنبھالنا پڑا، نیز ذمہ داران کی صوابدید کے مطابق دارالعلوم علیمیہ کی سربراہی بھی آپ کے حوالے کر دی گئی۔

چنانچہ بنیادی طور پر ساری زندگی آپ انہیں دو اہم ذمہ داریوں میں منہمک رہے۔ اپنے موروثی ذریعۂ معاش ہوٹل کے کاروبار وغیرہ پر توجہ دیتے ہوئے اسے کافی ترقی دی، اور دارالعلوم علیمیہ کو بام عروج تک پہونچانے کے لیے رات دن ایک کئے رہے۔ آج دارالعلوم علیمیہ جس مقام پر فائز ہے اس میں آپ کی بے لوث قربانیوں کا بڑا اہم کردار ہے۔

اوصاف جمیلہ:

آپ نیک صورت، نیک سیرت، خوش گفتار، اعلیٰ کردار، لطافت، نظافت، نفاست، حلم و وقار اور متانت و سنجیدگی جیسے پاکیزہ اوصاف کے حامل تھے۔ ایسے خلیق و ملنسار، پیکر اخلاص و وفا شعار اور خوش طبعی و ظرافت کے تاجور تھے، کہ آپ سے ایک دو بار ملنے والا آپ سے بالکل مانوس و متاثر اور آپ کی مجلسوں کا دلدادہ ہو جاتا تھا۔ رحم دلی، سخاوت، عفو و درگزر، خرد نوازی، چھوٹے بڑے کا لحاظ، آپ کا نمایاں وصف تھا۔

اہم کارنامے:

(۱) دارالعلوم علیمیہ کی عظیم الشان تعمیراتی و ترقیاتی خدمات

(۲) عمدہ اور باصلاحیت اساتذہ کا انتخاب

(۳) ممبئی میں علیمی آفس کا قیام

(۴) ملک و بیرون ملک کی یونیورسٹیوں سے دارالعلوم علیمیہ کی اسناد کا معادلہ

(۵) شعبہ نشر و اشاعت کا استحکام

(۶) دارالعلوم علیمیہ نسواں کا قیام

(۷) القصر النورانی کی تعمیر

(۸) نورانی مسجد کی تعمیر جدید

(۹) علیمی لائبریری کی ترقی

(۱۰) تدریسی ٹریننگ کا قیام

(۱۱) ماہ نامہ پیام حرم کا اجرا

(۱۲) ۲۰۰۹ء جشن زریں اور عالمی سیمینار و کانفرنس کا انعقاد

(۱۳) مبلغ اسلام نمبر کی اشاعت

اعزازات و مناصب:

(۱) صدر اعلیٰ مجلس منتظمہ دار العلوم علیمیہ

(۲) رکن ماہ نامہ الحجاز جدید دہلی

(۳) سرپرست ''المجمع النورانی'' دار العلوم علیمیہ

(۴) سرپرست عربی سال نامہ ''الشباب الاسلامی'' دار العلوم علیمیہ

(۵) سرپرست عربی ماہ نامہ ''الصوت الاسلامی'' دار العلوم علیمیہ

(۶) سرپرست عربی سال نامہ ''العلیم'' دار العلوم علیمیہ

(۷) پروپرائٹر ماہ نامہ ''پیام حرم'' دار العلوم علیمیہ

(۸) سرپرست علیمی مومنٹ ممبئی

(۹) سرپرست مبلغ اسلام ریسرچ سنٹر

(۱۰) صدر ورلڈ اسلامک مشن انڈیا

(۱۱) معاون خاص جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بیعت و ارادت:

آپ کو خلیفۂ اعلیٰ حضرت عالمی مبلغ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مدنی علیہ الرحمہ کے فرزند گرامی امام انقلاب قائد سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل تھا۔

اجازت و خلافت:

آپ کو جانشین محدث اعظم، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم سے سلسلہ

اشرفیہ کی خلافت اوراوراد ووظائف نیز قادریہ اور چشتیہ کے تمام سلاسل کی اجازت اور پیر طریقت حضرت علامہ سید محمد محمود اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی دامت برکاتہم سے سلسلہ چشتیہ اشرفیہ، قادریہ اشرفیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ منوریہ معمریہ کی خاص اجازت و خلافت کا گراں قدر تحفہ حاصل تھا۔

حج بیت اللّٰہ:

۲۰۰۶ء میں اہلیہ محترمہ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور حرمین شریفین کی زیارت سے شادکام ہوئے۔

عمرہ:

متعدد بار بہ نیت عمرہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔

عالمی اسفار:

کراچی پاکستان اپنے پیرومرشد حضور قائد ملت کی زیارت کے لئے متعدد بار گئے، آخری سفر ان کے فاتحہ چہلم کے موقع پر ۲۰۰۴ء میں ہوا۔

ایران حکومتی دعوت پر دو مرتبہ آپ نے ایران کا دورہ کیا اور بہت سارے تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں کے ساتھ میٹنگوں میں شرکت کی اور وہاں کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔

کئی بار ہالینڈ گئے، دو بار ممباسہ کینیا جانا ہوا، علاوہ ازیں ماریشس، ساوتھ افریقہ اور بلجیم بھی تشریف لے گئے۔

سیمینار و کانفرنس میں شرکت:

بحیثیت صدر علیمیہ مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر مذہبی اور سماجی پروگراموں میں شرکت کی دعوت تو آتی مگر علالت پھر ہجوم مشاغل کے پیش نظر حتی الامکان شرکت نہ کرتے، البتہ اہم اور ضروری پروگرام میں ضرور شرکت کرتے، چناں چہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران شاخ حیدرآباد انڈیا کے زیراہتمام ''قرآن کانفرنس''، مالیگاوں میں انعقاد پذیر ''امام احمد رضا کانفرنس'' اور کئی بار مجلس شرعی مبارکپور کے تحت منعقد ہونے والے سالانہ فقہی سیمیناروں میں شرکت کی۔

سفر آخرت:

آپ نے مورخہ ۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق / ۲۲ مئی ۲۰۲۰ء رات تقریباً ساڑھے بارہ بجے دار فانی سے دار جاودانی کی طرف رخت سفر باندھا۔

مقالات

معین العلماء: کچھ یادیں کچھ باتیں

کمال احمد علیمی نظامی

جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی

یوں تو ہر ذی روح کو اس جہان فانی سے کوچ کرنا ہے، مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے، جن کی رحلت سے ایک خلا کا احساس ہوتا ہے اور دل کہتا ہے کہ انہیں ابھی نہیں جانا چاہیے تھا، دنیا کو ان کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ دنیا کی ہر قید و بند سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک حقیقی کی آغوش کرم میں پناہ لے لیتے ہیں۔

انہیں شخصیات میں معین العلماء، علامہ معین الحق علیمی صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ہیں، عرصہ دراز تک جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کا انتظامی چہرہ بن کر جس حسن و خوبی کے ساتھ حضرت نے منصب صدارت سنبھالا اس کی نظیر نہیں ملتی ہے، علیمیہ ہی ان کا گھر تھا، ان کے خوابوں کا تاج محل تھا، اور اس کی تعمیر و ترقی ان کی حیات مستعار کا نصب العین تھا، شاہانہ طرز زندگی اور رئیسانہ کروفر کا مالک انسان جب ممبئی سے جمدا شاہی آتا تو علیمیہ ہی میں قیام کرتا، کسی بوسیدہ کمرہ میں رہائش پذیر ہو کر موسم کے سرد و گرم حالات کو خندہ پیشانی سے جھیلتا، دن رات سولہ سولہ گھنٹے علیمیہ کی تعمیر و ترقی کے خواب بنتا، اور پھر اس خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے جان کی بازی لگا دیتا۔

ممبئی میں رمضان المبارک کے مہینے میں سخت بیمار ہونے کے باوجود رات دن چندہ اکٹھا کرتے، خود کروڑ پتی ہو کر علیمیہ کے لیے در در بھٹکتے، لوگوں کی ناز برداری کرتے، سیٹھوں کے نخرے اٹھاتے، پوری پوری رات جگ کر تحصیل کا کام کرتے، یہ سب اس لیے کرتے تا کہ علیمیہ شان و شوکت سے چلے، مبلغ اسلام کی یادگار سلامت رہے۔

علیمیہ کی جدید درس گاہی بلڈنگ ''القصر النورانی'' کا حسین گنبد آپ کے حسن ذوق کا پتہ دیتا ہے، اس عالی شان عمارت کی تاسیس سے لے کر تکمیل تعمیر تک آپ نے جس قدر جد و جہد کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے، الحاج وصی الدین صاحب، الحاج شہنشاہ صاحب، ان کے برادران و دیگر اہل خیر کو اس پر شکوہ عمارت کی تعمیر کے لیے مائل کرنا آپ ہی کا کام تھا، القصر النورانی جب

تک سطح ارض پر رہے گا آپ کی محنت ولگن کا خطبہ پڑھتا رہے گا۔

علیمیہ کے نظام تعلیم وتربیت میں بہتری کے لئے آپ نے بہتر سے بہتر افراد کا انتخاب کیا، کنبہ پروری کا خیال تک نہ کیا، یہی وجہ ہے کہ اتنے بڑے اسٹاف میں آپ کا کوئی سگا سنبندھی نہیں ہے، یہ آپ کا کمال اخلاص ہی تو ہے کہ مختار کل ہونے کے باوجود کبھی کسی نااہل کی نہ تو علیمیہ میں تقرری کی نہ کسی رشتے دار کے لیے سفارش کی۔

علیمیہ کے اساتذہ ہوں یا طلبہ سب سے حضرت محبت فرماتے، سب پر شفقت فرماتے، ممبئی میں کوئی استاذ یا طالب علم حضرت سے ملنے جاتا تو اس کو نہال کر دیتے، چاے پلاتے، کھانا کھلاتے، نذرانہ دیتے پھر رخصت کرتے۔

علیمیہ میں تشریف لاتے تو طلبہ کی میٹنگ بلاتے، حضرت علامہ پروفیسر غلام یحییٰ انجم صاحب دہلی کے ساتھ بیٹھ کر تنہائی میں طلبہ سے ان کی تعلیمی حالت کے بارے میں استفسار فرماتے، کھانے پینے کے بارے میں پوچھتے، ہر کسی کو بولنے کا موقع دیتے اور ہر کسی کی سنتے۔

سخاوت وفیاضی بے مثال تھی، ہاتھ کشادہ تھے، جو بھی طلب کرتا طلب سے سوا پاتا، بغیر طلب کے بھی بہت سارے ضرورت مند نواز دیے جاتے، علیمی دربار ہوٹل مصطفی بازار پر کوئی عالم دین پہونچ جاتا تو اس کے لیے بچھ جاتے، گھر سے یا ہوٹل ہی میں مفت کھانے کا انتظام فرماتے، کھلاتے بھی تھے اور نذرانہ بھی پیش کرتے تھے۔

ذاتی طور سے میرے اوپر حضرت کے بڑے احسانات ہیں، آج میں ایک خوش حال زندگی جی رہا ہوں، اللہ کا دیا سب کچھ ہے، یہ سب کرم ہے اسی محسن کا، اسی کی نوازش وعطا ہے، ایک وقت تھا جب 2001 میں ایک طالب علم کی حیثیت سے علیمیہ میں میرا داخلہ ہوا تھا، اس وقت مجھے کون جانتا تھا، جماعت خامسہ میں تھا غالباً جب سخت مہلک بیماری میں مبتلا ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا، ایسے میں حضرت معین العلماء کو پتہ چلا تو ممبئی بلوایا اور مہنگے ترین ہاسپٹل میں میرا علاج کرایا، خود بیمار ہو کر گھنٹوں میرے لیے ڈاکٹر کا انتظار فرماتے اور کئی کئی بار ہاسپٹل کا چکر لگاتے، ڈاکٹر نے مقوی غذا لینے کی بات کی تو حضرت نے فرمایا مولانا اب آپ پانی کی جگہ صرف جوس پیجیے، اور میرے ہوٹل میں جو سب سے اچھا کھانا بنتا ہے وہ کھایئے، جیب میں ہاتھ ڈالتے جو نکلتا چپکے سے مجھے تھما دیتے، کہتے خوب کھاو پیو، صحت مقدم ہے، جان ہے تو جہان ہے۔

ایک مرتبہ بھنڈی بازار ممبئی میں لے گیے، فرمایا جو خریدنا ہو خرید لو، اور گھر پر چلو، وہاں ایک قیمتی گھڑی اور

صدری ہے آپ اسے لے لو، اور عالمانہ وقار کے ساتھ رہو۔

ممبئی میں کسی ایم بی سی میں ٹرانسلیٹر کی جگہ آئی، انٹرویو کا مسئلہ تھا، استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العربیہ دوست پور وسابق صدر المدرسین علیمیہ جمدا شاہی بستی کے ذریعے مجھے ممبئی طلب فرمایا، خود لے جا کر صاحب معاملہ سے ملاقات کرائی، اس پوسٹ پر رہنا مقدر نہیں تھا اس لیے کام نہیں بن پایا مگر حضرت کا احسان کیسے بھول سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار ظاہری و باطنی خوبیوں سے نوازا تھا، چہرہ ایسا منور و درخشاں کہ سبحان اللہ، ایک بار مہاراشٹر حکومت کی طرف سے منعقد کسی میٹنگ میں شرکت کے لیے گیے، جس میں بہت سارے حکومتی اہلکار اور مسلم علما و دانشوران شریک تھے، کسی ذمہ دار شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا تھا کہ اتنے لوگوں میں مجھے صرف ایک چہرہ مسلمان کا لگتا ہے اور وہ مولانا معین الحق صاحب کا چہرہ ہے۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ سے عشق کی حد تک لگاو تھا، علیمیہ جمدا شاہی کے جشن زریں کے موقع پر ان دونوں شخصیات پر عالمی سیمینار و کانفرنس کرایا اور پھر مبلغ اسلام نمبر کی اشاعت کرا کے ان دونوں ہستیوں کی خدمت میں بہترین خراج عقیدت پیش کیا۔

صاحبو! میں کیا کیا لکھوں، لکھنے کو بہت کچھ ہے، مگر نہ دل قابو میں ہے نہ ہی زبان وقلم، جب سے رحلت کی خبر سنی ہے دل اداس، ہوش وحواس از خود رفتہ اور دماغ مضمحل ہے، بس اتنا جان لیں کہ وہ اپنے وقت کے ایک بہتر انسان تھے، جنہوں نے ایک بہترین مومنانہ زندگی گزاری، اور علم وعلما کی خدمت کرتے ہوئے خود مخدوم بن گئے۔

یہ ان کی خدمات کا صلہ ہے اللہ نے آپ کو قابل رشک موت نصیب فرمائی، یقیناً اس وقت حوران بہشت آپ کا استقبال کر رہی ہوں گی، بارگاہ رب سے یہ صدا دی جا رہی ہوگی ''يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾''

آیئے حضرت کے لیے دعا کریں، اللہ کریم کرم فرمائے، اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور بے حساب مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

مقالات

ہمدم وہمراز مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ

پروفیسر ڈاکٹر **غلام یحییٰ انجم** مصباحی صاحب
(صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ)
ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

ولادت وتعلیم

مولانا معین الحق علیمی سے میری ملاقات جامعہ اشرفیہ میں داخلہ کے وقت سے ہی ہے، جس سال میں نے وہاں داخلہ لیا اسی سال مولانا معین الحق علیمی بھی اعلیٰ تعلیم کے لیے وہاں داخل ہوئے تھے۔ ان کے والد جناب سیٹھ شمس الحق علیمی کاروبار کے سلسلے میں ممبئی ہی میں رہتے تھے۔

مولانا معین الحق کی ولادت جمدا شاہی بستی میں ۱۵؍مارچ ۱۹۵۹ء کو ہوئی، گاؤں کے مدرسہ علیمیہ میں ہی پرائمری کے علاوہ مولانا عبدالشکور پورنیہ بہار سے مولوی درجہ کی ابتدائی عربی وفارسی کتابیں پڑھیں اور پھر وہ اپنے والد ماجد کے ہمراہ ممبئی آ گئے اور پھر یہیں دارالعلوم محمدیہ مینارہ مسجد ممبئی میں اشرف العلماء سید حامد اشرف، حضرت مولانا ظہیرالدین صاحب اور ادارہ کے دیگر اساتذہ سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی اور پھر اکتوبر ۱۹۷۴ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہنچ کر جماعت رابعہ میں داخلہ لے لیا۔ اشرفیہ پہنچنے کے حساب سے مولانا علیمی مجھ سے ایک ماہ سینئر تھے، میری وہاں رسائی ۲۴؍نومبر ۱۹۷۴ء کو ہوئی تھی، آزمائشی ٹسٹ سے گزرنے کے بعد میرا بھی داخلہ جماعت رابعہ میں ہی ہوا تھا، اس لئے مولانا میرے رفیق درس ہو گئے، اس وقت ہم لوگ کل ۴۳ طلبہ تھے جو ہماری جماعت میں تھے، جن میں ہر خوبی کے طالب علم موجود تھے۔ قد وقامت کے اعتبار سے سب سے بڑا طالب علم اور سب سے چھوٹا طالب علم ہماری ہی جماعت میں تھا، ادارہ میں سب سے امیر ترین اور سب سے مسکین بھی طلبہ اسی جماعت میں تھے، اس جماعت میں بیشتر طلبہ باصلاحیت تھے جن پر ادارہ کے اساتذہ کو ناز تھا، آج کی طرح اس وقت طلبہ کا زیادہ ہجوم نہ تھا، اس وقت جامعہ اشرفیہ میں طلبہ کی کل تعداد تین سو کے اندر ہی تھی ۔

جماعت رابعہ میں داخلہ کے وقت میری جماعت میں کل ۵۲ طلبہ تھے، لیکن فضیلت کی تکمیل تک ان کی تعداد گھٹ کر صرف

۱۴ بلکہ اس سے بھی کم رہ گئی تھی، جن میں بیشتر طلبہ باصلاحیت تھے اور اکثر ان میں شیخ الحدیث بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

ہماری جماعت کے بارے میں ہمارے اساتذہ اچھی رائے رکھتے تھے اور شیخ الجامعہ نے تو ایک مرتبہ تمام طلبہ واساتذہ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ ایسی جماعت بہت پہلے ادارہ سے فارغ ہوا کرتی تھی۔ ان ساتھیوں کے نام ذہن میں محفوظ تو نہیں البتہ جن ساتھیوں کے نام اب تک یاد ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں:

۱۔مولانا معین الحق علیمی ممبئی	۲۔مولانا مجاہد حسین پلاموں
۳۔مولانا صغیر احمد جوکھن پوری	۳۔مولانا محمد حنیف بریلوی
۴۔مولانا ارشاد حسین سنبھل	۵۔حافظ محمد خورشید مراد آباد
۶۔ڈاکٹر نیاز احمد دیوریا	۷۔ مولانا سید ہدایت اللہ مونگیر
۸۔مولانا مسعود احمد پیغمبر پور	۹۔مولانا ابوالوفا مونگیر بہار
۱۰۔مولانا نور عالم مونگیر بہار	۱۱۔مولانا اقبال احمد عزیزی ہزاری باغ
۱۲۔مولانا عبدالمجید ہزاری باغ	۱۳۔مولانا حافظ انوار الحق پرتاب گڑھ
۱۴۔مولانا انصار الحق مونگیر بہار	۱۵۔حافظ محمد مصعب مونگیر بہار
۱۶۔مولانا عبدالمنان ہزاری باغ	۱۷۔مولانا اصغر علی پورنیہ بہار
۱۸۔مولانا عین الحق پورنیہ بہار	۱۹۔مولانا جمیل احمد ہیتپرا سدھارتھ نگر
۲۰۔مولانا محمد اسلم غازی پور	۲۱۔مولانا علاء المصطفیٰ گھوسی ضلع مئو
۲۲۔مولانا اظہار المصطفیٰ اعظم گڑھ	۲۳۔مولانا محفوظ الرحمٰن دربھنگہ بہار
۲۴۔مولانا طفیل احمد مبارک پور	۲۵۔مولانا محمد امین الدین نیپال
۲۶۔مولانا سید اکمل حسین پورنیہ	۲۷۔مولانا نعیم الہدیٰ گیا بہار
۲۸۔مولانا شہید عالم بہار	۲۹۔مولانا غلام مصطفیٰ مبارکپوری
۳۰۔مولانا عبدالقدوس حیدرآباد	۳۱۔مولانا قمر الحسن
۳۲۔مولانا بخش اللہ	

ان میں کچھ تو جماعت رابعہ سے ہی ساتھ میں رہے اور کچھ بعد کے سالوں میں ساتھ ہوتے رہے اور جاتے رہے، ان ساتھیوں کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کی چہار دیواری میں رہ کر مولانا علیمی نے ساڑھے چار سال گزارے، اس دوران عالمیت وفضیلت اور قراءت حفص کی سندیں حاصل کیں۔

مولانا معین الحق علیمی چوں کہ ممبئی سے گئے تھے اس لیے ان کا رہن سہن شاہانہ تھا اور وہ بھی بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب کے یہاں رہائش اور جا گیر بھی تھی، اس لئے کئی معاملے میں اپنی جماعت میں نمایاں تھے۔ پڑھنے میں بھی اچھے تھے ،اس لئے ادق کتابوں کی تکرار بھی کم فہم طلبہ کو کرایا کرتے تھے، اساتذہ کے رجسٹر حاضری میں طلبہ کے ناموں کا اندراج ان کے سابقہ امتحان میں کامیابی کی میرٹ کی بنیاد پر کیا جاتا تھا، اس لئے ہم اور مولانا معین الحق علیمی ہمیشہ پنجتن پاک عدد کے درمیان ہی رہے اور ان پانچوں میں ہمیشہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی جدو جہد جاری رہتی، خواہ وہ بخاری شریف کے درس میں عبارت خوانی کا معاملہ ہو یا سالانہ اور ششماہی امتحان میں سبقت لے جانے کی بات، اس لئے یہ طلبہ ہمیشہ درس ومطالعہ میں منہمک رہتے وہ پانچ طلبہ یہ تھے۔

۱۔حافظ خورشید احمد بھوجپوری
۲۔ مجاہد حسین پلاموی
۳۔معین الحق علیمی ممبئی
۴۔غلام یحییٰ انجم بستی
۵۔حافظ انوار الحق پرتاپ گڑھی

یہی طلبہ ہر امتحان میں اس پانچ عدد کے درمیان رہتے، البتہ امتحان میں کامیابی کے سبب ترتیب بدلتی رہتی تھی، اللہ کا شکر ہے کہ مسلسل جدو جہد کے بعد فضیلت کے آخری سال میرا نام سب سے اوپر آ گیا اور میں نے ۹۳ رفی صد نمبر حاصل کر کے ادارہ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے اساتذۂ کرام

۲۸ راپریل ۱۹۷۹ء کو الجامعہ الاشرفیہ کے وسیع وعریض کھیل گراؤنڈ میں جشن دستار بندی کا اہتمام کیا گیا اور اکابر علمائے کرام کے ہاتھوں سند فضیلت اور دستار سے نوازے گیے۔ اس منزل تک پہنچنے میں جن مشفق اساتذہ کرام نے ہم لوگوں کو تعلیم وتربیت سے

آراستہ کیا ان کی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

ا۔حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز مرادآبادی علیہ الرحمہ (وفات ۱۹۷۶ء)

حضور حافظ ملت سے شرف تلمذ کا موقع مجھے اس وقت میسر آیا جب حضرت مولانا عبداللہ خاں عزیزی اس سال کے لئے دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی ادارہ کی طرف سے بھیجے گئے تھے، اس وقت اساتذہ کی قلت کی وجہ سے بانی جامعہ اشرفیہ حضور حافظ ملت بھی درس دینے لگے تھے، یہ ۱۹۷۵ء کا زمانہ ہے انھی ایام میں شرح جامی بحث فعل کے آخری اسباق پڑھ کر ۳؍جون بروز سہ شنبہ حضرت کی نیک دعاؤں کے ساتھ اس بحث کو اختتام تک پہنچانے کا موقع ملا، ادارہ میں درس لینے کے اعتبار سے ہماری جماعت کے تمام طلبہ حضور حافظ ملت کے آخری شاگرد ہوتے ہیں۔

۲۔شمس العلماء قاضی شمس الدین احمد جعفری علیہ الرحمہ (وفات ۱۹۰۵ء)

حضرت جعفری صاحب جب جامعہ اشرفیہ کا منصب صدارت چھوڑ کر جامعہ حمیدیہ بنارس جانے لگے تو حضرت نے ’’شرح عقائد نسفی‘‘ کے کچھ اسباق پڑھا کر ہماری جماعت کو اپنے تلامذہ کی فہرست میں شامل فرمایا تھا۔

۳۔بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (وفات ۲۹؍نومبر ۲۰۱۲ء)

۴۔شیخ الادب حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی قبلہ علیہ الرحمہ (وفات ۲۶؍دسمبر ۱۹۹۰ء)

۵۔شیخ القرآن مولانا عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ (وفات ۱۷؍جولائی ۲۰۱۱ء)

۶۔محدث کبیر حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی قبلہ مدظلہ العالی

۷۔حضرت مولانا حافظ عبدالشکور گیاوی مدظلہ العالی

۸۔حضرت مولانا اسرار احمد اعظمی مدظلہ العالی

۹۔حضرت مولانا علی احمد اعظمی علیہ الرحمہ

۱۰۔حضرت مولانا نصیر احمد پلاموی مدظلہ العالی

۱۱۔حضرت مولانا یٰسٓ اختر مصباحی مدظلہ العالی

۱۲۔حضرت مولانا افتخار احمد اعظمی ثم مدنی مدظلہ العالی

۱۳۔حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (وفات ۲۰۲۰ء)

مشہور رفقاے درس

درجہ مولوی سے لے کر عالمیت وفضیلت تک جن طلبہ نے ہم لوگوں کے ساتھ تعلیم حاصل کی ان کی طویل فہرست ہے، اب وہ لوگ کہاں ہیں؟ کیا کر رہے ہیں؟ اس کی کوئی خبر نہیں ہے، البتہ ہمارے بعض ساتھی جنھوں نے اپنی صلاحیتوں سے بڑی شہرت حاصل کی اور قوم وملت کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں ان سے ہم بھی واقف اور قوم بھی انھیں ان کی خدمات کی بنیاد پر جانتی ہے۔ اتنا مجھے یاد ہے کہ جب جامعہ اشرفیہ سے ہماری فراغت ہوئی تھی تو اس وقت ہمارے ۴۱ر ساتھی تھے، ان میں جو مشہور ہوئے یا جن سے ہمارے ابھی روابط ہیں ان کی فہرست کچھ اس طرح ہے:

۱۔ مولانا صغیر احمد جوکھن پوری بانی وسربراہ جامعہ قادریہ رچھا ضلع بریلی

۲۔ مولانا مجاہد حسین رضوی استاذ ومفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد ونائب قاضی شہر الہ آباد

۳۔ مولانا مفتی قمر الحسن قمر بستوی امام وخطیب ہوسٹن مسجد امریکہ

۴۔ حضرت مولانا بخش اللہ صاحب پرنسپل جامعہ اسلامیہ روناہی فیض آباد

۵۔ حضرت مولانا حافظ محمد خورشید صاحب بھوجپوری

۶۔ حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر انوار الحق پرتاب گڑھ

۷۔ مولانا ڈاکٹر نیاز احمد خلیل آباد ریٹائرڈ۔۔۔۔۔۔۔

۸۔ مولانا محمد حنیف رضوی جامعہ نوریہ باقر گنج بریلی

مولانا علیمی سے میرے روابط

مولانا معین الحق علیمی سے میرے روابط تو اشرفیہ میں داخلہ لیتے ہی ہو گیے تھے، مگر تعلیم کے معاملہ میں آگے بڑھنے کی مسابقت ہمیشہ ہم دونوں میں رہی، دوران طالب علمی ایک زمانہ ایسا آیا کہ مولانا علیمی اور میرے درمیان تعلیمی مسابقت کو لے کر شدید اختلافات ہو گئے تھے اور اس اختلاف کو ہوا دینے میں مولانا کی حمایت میں ہمارے ہی علاقہ کے ایک طالب علم نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ میں ٹھہرا جو متحمل مزاج، اس اختلاف پر زیادہ توجہ میں نے نہیں دی اور اپنی تعلیم میں منہمک رہا، یہ اختلافات کے بادل ہم دونوں کے دل ودماغ سے اس وقت چھٹے جب میں ۱۹۷۵ء میں اپنے کرناٹک کے کچھ ساتھیوں کی دعوت پر کرناٹک گیا تھا اور واپسی جب ممبئی ہوئی تو میں مولانا معین الحق علیمی کے گھر گیا اور ان سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے اس ملاقات میں بڑی اپنائیت کا مظاہرہ کیا، اس

ملاقات میں تمام گلے شکوے دور ہوئے اور پھر ایک جان دو قالب بن کر ہم دونوں نے الجامعۃ الاشرفیہ میں اپنی تعلیم مکمل کی۔ ہماری جماعت میں دوران تکرار اور ویسے بھی کسی علمی مسئلہ پر بحث ومباحثہ کا بڑا رواج تھا، ایسے موقع پر ہم دونوں ایک زبان اور ہم آواز ہو جاتے جس سے مدمقابل کو شکست دینے میں بڑی مدد ملتی۔

مولانا معین الحق اگر چہ بستی کے ہی تھے مگر چوں کہ وہ ممبئی سے آئے تھے اس لئے بستی کا ٹھپہ ان پر کبھی نہیں لگا، سیٹھ زادہ بن کر ممبئی سے آنے کی وجہ سے طلبہ کے درمیان ان کی قدر ومنزلت کچھ زیادہ ہی تھی، چہرہ کی خوبصورتی سے عام طلبہ کو سید زادہ ہونے کا گمان ہوتا تھا، مگر مولانا کو اپنے حسن اور اپنی دولت کا کبھی غرّہ نہ ہوا، نفاست پسند ضرور تھے، خوشبو سے ہمیشہ معطر رہتے، اچھے کپڑوں میں ملبوس۔ بڑی سادگی کے ساتھ انھوں نے اپنی زندگی گذاری اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ پوڑی اور پکوڑی کی دوکانوں پر جب ہم طلبہ ساتھ میں کام ودہن کا مزہ لینے جاتے تو مولانا ہی آگے بڑھ کر اس کی قیمت ادا کرتے اور مولانا علیمی ساتھ نہ ہوتے تو حافظ انوار الحق اس ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیتے اور چوں کہ میں صاحب نصاب تھا نہیں اس لیے کیا مجال ان دونوں حضرات کے سامنے میں اپنے جیب میں ہاتھ ڈالتا اور سچ تو یہ ہے کہ جس عسرت وتنگدستی کے ماحول میں جامعہ اشرفیہ کے اندر ادارہ ہی کے ۲۵/روپئے ماہانہ وظیفہ پر میں نے زندگی گذاری تھی، یہ حاتمانہ طور وطریق میرے لئے مناسب بھی نہ تھا، یہاں تو آنا پائی کا حساب تھا، ہمارے پاس ایک کاپی تھی جس میں یومیہ اخراجات لکھے جاتے تھے، اس کاپی کے سرورق پر جلی حرفوں میں ”**خرچ باندازہ دخل کردن باید**“ لکھا تھا، جس کا مولانا معین اکثر مذاق بھی اڑایا کرتے تھے، مگر ان کا یہ مذاق تفریح طبع کے لیے ہوتا تھا اور اس مذاق میں وہ دوسرے ساتھیوں کو بھی شریک کر لیا کرتے تھے۔ مولانا کے مزاج سے چوں کہ میں اچھی طرح واقف تھا اس لئے ایسی باتوں پر میں نے کبھی توجہ نہ دی۔ بڑے عیش ومستی کے ساتھ ہم دونوں نے اشرفیہ کے حسین لمحات گذارے، رنج وغم اور مسرت وشادمانی کے لمحات میں ہم دونوں ساتھ رہے، اشرفیہ سے باہر بھی آنا جانا ساتھ ہی ہوتا، ان کو مجھ سے اور مجھے ان سے بڑی راحت تھی اور یہ تعلق خاطر فراغت کے بعد بھی اسی اخلاص کے ساتھ برقرار رہا، چنانچہ جب میرا داخلہ علی گڑھ ہو گیا تو مولانا علیمی ۱۹۸۱ء میں علی گڑھ یونیورسٹی بھی آئے، ان کا جامعہ ازہر قاہرہ مصر جانے کا ارادہ تھا لیکن ۱۹۸۲ء میں ان کے والد سیٹھ شمس الحق علیمی کی رحلت کی وجہ سے مولانا علیمی کا حصول علم کے لیے جامعہ ازہر مصر کا سفر ممکن نہ ہو سکا۔ اور والد ماجد کی ذمہ داریوں کا بوجھ سر پر آ جانے کی وجہ سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم کی طرف انھوں نے کوئی دلچسپی نہ دکھائی، میری تو خواہش تھی کہ وہ میرے ساتھ علی گڑھ بھی آتے اور تعلیم حاصل کرتے مگر افسوس نہ تو ان کا جامعہ ازہر جانے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور نہ ہی وہ علی گڑھ یونیورسٹی کی تعلیم سے مستفید ہو سکے۔

مولانا علیمی نے دوارن تدریس درس نظامی عالمیت وفضیلت کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے علاوہ درس عالیہ کے اکثر امتحان میں جس درجہ سے مجھے کامیابی ملی تھی اسی درجہ سے مولانا علیمی بھی کامیاب ہوئے تھے، یہ اور بات ہے کہ پڑھنے کے علاوہ مولانا کو کسی اور چیز سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اس لیے وہ نہ خطیب بن سکے اور نہ ہی شاعر! البتہ انتظامی امور اور تحمل مزاجی میں وہ اپنی مثال آپ تھے، اس لیے خلاق کائنات نے انھیں ایسی ہی ذمہ داری سپرد کی جس کے واقعی وہ اہل تھے۔ اپریل ۱۹۷۹ء میں ہم لوگوں کی دستار بندی ہوئی پھر ہم لوگ اور ہمارے تمام ساتھی طلب رزق کے لئے اکناف عالم میں منتشر ہو گئے۔

مولانا معین الحق علیمی کے والد چوں کہ علما نواز تھے اس لیے ان کے یہاں علما کا اکثر آنا جانا لگا رہتا تھا اور یہ خود بھی اکابر علما کے یہاں پابندی سے حاضری دیا کرتے تھے۔ پاسبان قوم وملت حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا سید آل مصطفیٰ مارہروی، اشرف العلماء حضرت سید حامد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی سے ان کے گہرے مراسم تھے اور ان حضرات کی بارگاہ میں ان کا آنا جانا تھا، وہ بھی دل سے انھیں چاہتے تھے، ان کے ذہن ودماغ کو مذہب کے رنگ میں ڈھالنے کا اہم کارنامہ علامہ نظامی صاحب ہی کے کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ جب مولانا معین لحق علیمی نے اس صفحہ ہستی پر اپنی آنکھیں کھولیں اور شعور بالغ ہوا تو والد ماجد کے توسط سے انھیں علماے کرام ہی کے نورانی چہرے سامنے آئے اور انھیں کی دعائیں انھیں ملیں، اس لیے ان کی زندگی پر ہمیشہ مشائخ وبزرگان دین کا سایہ رہا۔

مولانا علیمی کے خاندانی حالات

مولانا معین لحق علیمی دو بھائی تھے، مولانا ضیاء الحق (وفات ۱۲/اکتوبر ۲۰۱۵ء) جو ان کے بڑے تھے، مگر گھر کا اور علیمی دربار ہوٹل کا، سارا نظم ونسق، انتظام وانصرام، بڑے بھائی کے بچوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی شادی، بیاہ کے تمام امور ومعاملات مولانا ہی کے ذمہ تھے اور جسے زندگی کی آخری سانس تک انھوں نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ خود مولانا نے اپنا عقد ۱۹۸۴ء میں کیا، ان کی اہلیہ اور بڑے بھائی کی اہلیہ دونوں رشتہ میں حقیقی بہنیں تھیں۔ مولانا ضیاء الحق کی اہلیہ کا انتقال ۱۷/اکتوبر ۱۹۹۸ء اس وقت ہو گیا تھا جب اولاد میں کسی کی شادی نہ ہوئی تھی۔

مولانا معین الحق علیمی کا نکاح محترمہ سعیدہ علیمی کے ساتھ ۱۹۸۴ء میں ہوا، ان سے چار اولادیں متولد ہوئیں۔ تین لڑکے اور ایک لڑکی جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ معز الحق علیمی (ولادت ۲۱/جولائی ۱۹۸۶ء، شادی شدہ ایک لڑکا ہے جس کا نام ''محی الحق علیمی'' ہے۔)

۲۔فیضان الحق علیمی (ولادت ۱۵؍جنوری ۱۹۹۸ء،شادی شدہ بتاریخ ۳۰؍نومبر ۲۰۱۹ءخلیل آباد)

۳۔ڈاکٹرام رومان علیمی (ولادت ۳۰؍دسمبر ۱۹۹۰ء،شادی شدہ بتاریخ ۲؍فروری ۲۰۲۰ءہمراہ مولانا محمد انس الرحمٰن ابن مولانا شفیق الرحمٰن مفتی اعظم ہالینڈ)

کاشف الحق علیمی (ولادت ۲۰؍جنوری ۱۹۹۴ء)

دارالعلوم علیمیہ مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کی عظیم یادگار

خلیفہ اعلیٰ حضرت،مبلغ اسلام عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی کے پیرومرشد تھے اور ان دنوں وہ ممبئی ہی میں رہا کرتے تھے،تقسیم ہند کے موقع سے ابھی انھوں نے پاکستان کا سفر نہیں کیا تھا کہ اس سے قبل ہی وہ ان کے مقدس ہاتھوں پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید ہو چکے تھے،پھر وہ قیام پاکستان کے موقع پر پاکستان چلے گئے،ان کے فرزند اکبر مولانا شاہ احمد نورانی ان دنوں ''مدرسہ قومیہ'' میرٹھ میں زیر تعلیم تھے،ایک سال بعد وہ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ بھی پاکستان چلے گئے، مولانا معین الحق علیمی نے ان کے دست حق پرست پر بیعت وارادت کا شرف کراچی پاکستان میں ۱۹۸۸ء میں حاصل کیا تھا۔پاکستان جانے سے قبل مبلغ اسلام کا قیام مصطفیٰ بازار ممبئی میں رہتا تھا اور جمدا شاہی کے بیشتر مسلمان وہیں آس پاس رہتے تھے،انھیں ایام میں حضرت مبلغ اسلام نے جمدا شاہی کے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لئے مصطفیٰ بازار ممبئی میں اپنے دوران قیام ۱۹۴۲ء میں ایک تنظیم ''جماعت علیمیہ،، کے نام سے قائم کیا تھا،چوں کہ جمدا شاہی کے مسلمان کثرت سے ممبئی میں سکونت پذیر تھے اس لیے اس کی تشکیل وہیں ہوئی تھی۔اس جماعت کے قیام کے موقع پر مصطفیٰ بازار میں جمدا شاہی کے تقریباً ۲۸؍افراد موجود تھے۔یہی تنظیم آگے چل کر جمدا شاہی میں دینی ادارہ کے قیام کی محرک بنی۔اس تعلق سے مولانا معین الحق علیمی کے والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی کی کاوشیں قابل ستائش ہیں،اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔مبلغ اسلام کا سفر جمدا شاہی میں ''جماعت علیمیہ'' کے سرگرم اراکین ہی کی دعوت پر ہوا تھا،جس میں سیٹھ شمس الحق علیمی پیش پیش تھے۔آپ کا آخری سفر جمدا شاہی میں ۱۹۴۵ء میں ہوا تھا،اس آخری سفر میں آپ نے جمدا شاہی کے اندر ایک دینی مدرسہ کے قیام کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا،حضرت کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سیٹھ شمس الحق علیمی نے گاؤں کے ذمہ داران کے سامنے جب یہ دینی منصوبہ پیش کیا تو جمدا شاہی کے خوش عقیدہ مسلمانوں نے اسے بسر وچشم قبول کیا اور اسی دینی گرم جوشی کے ساتھ ''جماعت علیمیہ'' نے پورے عزم وحوصلے کے ساتھ ۲۱؍جنوری ۱۹۵۳ء کو جمدا شاہی کی سرزمین پر ''مدرسہ علیمیہ عربیہ'' کا سنگ بنیاد رکھ دیا،اس مدرسہ کے قیام کی اطلاع جب سیٹھ شمس الحق علیمی نے

مبلغ اسلام کو دی تو حضرت اس وقت مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے، حضرت نے اس پُر مسرت خبر سے بے پناہ خوشی کا اظہار فرمایا اور مدرسہ اور جمدا شاہی کے مسلمانوں کی تعمیر وترقی کے لیے مدینہ منورہ میں گنبد خضریٰ کی حسین چھاؤں میں دعا فرمائی۔ سیٹھ شمس الحق علیمی اور سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی نے اس کی تعمیر وترقی کا بیڑا اٹھایا۔ سیٹھ شمس الحق علیمی اس مدرسہ کے صدر اعلیٰ اور سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی خازن مقرر کیے گئے، ان حضرات کی مخلصانہ جدوجہد نے اس مدرسہ کو اوج ثریا پر پہنچا دیا اور چند ہی سالوں میں یہ مدرسہ علیمیہ، دارالعلوم علیمیہ میں تبدیل ہو گیا۔ دارالعلوم علیمیہ کے زمانہ قیام سے لے کر اب تک ادارہ نے بہت سے ادوار دیکھے، الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم اور الحاج سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی (اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے) اور ان کے رفقا وجمدا شاہی کے خوش عقیدہ مسلمانوں نے دارالعلوم کی روز افزوں ترقی کے لیے تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں اور مدرسہ سے دارالعلوم کی شکل دینے تک ایسی غیر معمولی محنت اور جدوجہد کی جو دارالعلوم کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

دارالعلوم علیمیہ کی صدارت

والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی کے وصال پُر ملال کے بعد ۱۹۸۳ء میں دارالعلوم علیمیہ کی صدارت کی ذمہ داری مولانا علیمی کے کاندھوں پر آگئی، اس وقت دارالعلوم علیمیہ صرف ایک عام مدرسہ ہی کی طرح تھا، نہ تو اس کی علما وعوام میں شہرت تھی اور نہ ہی طلبہ میں اس کی مقبولیت، مگر مولانا علیمی چوں کہ زیرک عالم دین تھے اس لیے انھوں نے اپنے مدرسہ کی ایک ٹیم تیار کی اور ایسے باصلاحیت اساتذہ کا انتخاب کیا جس کے سبب ادارہ چند ہی دنوں میں شہرت وناموری کی بلندیوں پر پہنچ گیا۔ مولانا علیمی نے اس ذمہ داری کو جس حسن وخوبصورتی کے ساتھ اپنی عمر کے آخری مرحلے تک انجام دیا، اس کا اندازہ ادارہ کی تعمیری ترقی، اور تعلیمی سرگرمیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی اس ذمہ داری کو عبادت سمجھ کر اخلاص کے ساتھ انجام دیا، وہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہمیشہ ادارہ کی فلاح وبہبود کے بارے میں سوچتے، اگر مولانا نے کہیں کسی مدرسہ میں تدریسی ذمہ داری قبول کر لی ہوتی تو شاید دارالعلوم علیمیہ اپنی اس ترقی سے محروم رہتا۔ آج اگر جمدا شاہی کا عظیم الشان ادارہ دارالعلوم علیمیہ پوری جماعت اہل سنت کی آبرو بنا ہوا ہے تو وہ جمدا شاہی کے مسلمانوں بالخصوص سیٹھ شمس الحق علیمی، سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی اور مولانا معین الحق علیمی کی سعی مسلسل کا ثمرہ ہے۔

اس ادارہ نے کس طرح روز افزوں ترقی کے مراحل طے کئے اس کی تفصیل راقم نے اپنی کتاب ''تذکرہ خانوادہ علیمیہ'' میں تحریر کی ہے:

''مدرسہ علیمیہ عربیہ'' ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء میں ''دارالعلوم علیمیہ'' میں تبدیل ہو گیا، اس دارالعلوم کی بنیاد ۲/ ذی

الحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹ر جنوری ۱۹۷۲ء بروز چہار شنبہ شیخ العلماء حضرت علامہ اویس حسن غلام جیلانی اعظمی شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف نے اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی جس کی تعمیر میں گاؤں کے ہر فرد نے بھر پور حصہ لیا، خاص کر صدر ادارہ سیٹھ شمس الحق علیمی اور سیٹھ الحاج غلام مصطفیٰ رضوی نے اس دار العلوم کی تعمیر میں کثیر رقم صرف کیا۔ ۱۴۲۱ھ/ ۱۹۹۱ء میں نورانی ہاسٹل کی تعمیر سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی اوران کے رفقاے کار کے تعاون سے ہوئی۔ دار العلوم کی درسگاہی عمارت ''القصر النورانی'' جو ۴۰ کمروں پر مشتمل ہے ادارہ کے موجودہ صدر اعلیٰ حضرت مولانا معین الحق علیمی اوران کے رفقاے کار کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، دار العلوم علیمیہ کے احاطہ میں ۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء کو'' نورانی مسجد'' کا سنگ بنیاد حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے اپنے دست اقدس سے رکھا۔ ۱۹۷۲ء میں پھر اس مسجد کی توسیع ہوئی مگر اب بھی یہ مسجد طلبہ کی کثرت کے باعث روز افزوں تنگ ہوتی جارہی ہے، اس لئے اسے شہید کر کے جدید تقاضوں سے آراستہ ایک بڑی عالیشان مسجد کی تعمیر ادارہ کے صدر اعلیٰ مولانا معین الحق علیمی اور ان کے رفیق کار جناب الحاج وصی الدین خاں نورانی کی زیر نگرانی شروع ہوچکی ہے، الحمدللہ یہ ادارہ ہمہ جہت شاہراہ ترقی پر گامزن ہے''۔

(تذکرہ خانوادہ علیمیہ، ص۱۱۸ دہلی ۲۰۱۵ء)

جب ادارہ کے امور ومعاملات زیادہ بڑھ گئے تو انھوں نے مجھے بھی بحیثیت ناظم تعلیم (اکیڈمک ڈائرکٹر) اپنے رفقاے کار کے مشوروں سے اپنے ساتھ شریک کرلیا، اگر چہ میں ان دنوں جامعہ ہمدرد دہلی میں باضابطہ استاذ ہو چکا تھا اور ہمارے اوپر شعبہ کی صدارت کی ذمہ داری بھی آچکی تھی مگر دیرینہ رفاقت کے مدنظر مولانا کی اس پیش کش کو میں نظر انداز نہ کرسکا۔ یہ ذمہ داری مجھے ۱۹۹۸ء میں سپرد کی گئی۔

اور پھر ہم دونوں مل کر جس طرح دار العلوم علیمیہ کی تعمیر وترقی میں لگے اس کا نتیجہ عوام وخواص سب کے سامنے ہے۔ چند ہی سالوں میں اس ادارہ کو شمالی ہند کے نمائندہ مدارس کی فہرست میں اسے لاکھڑا کیا۔ اس سے ہر کوئی واقف ہے کہ علیمی فضلا اس وقت ہند وبیرون ہند کی جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک وملت کی تعمیر میں سرگرم عمل ہیں۔ اس ادارہ کو ہم لوگ عالم اسلام کے نقشہ پر نمایاں دیکھنا چاہتے تھے، اس کے لیے ہم دونوں نے شاہی خرچ پر ایران کا سفر بھی کیا تھا، جو کچھ ہم لوگوں نے اس تعلیمی سفر سے سیکھا تھا

اس تعلیمی نظام کو اپنے ادارہ کے تعلیمی نظام میں شامل کرنے کی باری تھی ، زمینی سطح پر اس کا تانا بانا بھی درست کرلیا گیا تھا، مگر ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' ادارہ اختلافات کا شکار ہو گیا، اور وہ سارے کے سارے تعلیمی وتعمیری منصوبے خاک میں مل گیے ۔ میں بددل ہو کر کنارہ کش ہو گیا اور مولانا علیمی کو بھی ان کے مخالفین نے صدر اعلیٰ بننے کی خواہش میں عہدہ سے برطرف کردیا جس سے مولانا علیمی کو بے حد صدمہ پہنچا، شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض تو پہلے سے تھے ہی ادارہ کے مسائل کو لے کر وہ اور زیادہ ٹینشن میں رہنے لگے، ان سے ہر ہفتہ دو ایک بار گفتگو ضرور ہوتی مگر جب بھی بات ہوتی کسی نہ کسی طرح ادارہ کا ذکر آ ہی جاتا ، میں ان سے کہتا ادارہ کو دل سے نکال دیجئے تو بڑی سنجیدگی سے کہتے کہ میں نے ادارہ کے لیے کیا نہیں کیا، اپنا سب کچھ میں نے ادارہ کے لیے داؤں پر لگا دیا، بیوی بچوں کو وقت نہیں دیا، اس کا خیال کیسے دل سے نکالا جا سکتا ہے؟ دادا مرشد کے نام سے ادارہ ہے، والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی اور فدائے رضویت سیٹھ غلام مصطفیٰ رضوی کی شبانہ روز جانفشانیوں کا ثمرہ ہے، اسے کیسے فراموش کیا جا سکتا ہے، اس لیے بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہمہ تن اس ادارہ کی خدمت میں لگے رہے۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں روزہ رکھ کر عام سفرا کی طرح ارباب ثروت کے دروازوں پر جانا، ان کی ناز برداری کرنا، حالت سفر میں افطار کرنا یہ سب کچھ نہ تو مولانا علیمی کے شایان شان تھا اور نہ ہی کسی سینٹرل یونیورسٹی کے صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ پروفیسر اور صدر شعبہ کے، لیکن دار العلوم علیمیہ سے محبت اور لگن اور روز افزوں اسے بلندیوں پر لے جانے اور دیکھنے کی تڑپ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی کے ساتھ کرنے کا حوصلہ بخشا تھا۔ اس موقع سے میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ ناظم تعلیم کے منصب کو بحسن وخوبی انجام دینے کے لیے میرے لیے نہ تو کوئی نذرانہ متعین تھا اور نہ ہی کوئی اعزازیہ، خواہ ادارہ کے چندہ کے لیے ممبئی کا سفر ہو یا دار العلوم علیمیہ کی میٹنگوں میں شرکت، کرایہ مل گیا تو لے لیا مگر میں نے کبھی مطالبہ نہیں کیا، ممبئی سفر کے دوران اگر کچھ میری ذات پر خرچ ہوتا تو اسے مولانا خود اپنے جیب خاص سے برداشت کرتے ، ادارہ پر اس کا بوجھ نہ ڈالتے ، یہی وہ مخلصانہ تعلق تھا جو آج سے ۴۶ رسال قبل الجامعۃ الاشرفیہ کی چہار دیواری میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی سرپرستی میں شروع ہوا تھا جو ان کے سال وفات ۲۹ ر رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ر مئی ۲۰۲۰ء بروز سنیچر تک برقرار رہا۔

مولانا معین الحق علیمی نے اداراہ کے تعلق سے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کی طویل فہرست ہے، کچھ کاموں کی نشاندہی سطور ذیل میں کی جارہی ہے۔

ا۔القصر النورانی (درسگاہی عمارت) کی تعمیر

یہ وسیع وعریض عمارت ۴۰ کمروں پر مشتمل ہے جس میں انتظامیہ کے آفسز کے علاوہ سیمینار ہال بھی ہے۔ یہ عمارت مولانا علیمی کے پیر ومرشد مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے فرزند گرامی، قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی (وفات ۲۰۰۳ء) سے منسوب ہے۔ کروڑوں روپئے سے تیار شدہ یہ پُرشکوہ دیدہ زیب عمارت دور ہی سے اپنے شائقین کو دعوت نظارہ دیتی ہے، اگر چہ اس عمارت کی تعمیر میں مولانا علیمی اور ان کے ہم زلف مولانا شفیق الرحمٰن عزیزی مفتی اعظم ہالینڈ کو کئی مشکلات سے گزرنا پڑا مگر وہ خندہ پیشانی کے ساتھ تمام مشکلات سے نبرد آزما ہوتے رہے۔ مولانا علیمی اور ہمدردان علیمیہ نے **القصر النورانی** کے تعلق سے جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے وہ دارالعلوم علیمیہ کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۔دارالعلوم علیمیہ نسواں کا قیام

دارالعلوم علیمیہ صرف طلبہ کے لیے ہے اس میں لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی نظم ونسق نہ تھا۔ مولانا کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح تھی کہ ایک لڑکی کی تعلیم پورے خاندان کو سنوار دیتی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے کچھ احباب اور ادارہ کے ذمہ داران کی توجہ مشورۃً اس طرف دلائی اور جولائی ۲۰۰۳ء میں دارالعلوم علیمیہ نسواں کا قیام عمل میں آ گیا، پہلے تو ادارہ سیٹھ عبدالمجید کے گھر میں چل رہا تھا اب اس کے لیے ایک الگ عمارت بنادی گئی ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ اب یہ ادارہ بھی دارالعلوم جمدا شاہی کی انتظامیہ کمیٹی کے زیر انتظام اپنی درسگاہی عمارت میں بحسن وخوبی ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔

۳۔دارالعلوم علیمیہ کا تعلیمی معیار

ہندوستان بطور خاص مشرقی ہندوستان کے دینی مدارس میں جو تعلیمی ماحول ہے وہ اہل علم ودانش پر مخفی نہیں۔ جب سے یہ مدارس حکومت اتر پردیش کی گرانٹ لسٹ پر آئے اور ان اساتذہ کی تنخواہیں وزارت تعلیم سے براہ راست اساتذہ کے بینک اکاؤنٹ میں بھیجی جانے لگیں تب سے اساتذہ کے دلوں سے صدر وسکریٹری کے خوف کے ساتھ ساتھ خوف الٰہی بھی رخصت ہو گیا، الا ماشاء اللہ، اس لئے یہ ادارے تعلیمی انحطاط کا شکار ہو گئے، لیکن ایسے دور میں بھی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی نے اپنے تعلیمی معیار کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ روز افزوں اس کے تعلیمی معیار میں اضافہ بھی ہوا، جس کے سبب نہ صرف ہندوستان کے مختلف صوبوں سے آنے والے تشنگان علوم نبویہ کی آماجگاہ بن گیا بلکہ اس کی شہرت بھی جامعہ اشرفیہ کی طرح سات سمندر پار جا پہنچ گئی، مولانا کے زیر سرپرستی اور ناظم تعلیم اور پرنسپل کے زیر نگرانی اس ادارہ میں داخلہ ٹسٹ کے علاوہ ادارہ کے داخلی امتحان سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ کے لیے سخت قوانین وضع کیے گئے، اساتذہ کی غیر حاضریوں پر سخت نگرانی رکھی جانے لگی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ کی قابلیت کے چرچے دوسرے اداروں میں

ہونے لگے،اوران کی تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر یونیورسٹیوں کے دروازے ان کے لیے کھل گیے ،تشنگان علم وفن کی بھیڑ کو دیکھتے ہوئے طلبہ کی سیٹوں میں اضافہ کرنا پڑا۔ ادارہ کے تعلیمی نظم ونسق کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے مولانا معین الحق علیمی صدر اعلیٰ اور ناظم تعلیم پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے حد درجہ کوششیں کیں اور سفارشات سے قطع نظر ہمیشہ اپنے اصولوں پر گامزن رہے۔

۴۔دارالعلوم علیمیہ کی سندوں کے معادلے

مولانا معین علیمی کی خواہش رہی کہ یہاں کے فضلا قوم وملت کی دینی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی تعمیر میں بھی کلیدی کردار ادا کرنے کے اہل ہوسکیں، اسی لئے انھوں نے نہ صرف اس ادارہ کے نصاب کو زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا بلکہ جدید نافع اور قدیم صالح کے امتزاج سے ایسا نصاب تیار کرایا جسے پڑھ کر یہاں کے فضلا عصری جامعات کے طلبہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرسکیں، اس میں انھیں کامیابی ملی اوراسی نصاب کی بنیاد پر یہاں کی سند عالمیت وفضیلت کو دوسرے عصری جامعات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے منظور کرایا،جس کے نتیجہ میں یہاں کے فضلا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جامعہ ہمدرد دہلی، جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی ، بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی جموں کے علاوہ جامعہ ازہر قاہرہ، جامعہ اسلامیہ (صدام یونیورسٹی) بغداد ،دمشق یونیورسٹی شام،عربی یونیورسٹی لیبیا،اور کلیة الشرعية والقانون دبئ میں اعلیٰ تعلیم کے لیے داخلے کے مجاز ہیں۔ایسی بھی مثالیں ہیں کہ ادارہ کے صدر اعلیٰ مولانا معین الحق علیمی نے مالی اعتبار سے کمزور مگر ذہین طلبہ کو اپنے صرف خاص سے بیرون ممالک کی یونیورسٹیوں میں پڑھنے کے لیے بھیجا اور انھوں نے وہاں اپنی تعلیم مکمل کی پھر ہندوستان واپس آئے۔ان عصری دانش گاہوں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہاں کے فضلا عصری جامعات میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں،اس لیے اگر انہیں ’’معین العلماء‘‘ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا،اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں جن کی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

۵۔نورانی مسجد کی تعمیر جدید

ادارہ کے قیام کے وقت اساتذہ وطلبہ کی پنج وقتہ نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے حضور حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث مرادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں دارالعلوم علیمیہ کے احاطے میں ۲۵ /ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء کو نورانی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔اس وقت کے لحاظ سے وہ مسجد طلبہ اوراساتذہ کے لیے کافی تھی مگر اب طلبہ اوراساتذہ کی کثرت کے سبب مسجد ناکافی ہونے کے ساتھ عمارت بھی خستہ ہوگئی تھی، لہٰذا مولانا معین الحق علیمی اوران کے رفیق کار، ادارہ کے معاون خصوصی الحاج وصی الدین نورانی کے زیرنگرانی مسجد شہید کر کے دوبارہ عالیشان وسیع وعریض ’’نورانی مسجد‘‘ بن کر تیار ہوچکی ہے۔جس میں صرف پنج وقتہ

باجماعت نماز ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ حفظ کے طلبہ وہاں حفظ کلام اللہ بھی کرتے ہیں۔اور شبانہ روز اس مسجد سے **قال اللہ وقال الرسول** کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں۔

۶۔ماہنامہ ''العلیم'' عربی اور ماہنامہ ''پیام حرم'' اردو کا اجرا

مولانا معین الحق علیمی کی یہ خواہش رہی کہ اگر یہاں کے طلبہ میدان تدریس میں ہندوستان کے اہم مدارس کی زینت بنیں تو دوسری طرف ان کے قلم کی طاقت کی دھمک پورے ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عالم اسلام میں سنائی دے،اس لئے تعلیم وتدریس کے ساتھ پرورش لوح وقلم کی صلاحیت بھی یہاں کے طلبہ واساتذہ میں ہونی چاہئے،اس لئے انھوں نے عربی اور اردو دونوں زبانوں میں دارالعلوم علیمیہ کے پلیٹ فارم سے رسائل کے اجرا کا منصوبہ بنایا اور عربی زبان میں پہلے **الصوت الإسلامي** پھر بانی ادارہ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے نام کی مناسبت سے ''**العلیم**'' کا اجرا کیا جس کے کئی شمارے ہندو بیرون ہند میں ارباب علم ودانش کے مطالعہ کی میز کی زینت بنے۔

دوسرا رسالہ اردو میں ''پیام حرم'' کے نام سے جاری کیا، یہ رسالہ اس وقت تک جاری رہا، جب تک ادارہ مولانا کی سرپرستی میں شاہراہ ترقی پر گامزن رہا ،ادارہ میں اختلاف رونما ہوتے ہی یہ رسالہ بھی انھیں اختلافات کی نذر ہو گیا۔

۷۔المجمع النوارانی کا قیام

یہ حقیقت میں ایک پبلشنگ ادارہ ہے، جسے حضرت مولانا شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی مفتیٔ اعظم ہالینڈ نے حضرت علیمی صاحب کی سرپرستی میں قائم کیا، جس کے زیر اہتمام ماہنامہ **پیام حرم** اور ماہنامہ **العلیم** کی اشاعت کا بندوبست کیا گیا، اس کے علاوہ اس ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والی تمام کتابیں اسی مجمع کے زیر اہتمام شائع کی جاتی ہیں، اب تک جو کتابیں اس مجمع کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہیں ان کی مختصر فہرست کچھ اس طرح ہے۔

۱۔'' الشباب الاسلامی'' عربی سالنامہ

۲۔ ماہنامہ ''العلیم'' کی اشاعت

۳۔ ماہنامہ ''پیام حرم'' اردو کی اشاعت

۴۔نشان منزل (پیام حرم کے اداریوں کا مجموعہ)

۵۔برکات زمزم

۶۔ بزرگوں کے اخلاق

۷۔ عالم اسلام کی عبقری شخصیت قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ

۸۔ تذکرہ خانوادہ علیمیہ دہلی ۲۰۱۵ء مصنف ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

۹۔ مبلغ اسلام نمبر کی ۲۰۱۵ء میں اشاعت

۱۰۔ رسالہ رسوم شادی

۸۔ مبلغ اسلام وقائد ملت انٹرنیشنل سیمینار کا انعقاد

خلیفہ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور ادارہ کے سر پرست اعلیٰ قائد ملت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی شخصیت سے عالم اسلام کو متعارف کرانے کے لیے مولانا معین الحق علیمی اور ان کی کمیٹی کے ذمہ داران نے فیصلہ لیا کہ دار العلوم علیمیہ کے وسیع صحن میں ایک انٹرنیشنل سیمینار کا انعقاد کیا جائے جس میں مدارس کے اساتذہ کے علاوہ عصری جامعات کے ارباب دین ودانش کو مدعو کریں تاکہ ان دونوں شخصیات کے علمی کارناموں اور داعیانہ سرگرمیوں کا جائزہ لیا جائے اور پھر اسے کتابی شکل میں شائع کر کے ہر مکتبہ فکر کے صاحبان علم وفضل تک اسے پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اس اہم کام کی ذمہ داری مولانا علیمی نے میرے سپرد کی، جسے میں نے بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مولانا علیمی کی یہ دیرینہ خواہش تھی۔

یہ انٹرنیشنل سیمینار دار العلوم کے وسیع صحن میں ۲۵ / ۲۶ / مارچ ۲۰۰۹ء کو منعقد ہوا جس میں دینی مدارس کے اکابر مشائخ واساتذہ کے علاوہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، جامعہ ہمدرد دہلی، مظفر پور یونیورسٹی بہار، کنور مہندر سنگھ یونیورسٹی آرہ بہار کے پروفیسران نے شرکت کی اور گراں قدر مقالے پیش کیے۔

سیمینار کے بعد تمام مقالات یکجا کئے گئے، انھیں راقم نے نہ صرف بغور پڑھا بلکہ ۱۰۰ صفحات پر مشتمل اداریہ بھی لکھا، مقالات میں جہاں تکرار تھا اسے حذف کیا، جہاں اضافہ کی گنجائش تھی وہاں اضافہ کیا گیا، الغرض راقم السطور کی نظر ثانی کے بعد یہ نمبر اشاعت کے مراحل تک پہنچا جس کا اعتراف مولانا معین الحق علمی نے اسی نمبر میں ان لفظوں میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ”تصحیح ونظر ثانی کے لیے ہمدم دیرینہ حضرت مولانا پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ہمدرد نئی دہلی جو دار العلوم علیمیہ کے ناظم تعلیم بھی ہیں، کا انتخاب کیا گیا موصوف نے نہ صرف اس نمبر کی اصلاح ونظر ثانی کا کام کیا بلکہ وہی مبلغ اسلام عظیم الشان انٹرنیشنل سیمینار کے محرک اول بھی رہے، جس کے سبب اس نمبر کو

منظر پر لانے میں آسانی ہوئی۔محب گرامی مولانا شفیق الرحمٰن علیمی مصباحی امام وخطیب مسجد ایمسٹرڈم ہالینڈ کے قیمتی مشورے خضر راہ کا کام کرتے رہے،اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو بہترین اجر عطا فرمائے''۔(مبلغ اسلام نمبر ص ۲۱)

المجمع النورانی جمداشاہی کے زیر اہتمام ۹۱۲ صفحات پر مشتمل یہ نمبر دہلی سے کتب خانہ امجدیہ کی نگرانی میں ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا اور ممبئی کی سرزمین پر ۱۰/ویں محرم الحرام کے موقع پر علما ومشائخ کے علاوہ ہزاروں ناظرین کے موجودگی میں اس مبلغ اسلام نمبر کی رسم اجرا عمل میں آئی،اس طرح مولانا معین الحق علیمی کے دیرینہ خوابوں کی تکمیل ہوئی۔اس موقع سے عالیشان نمبر کے تعلق سے راقم السطور نے مولانا علیمی کی خدمت میں منظوم نذرانہ محبت پیش کیا۔

۹۔باصلاحیت طلبہ کے لیے تدریسی تربیت کا اہتمام

مولانا معین الحق علیمی کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے فضلا جب کہیں مدرس بن کر جائیں تو اپنی صلاحیتوں اور طریقہ تدریس سے وہاں کے اساتذہ وطلبہ کے درمیان نہ صرف مقبول عام ہوں بلکہ ادارہ میں دارالعلوم علیمیہ کی نیک نامی کا باعث بھی بنیں،اس لیے باصلاحیت طلبہ کے لیے تدریسی تربیت کا اہتمام کیا گیا۔یہ تربیتی مرکز سینئر اساتذہ کے زیر نگرانی کامیابی کے ساتھ اپنی خدمت کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہے۔

۱۰۔مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کا قیام

مولانا معین الحق علیمی کی خواہش تھی کہ آج کل قلم کا زمانہ ہے،وہ زمانہ اور تھا جب تیر وتفنگ سے علاقے فتح کئے جاتے تھے ،اب قلم کی طاقت سے لوگوں کا مزاج بدلا جاتا ہے،مختلف مذاہب کے لوگ اپنے مذاہب کا پرچار آج کل لٹریچر ہی کے ذریعہ کرتے ہیں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہیں،یہ سوچ کر مولانا علیمی نے اپنے محب گرامی حضرت مولانا شفیق الرحمٰن علیمی مصباحی خطیب وامام مسجد ایمسٹرڈم ہالینڈ کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ ممبئی کی سرزمین پر یہ سینٹر قائم کیا جائے اور اس کا خاکہ تیار کرنے کی ذمہ داری راقم کے سپرد کی گئی،اس سینٹر کے اغراض ومقاصد کے ساتھ نہ صرف اس کا خاکہ تیار کیا گیا بلکہ عہدے مناصب کا تعین اور پھر ان کے درمیان تقسیم کار کی مکمل تفصیلی رپورٹ بھی دو ماہ کے اندر مولانا علیمی کے سپرد کردی گئی،علیمی دربار ہوٹل کا ایک کمرہ اس سینٹر کا عارضی دفتر قرار پایا،اس سینٹر کے زیر اہتمام اب تک کئی کانفرنسیں ہو چکی ہیں اور کئی کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم کے مطالعہ میز کی زینت بن چکی ہیں۔اس سینٹر کے جو اہم اغراض ومقاصد طے پائے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۔نوجوان علما میں تصنیف وتالیف کا شعور بیدار کرنا
۲۔علمی ودینی ریفریڈ ریسرچ جرنل کی اشاعت
۳۔ملت اسلامیہ کی سماجی اصلاح وعقائد کی درستگی کے لیے تصانیف اکابر اہل سنت کی مختلف زبانوں میں اشاعت
۴۔صاحبان فہم وفراست اور ارباب علم ودانش کے لیے مبلغ اسلام اور قائد اہل سنت ایوارڈ
۵۔مختلف علوم وفنون پر مشتمل نیشنل لائبریری کا قیام
۶۔غریب محنتی سنی صحیح العقیدہ طلبہ کے لیے وظائف کا اہتمام
۷۔کسی اہم موضوع پر ہر سال قومی اور ہر پانچ سال پر عالمی سیمینار کا انعقاد
۸۔سنی طلبہ میں قلمی بیداری پیدا کرنے کے لیے ہر سال کل ہند تحریری مقابلہ کا انعقاد
۹۔اسکول اور عصری جامعات میں پڑھنے والے سنی طلبہ کے لیے ہر سال قلیل مدتی تربیت کا اہتمام
۱۰۔ملت اسلامیہ میں روحانی بیداری اور خدا رسول کے ساتھ بزرگان دین سے ان کا رشتہ مضبوط کرنے کے لیے مجالس ومحافل کا اہتمام

بیعت وخلافت

مولانا معین الحق علیمی اگرچہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید تھے مگر خلافت واجازت انھیں اور راقم السطور کو شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی سے ایک ساتھ ۳۰/ اکتوبر ۲۰۱۵ء کو ملی تھی۔مگر علالت کے باعث مولانا علیمی نے بیعت وارشاد کی طرف توجہ نہ دی، اگر وہ اس میدان میں قدم رکھتے تو بلاشبہ ایک کامیاب مرشد ثابت ہوتے کیوں کہ بحیثیت مرشد طریقت ان میں تمام محاسن موجود تھے۔

وفات حسرت آیات

مولانا معین الحق علیمی نے اپنی پوری زندگی عروس البلاد ممبئی میں بسر کی، وہ ممبئی کے بااثر اور ہوش مند علما میں شمار کیے جاتے تھے۔معین المشائخ حضرت مولانا معین الدین المعروف معین میاں اشرفی مدظلہ العالی سے ان کے گہرے مراسم تھے، ملی وسماجی مسائل پر مل جل کے تبادلہ خیال کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہاں کے علما اور عوام میں ان کا وقار تھا۔ممبئی کی سرزمین پر مذہب حق کی نشر واشاعت کے تعلق سے مولانا علیمی کا کردار ناقابل فراموش ہے۔وہ مجلسی انسان تھے،تنہائی میں رہنا انھیں پسند نہ تھا۔جب بھی مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کے دفتر تشریف لاتے تو ان کے ساتھ دو چار لوگ ضرور ہوتے، چوں کہ مولانا شاہ خرچ واقع ہوئے تھے اس لئے مہمانوں کی پذیرائی وہ خوب جانتے تھے، جب بھی ان سے کوئی ملنے آتا تو اس کی مکمل خاطر ومدارات کر کے اسے رخصت کرتے، ان کے یہاں غرور وگھمنڈ نام کی کوئی چیز نہیں تھی، وہ انتہائی خاموش مزاج واقع ہوئے تھے، معاف کرنا ان کی عادت تھی، وہ بدلہ لینا جانتے ہی نہ تھے، وہ ہر کام

خالصۃ لوجہ اللہ کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ ہم دونوں ۱۹۷۴ء سے ۲۰۲۰ء تک یعنی پورے ۴۶ سال ایک جان دو قالب رہے اور کبھی تعلقات میں دراڑ نہ آیا، جب وہ یا ان کے گھر کا کوئی فرد دہلی آتا تو میرا مہمان ہوتا اور جب میں ممبئی جاتا تو مولانا میرے میزبان ہوتے۔ مولانا کی خوبی بہت مشہور ہے کہ وہ ایک ہی ملاقات میں لوگوں کا دل جیت لیتے تھے، جو ایک بار ان سے ملتا ان سے بار بار ملنے کی تمنا کرتا، اسی خوبی کی بنیاد پر ہندو بیرون ہند کے علما سے ان کے مستحکم روابط تھے اور یہی وہ خوبی تھی جس کی بنا پر انھیں ورلڈ اسلامک مشن لندن انڈیا برانچ کا صدر بھی بنایا گیا تھا۔

مولانا معین الحق علیمی کی رحلت کی خبر جب ۲۹ رمضان ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ رمئی ۲۰۲۰ء کی شب تقریباً ڈیڑھ بجے ملی تو ایسا لگا کہ مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اس کا اندازہ مجھے قبل از وقت ہو چلا تھا اور وہ اس طرح کہ جب مولانا سے میرا رابطہ منقطع ہو جاتا تو میری تشویش بڑھ جاتی کہ کوئی بات ضرور ہے اور جب کچھ دن گزرنے کے بعد ٹیلی فون پر گفتگو ہوتی تو میرا اندازہ صحیح نکلتا کہ مولانا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی، جس کے سبب بات نہ ہو سکی تھی، اس بار بھی یہی ہوا، جب کئی دن ہو گئے اور ہزار کوششوں کے باوجود بھی ان سے فون پر بات نہ ہو سکی تو میرے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہونے لگا، خدا بھلا کرے مولانا شفیق الرحمان مفتی اعظم ہالینڈ کا، انھوں نے مجھے اس کی جانکاری دی کہ مولانا علیمی کی طبیعت زیادہ خراب ہے اور وہ ممبئی ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں۔ انہی سے مولانا کے افراد خانہ کا نمبر لیا مگر کئی دنوں تک ان لوگوں سے بھی رابطہ نہ ہو سکا۔ ۲۸ ر رمضان کی شام ان کی اہلیہ سے بات ہوئی، انھوں نے پوری جانکاری دی اور یہ بھی بتایا کہ وہ وینٹی لیٹر پر ہیں اور کل انھیں وہاں سے ہٹا لیا جائے گا، ان کی گفتگو میں خود اعتمادی تھی، ایسا لگ رہا تھا کہ فرشتہ اجل نے مولانا علیمی کے پاس اپنی آمد سے ان کی اہلیہ کو پہلے ہی باخبر کر دیا تھا، بہر حال ہوا وہی جو نوشتۂ تقدیر تھا۔

موت کا آیا فرشتہ لے گیا روح بدن　　　　مرضئ رب خلد جانے کی انھیں جیسے ملی

مولانا علیمی کی رحلت سے پوری ملت اسلامیہ ہند سوگوار ہے، میری زبان گنگ ہو گئی، قلم نے لکھنا چھوڑ دیا کیوں کہ تصور میں بس انھیں کا جلوہ تھا۔ جدھر دیکھتا انھیں کی صورت دکھائی دیتی تھی۔ بقول مشہور شاعر ابوالطیب المتنبی

ما الخل الا من اود بقلبه　　　　اری بطرف لا یری بسوائه

(میرا صرف وہی دوست ہے جسے میں دل سے چاہتا ہوں، جب میں اپنی آنکھ کے کنارے سے کسی طرف دیکھتا ہوں تو بس وہی دکھائی دیتا ہے)

سرزمین ممبئی کی سرکردہ روحانی شخصیت معین المشائخ حضرت مولانا معین الدین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، ناریل واڑی قبرستان میں اپنے والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی اور بھائی مولانا ضیاء الحق علیمی مصباحی کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مقالات

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حضرت علامہ مفتی **محمد شفیق الرحمٰن** عزیزی مصباحی، ہالینڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کل نفس ذائقۃ الموت صدق اللہ العظیم۔

رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲ مئی ۲۰۲۰ء جمعۃ الوداع کا دن تھا، نماز عصر کے بعد میں جامع مسجد طیبہ ہالینڈ میں تلاوت قرآن پاک اور روزانہ کے معمولات میں مصروف تھا، بمبئی سے الحاج سیٹھ وصی الدین صاحب کا فون آیا کہ حضرت کو کچھ معلوم ہوا؟ میں نے کہا کیا ہوا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ حضرت علامہ مولانا معین الحق صاحب قبلہ ہم میں نہ رہے۔ اس خبر جانکاہ سے میں تو سکتے میں پڑ گیا اور مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا۔ دیر تک اسی کیفیت میں رہا، بعد میں دوسرے ذرائع سے بھی اس کی تصدیق ہوئی کہ حضرت علامہ مولانا معین الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ یقیناً وصال فرما گئے۔

حضرت علامہ معین الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال میرے لئے خاص طور پر کس قدر صدمے اور رنج والم کا سبب ہے وہ میں ہی سمجھ سکتا ہوں، کیوں کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے میرا بہت گہرا رشتہ اور تعلق خاطر تھا، وہ نہ صرف یہ کہ میرے رشتے دار تھے، بلکہ قلبی اور ذہنی اعتبار سے نیز مذہبی مسلکی جماعتی اور خاص کر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے تعلق سے ہم دونوں میں بڑی یکسانیت اور بہت ہی یگانگت تھی۔

جب سے میں فارغ ہوا اس وقت سے لے کر کے مولانا کے تادم زیست گھریلو، خانگی، اور ذاتی باتیں تو بہت کم ہوتی تھیں، اکثر و بیشتر علیمیہ کے اساتذہ، طلبہ، جماعت علیمیہ، حضور مبلغ اسلام اور حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے روزانہ گفتگو ہوتی۔ وہ مجھے ہدایت فرماتے، مجھے بہت ساری چیزیں بتاتے، اس لئے آپ کی وفات حسرت آیات سے مذہبی طور پر بھی میرا جو نقصان اور خسارہ ہوا وہ ناقابل بیان ہے۔

انتقال کی خبر کے بعد سب سے بڑا مرحلہ مجھے یہ پیش آیا کہ یہ خبر میں یہاں دیار غیر میں ان کی ہمشیرہ اور اپنی خاتون خانہ کو کیسے دوں؟ کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ بھائی اور بہن کا جو تعلق اور خاندانی طور پر ان کی ایک دوسرے سے موانست ہے اس کی وجہ سے وہ کسی قیمت پر بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر برداشت نہیں کر پائیں گی۔ کئی دنوں تک میں چھپائے رہا، مشورہ کرتا رہا، تقریبا تین دن کے بعد میں نے بڑی حکمت سے اور آہستہ آہستہ یہ خبر اپنی خاتون خانہ کو دی، گھر میں کہرام مچ گیا، لیکن بہرحال بجز صبر کے اور کچھ نہیں، ہم نے صبر کیا۔

انتقال کی رات ہی شہزادۂ حضور قائد اہل سنت حضرت علامہ مولانا شاہ محمد انس نورانی صدیقی دام ظلہ العالی نے نماز تراویح کے بعد مولانا کی حیات وخدمات پر ایک نہایت ہی موثر تقریر کی، جسے سن کر جامع مسجد طیبہ کے مقتدی آبدیدہ ہو گئے، یہاں ہالینڈ میں بھی لوگوں کو معلوم ہوا کہ مولانا کی ذات گرامی کیا تھی؟ حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے جوان کا قلبی تعلق تھا حضرت جانشین قائد اہل سنت اسے اچھی طرح سے جانتے تھے، خود حضرت سے بھی بہت گہرا رابطہ اور تعلق تھا، جس کی بنیاد پر انہوں نے بہت ہی موثر انداز میں اپنا تعزیتی بیان پیش فرمایا۔

حضرت معین العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے چلے جانے سے میری دنیا اجڑ گئی، سمجھ میں نہیں آتا کہ آگے دین اور جماعت کا کام کیسے ہوگا؟ ان کی رہنما باتیں اور محبتیں جو ہمیں تحریک وترغیب اور ہمت وحوصلہ دیتی تھیں اب وہ کیسے حاصل ہوں گی؟

حضرت معین العلماء رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنی ذات وکردار اور اپنے اوصاف میں یقینا ایسے تھے کہ جو بھی ان کی خوبیوں اور ان کے حسن کردار، ان کی خاموشی اور سنجیدگی کو دیکھتا سنتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، نہایت ہی سنجیدہ، حلیم الطبع اور بردبار، بڑی حکمت سے ہر کام کرتے۔ بسا اوقات تو لوگ یہ سمجھتے کہ مولانا کسی چیز کا جواب نہیں دیتے، اپنے جذبات کا مظاہرہ نہیں فرماتے، لیکن یقین جانیے اب ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے حلم میں اور ان کی سنجیدگی میں کیا کیا حکمتیں تھیں کہ جس سے نہ جانے کتنے فتنے فرو ہو گئے اور کتنے فتنوں نے جنم نہیں لیا۔

مولانا علیمی رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی سمجھدار اور ذکی وفہیم تھے، ان کی سمجھ داری اور فہم وذکاوت اور اصابت رائے کے سلسلے میں ایک جگہ شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

’’مجھے مولانا معین الحق صاحب کی رائے اور ان کی سنجیدگی پر پورا بھروسہ ہے، اس لئے ہر اہم کام میں میں ان سے مشورہ لیا کرتا ہوں‘‘۔

ان بزرگوں کے نزدیک جب مولانا کا یہ حال تھا تو عوامی زندگی میں اور عوام الناس کے لئے وہ کس قدر صاحب الرائے اور نہایت ہی متانت کے ساتھ مشورہ دینے والے تھے، یقیناً ان گنت خوبیاں بدرجہ اتم حضرت میں موجود تھیں۔

حضرت مولانا معین الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار سیٹھ شمس الحق علیمی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی) کے بڑے ہی منظور نظر اور ان کی اولاد میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اعتنا و التفات کے حامل تھے۔

سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ طبعا دینی اور مذہبی مزاج رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ علما و مشائخ اہل سنت و جماعت سے ان کا جذباتی تعلق تھا، اس دور میں پورے ملک کے اکابر بالخصوص حضور مفتی اعظم ،حضور حافظ ملت، حضور مجاہد ملت، مفتی اعظم کان پور حضرت مفتی رفاقت حسین، اشرف العلماء حضرت سید حامد اشرف، سید العلماء حضرت سید آل مصطفی رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین سے نہایت مضبوط اور گہری وابستگی تھی۔ نیز پورے ملک کے طول وعرض میں رہنے بسنے والے بہت سارے ائمہ، علما اور خطبا سے علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق تھا۔

البتہ سب سے زیادہ لگاو اور تعلق خاطر کا معاملہ پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد نظامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، میں نے خود کئی مرتبہ دیکھا کہ حضرت نظامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علیمی صاحب کا بڑا لحاظ کرتے، بڑی محبت کرتے اور بہت سارے معاملے میں مشورہ لیتے۔ خود مصطفی بازار علیمی دربار ہوٹل تشریف لاتے، خط و کتابت سے تعلق رکھتے، علیمیہ کے پروان چڑھانے میں بہت مفید مشورہ دیتے اور اولا اس کے مدرسین کے انتخاب میں نظامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی کرم فرماتے۔

علیمی صاحب علما و مشائخ سے بے حد محبت کرتے، ان کی خدمت کرتے اور مہمان نوازی کرتے۔ آپ کی مہمان نوازی قابل رشک تھی، ہم نے اپنے دور میں کسی سیٹھ صاحب کو ایسا نہیں دیکھا جس طرح سے علیمی صاحب تھے، زندگی بھر علما اور طلبہ کا خیال کیا۔ دار العلوم محمدیہ جو بمبئی کا مرکزی ادارہ ہے، اس کے کئی طلبہ کی صبح و شام علیمی دربار میں ضیافت ہوتی تھی اور یہ سلسلہ مولانا معین الحق علیمی صاحب کے زمانے میں بھی رہا۔ مسجد کے امام ہوں یا ابھی علیمی صاحب کے زمانے میں مصطفی بازار میں جو محفل قائم ہوئی وہاں کے امام، نائب امام، بانگی صاحب وغیر ہم سب کے لئے علیمی دربار کا دروازہ کھلا رہتا ہے، یہاں تک کہ گاوں کے جو لوگ تلاش معیشت کے سلسلے میں آتے، ہفتوں ہفتوں علیمی صاحب ان کا بھی خیال فرماتے۔ علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی ان خوبیوں نے بڑا ہی محبوب بنا دیا تھا، بہت ہی مشہور و معروف تھے اور ان پر بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کی نظر عنایت تھی۔

دار العلوم اشرفیہ کو یونیورسٹی بنانے کی جب تحریک چلی تو حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ بمبئی تشریف لاتے، بڑے بڑے

سیٹھ، بڑے بڑے رؤسا منتظر ہوتے، اپنے دیدہ و دل کو فرش راہ کئے ہوتے کہ ان کے یہاں حضرت قیام فرمائیں، لیکن حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی غایت درجہ شفقت اور محبت تھی کہ جب بھی تشریف لاتے سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مصطفی بازار میں قیام فرماتے نیز حضرت مفتی بحر العلوم عبد المنان صاحب قبلہ، حضرت مفکر اسلام خطیب اعظم علامہ محمد قمر الزماں صاحب قبلہ جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن، شاعر اسلام بیکل اتساہی صاحب، علامہ بدر القادری صاحب اور بہت سارے علما جو حضرت کے ساتھ اس وقت ہوتے سب کے سب وہیں مقیم ہوتے۔

مولانا صاحب کے بچپن کا زمانہ تھا، محمدیہ میں پڑھ رہے تھے، بڑی محبت سے حضور حافظ ملت کی خدمت کرتے، مولانا علیمی صاحب نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ حضرت عصر کے بعد انڈا اور گرم چائے پسند فرماتے، میں خوب گرم کرکے چائے لے جاتا اور حضرت کی خدمت میں پیش کرتا، حضرت بہت خوش ہوتے اور دعا دیتے۔ یہی وہ تعلق خاطر تھا کہ ابتدائی تعلیم محمدیہ سے حاصل کرنے کے بعد حضرت علامہ معین الحق صاحب، حضور حافظ ملت کے ایما پر، حضور بحر العلوم کی شفقت سے مبارک پور تشریف لے گئے۔ حضور حافظ ملت کا زمانہ زیادہ تو نہ رہا کیوں کہ ۱۹۷۶ء میں حضرت کا وصال ہوگیا، لیکن جب تک حضرت رہے تاکید تھی کہ مولانا معین الحق صاحب حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں جمعرات کو حاضر ہوں۔ مولانا پابندی کے ساتھ جمعرات کو عصر کے بعد حضور حافظ ملت کے در دولت پہ حاضر ہوتے، حضرت کرم فرماتے، دعا کرتے۔ اور یہ مولانا علیمی صاحب کی خوش نصیبی ہے کہ انہوں نے میزان ومنشعب کے کچھ اسباق حضور حافظ ملت سے پڑھا ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے اسی خاص تعلق کی بنیاد پر مبارک پور میں حضرت بحر العلوم، محدث کبیر، حضرت شیخ القرآن، حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ، حضرت علامہ قاری یحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اساتذۂ کرام مولانا کا بڑا خیال کرتے، مولانا بھی فطری طور پر تحصیل علم میں بہت ہی محنتی اور بہت ہی پابندی وقت کے آدمی تھے۔ ریاست اور ثروت کا اثر یہ تھا کہ مولانا علیمی صاحب پورے اشرفیہ میں وضع قطع اور رہن سہن کی بنیاد پر ممتاز نظر آتے تھے، اللہ تبارک وتعالی نے چہرہ بشرہ ایسا عطا فرمایا تھا کہ کھڑے ہو جائیں تو ہزاروں میں تنہا نظر آئیں۔ البتہ آپ کی یہ امتیازی شان صرف رہنے سہنے تک محدود نہ تھی بلکہ تعلیمی لیاقت میں بھی بہت ممتاز رہے، چناں چہ ہمیشہ نمبر ایک، دو، تین پر رہے اور اسی کے ساتھ اساتذہ کرام سے غایت درجہ محبت تھی اور ان کا بہت ادب واحترام بھی ملحوظ رکھتے تھے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ جب فارغ ہوئے، علیمیہ جمدا شاہی کا جلسہ تھا، مبارک پور سے حضرت معین العلماء تشریف لائے، تقریر

وغیرہ میں بہت شرم کرتے تھے، عادت نہیں تھی فطری طور پر، تاہم پندرہ، بیس منٹ تک قل ان کنتم تحبون اللہ کے عنوان پر پہلی تقریر کی، اس وقت علیمی صاحب کی خوشی کا حال قابل دید تھا، ہم نے بچپن میں دیکھا کہ کس طرح سے علیمی صاحب خوش تھے، علامہ نظامی صاحب اور حضور شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دعائیں دیں۔

علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو بہت چاہتے تھے، بڑی محبت سے تربیت کی، مگر جب فارغ ہوئے خدا کا کرنا یہ ہوا کہ علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، ایک ایکسیڈینٹ میں وہ شہید ہو گئے، ان کی شہادت کے بعد ان کی جگہ مولانا علیمی صاحب کا انتخاب ہوا، اس انتخاب کے لئے مصطفی بازار میں باضابطہ میٹنگ ہوئی، جس میں سیٹھ غلام مصطفی رضوی صاحب، حاجی عبداللطیف صاحب، الحاج منشی محبت علی صاحب، میرے نہایت ہی کرم فرما حاجی اکبر علی صدیقی صاحب، بھائی نصیر خان ڈرائیور اور اس وقت آبادی اور جماعت علیمیہ کے جو لوگ وہاں موجود تھے سب نے باتفاق رائے مولانا علیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو ان کے والد کی جگہ پر صدر منتخب کیا اور ان کا جانشین متعین کیا۔ اس وقت سے لے کر زندگی کے اخیر دور تک جس طرح سے معین العلماء نے علیمیہ کی تعمیر و ترقی کے لئے محنت کی اور جدو جہد فرمائی تاریخ اس پر شاہد ہے، اللہ تعالی ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

مولانا کی جد و جہد سے دار العلوم علیمیہ کا شمار ہندوستان کے اہم تعلیمی اداروں میں ہونے لگا، آپ کی مدت صدارت میں بڑی تیز رفتاری سے ترقی کے قدم آگے بڑھے، علیمیہ کی کلاہ افتخار میں چار چاند لگ گئے، جمدا شاہی کے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

مولانا علیمی کبھی بھی صدارت کے زعم میں گرفتار نہیں ہوئے، اساتذہ اس بات پر گواہ ہیں کہ پوری تاریخ صدارت میں کسی بھی چھوٹے بڑے عالیہ، فوقانیہ، تحتانیہ کے مدرس، یہاں تک کہ کسی ملازم سے بھی مولانا نے سختی یا ترش روئی سے گفتگو نہیں کی ہے۔ مولانا اتنے عظیم منصب پر فائز ہونے کے ساتھ خود اپنے علم وفضل کے اعتبار سے بھی نہایت ہی معزز اور ذی جاہ تھے، لیکن چھوٹے سے چھوٹے مدرس کی درسگاہ میں پہنچ کر اپنی بات پیش کرتے اور گفتگو فرماتے، اللہ تعالی ان کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

ادارہ کے تعلیمی معیار میں اضافہ کیا، ملک کی نامور عصری یونیورسٹیوں اور بین الاقوامی جامعات سے ادارے کا الحاق کرایا۔ آج دار العلوم علیمیہ کے کئی شعبوں میں جو حیرت انگیز ترقی نظر آرہی ہے، اساتذہ اور طلبہ کی تعداد میں جو اضافہ ہوا، عالی شان مسجد کا جو منصوبہ تیار ہوا، یہ سب حضرت معین العلماء کے حسن انتظام اور ان کی کدوکاوش کا ثمرہ ہے۔ ادارے کے تعلیمی معیار کی بنا پر

ملک بھر سے طلبہ کے قافلے جوعلیمیہ کے صحن میں اترنے لگے تھے اس میں مولانا کا بہت بڑا کردار ہے اوران کے جذبہ دروں کا اثر ہے۔

مولانا اپنے دیدہ ور اور مخلص استاذ مظہر کمالات حافظ ملت حضرت شیخ القران رحمۃ اللہ علیہ کو نہ صرف جمداشاہی لائے بلکہ جب وہ تشریف لائے تو ادارے کی تعمیر وترقی کے جوش جنوں میں ان کے ہمراہ شانہ بشانہ عروس البلاد بمبئی میں علیمیہ کے اسباب وذرائع کے لئے جو محنت کی وہ تاریخ علیمیہ کا ایک بہت ہی زریں باب ہے۔ بڑے بڑے روٗسا محبین اور دین کا درد رکھنے والوں کے یہاں تشریف لے گئے، ان سے تعلقات قائم کر کے وسائل وذرائع اور مالیات کے شعبے کو تقویت بخشی۔ غرضیکہ علیمیہ کے معاون خاص سیٹھ غلام مصطفی رضوی مرحوم ومغفور کے انتقال کے بعد یہ سلسلہ قطعا متاثر نہ ہوا بلکہ مردے از غیب بروں آید وکارے بکند کے بموجب کام ہوتا رہا، کاروان ترقی شبانہ روز تیز گام رہا، دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں علیمیہ کی تعلیم وتربیت اوراس کے نظم ونسق کا شہرہ ہوگیا۔

اساتذہ کی تقرری میں بھی مولانا رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا جو کردار ہے اسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا، مولانا نے حضرت استاذ گرامی حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی مشاورت اوران کی سرپرستی میں نہایت ہی باصلاحیت اساتذہ کرام کو چن چن کر ایک مستحکم تدریسی عملہ کا انتظام فرمایا، آپ کے اس حسن کارکردگی سے تعلیم وتربیت کے اعتبار سے پورے ملک میں ادارے کی نیک نامی ہوئی، لیکن تعمیری کام جتنا کچھ تھا اساتذہ اور طلبہ کی بے تحاشہ بڑھتی ہوئی تعداد کے حساب سے ناکافی تھا، حتی کہ بڑے چھوٹے جو بھی ادارے میں آتے کہتے کہ نام اورشہرہ اتنا ہے مگر تعمیری اعتبار سے علیمیہ کا ابھی کوئی قابل ذکر نقشہ نظر نہیں آتا۔

چناں چہ اساتذہ کرام اور خصوصی طور پر میں نے اس وقت بڑی ہی محبت سے گزارش کی اور مولانا علیمی صاحب کے سامنے تجویز رکھی کہ اب ہمیں اس سلسلے میں پیش قدمی کرنی چاہئے، جسے آپ نے عزم وہمت کے ساتھ منظور فرمایا، حضور مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضور قائد اہل سنت رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے اسم گرامی سے منسوب ''القصر النورانی'' بلڈنگ کا مجوزہ نقشہ بنوایا گیا، جس کی تعمیر کے لئے آپ نے بڑی جدوجہد کی۔ الحمدللہ! مولانا علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمدردان علیمیہ کی خاص توجہ اور الحاج وصی الدین اوران کے برادران کے گرانقدر مالی ایثار سے آج یہ دیدہ زیب، پرشکوہ عمارت دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ یہ بلڈنگ جسے دارالعلوم علیمیہ کا سرتاج کہا جا سکتا ہے اور جسے ہر جگہ پیش کیا جا رہا ہے، اس کی ایک ایک اینٹ سے مولانا علیمی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں اور آپ کے خلوص ولگن کی تصویر نظر آتی ہے۔ بڑے ہی سکوار تھے لیکن ''القصر النوارانی'' کی تعمیر کے سلسلے میں مولانا نے نہ سردی کو دیکھا نہ گرمی کو دیکھا، اس کے گواہ اکثر وبیشتر اساتذہ کرام ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ نسواں کا قیام بھی مولانا علیمی کی خاص دلچسپیوں کی بنیاد پر ہوا اور انہیں کے فیصلے سے باصلاحیت طلبہ کی تدریسی تربیت وغیرہ کے لئے باضابطہ تدریسی ٹریننگ کا ایک شعبہ بھی قائم ہوا۔

آپ ہی کی خصوصی دلچسپیوں سے دارالعلوم علیمیہ کے ترجمان اردو ماہنامہ پیام حرم اور عربی ماہنامہ العلیم کی کئی سالوں تک اشاعت ہوتی رہی۔ مولانا کا ایک اور بہت ہی عظیم کارنامہ جسے بھلایا نہیں جاسکتا ہے، وہ سن ۲۰۰۹ عیسوی میں مبلغ اسلام اور قائد اہل سنت انٹرنیشنل سیمینار و کانفرنس کا انعقاد ہے۔

چوں کہ طبعی طور پر حضرت علیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ادارے کے روحانی بانی مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بڑے ہی متاثر اور ان کی ہمہ جہت شخصیت کے لئے سیماب نظر آتے تھے کہ کس طرح سے ان کا تعارف ہو؟ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے میرے مشورے سے ایک پروگرام کیا، میں خود شریک رہا، دنیا بھر سے علما ومشائخ تشریف لائے، بالخصوص حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اور شیخ القرآن استاذ الاساتذہ علامہ عبداللہ خان عزیزی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی مبارک سرپرستی میں یہ سیمینار ہوا، ہمارے جن علما، پروفیسرس اور اسکالرس نے مقالات لکھے تھے مولانا علیمی صاحب نے اپنی خصوصی دلچسپی سے ان کی نگارشات کو یکجا کرواکے ''مبلغ اسلام نمبر'' کی شکل میں دارالعلوم سے شائع کیا۔

زندگی بھر مولانا اسی قدر سیماب صفت تھے حتی کہ آخر دور میں کچھ حالات پیدا ہونے کے باوجود بھی وہ علیمیہ کے لئے تڑپتے رہے اور ادارہ کے تئیں ان کے اخلاص میں کمی نہیں آنے پائی۔

مولانا ہمیشہ مجھ سے دارالعلوم علیمیہ، جماعت علیمیہ، بمبئ اور ملک میں سرگرم سنی اداروں کے فلاح و بہبود اور جماعتی انتشار کو دور کرنے نیز علما کے مابین رابطہ کے تعلق سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ابھی جلدی کی بات ہے کہ ہمارے استاذ گرامی حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی صاحب نے مجھ کو اور علامہ علیمی صاحب کو ''سنی دعوت اسلامی'' کے دفتر میں یاد فرمایا، تقریبا ڈیڑھ گھنٹے تک مجھ سے اور علامہ علیمی سے ہم کلام رہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ طالب علمی سے شفیق الرحمن تم کو بھی اور مولانا معین الحق آپ کو بھی میں نے بتایا کیا کہ مبلغ اسلام کی تفصیلی سوانح تیار ہونی چاہئے، کچھ حد تک تو آپ لوگوں نے کام کیا، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ جوان کا طریقہ دعوت وتبلیغ اور عظیم مشن ہے، اس حوالے سے آپ لوگ کوئی ایسا منصوبہ بنائیں جس سے افادیت زیادہ عام ہو، کیوں کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ موجودہ ہندوستان میں اگر مسلمانوں اور علما وطلبہ کو باوقار زندگی کسی طرح سے میسر ہوسکتی ہے، تو اس کے لئے خلیفہ اعلی حضرت حضور مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نقوش وخطوط اور ان کے ارشادات وتعلیمات کو اپنانا

پڑے گا۔لہذا علیمیہ کے ذمہ دار کی حیثیت سے آپ کی اور مولانا علیمی کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ انتظام کریں۔ چنانچہ ہم نے اسی وقت یہ تہیہ کیا کہ ”مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر“ کا قیام ہو،اس سلسلے میں چوں کہ بیچ میں کچھ ایسے نا مساعد حالات پیدا ہوئے کہ ہم پوری طرح توجہ نہ دے سکے،لیکن ذہنی طور پر ہمیشہ تیار رہے کہ مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کے ذریعہ ہم ان خطوط کو آگے بڑھائیں،مولانا سے جب بھی گفتگو ہوتی اس سلسلے میں وہ ہدایت فرماتے اور مفید مشورے دیتے،لیکن خدا کی مرضی تھی کہ مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کو پورے طور پر وہ نہ دیکھ سکے،ان شاء اللہ ہم منظم انداز میں اس پلیٹ فارم سے کام کریں گے۔

اللہ تعالی نے بڑی خوبیوں سے ان کو نوازا تھا۔ بڑے ہی فیاض،اپنے دوستوں کے ساتھ بڑے ہی مشفق،کن کن خوبیوں کو میں بیان کروں؟ کس طرح سے وہ غریبوں اور حاجتمندوں کی خاموشی سے مدد کرتے۔طلبہ،اور علما کے ساتھ جوان کا تعلق تھا وہ تو جگ ظاہر ہے،اچھی طرح سے لوگ سمجھتے ہیں،اسی طرح سے غریبوں کے ساتھ بھی۔گھریلو زندگی میں بھی نہایت متحمل،نہایت ہی سمجھ داری سے ہر چیز کرتے۔یقینا ان کی جدائی سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا،میرے لئے ذاتی طور پر بھی بڑا نقصان ہوا۔

میں فارغ ہونے کے بعد بمبئی دار العلوم محمدیہ میں رہا،اس کے بعد حضرت اشرف العلماء علیہ الرحمہ،حضرات اساتذہ دار العلوم محمدیہ اور حضرت مولانا ظہیر الدین خان صاحب مفسر قرآن نے مجھے مشرقی افریقہ ممباسہ بھیجنا چاہا،وہاں چوں کہ نجدیوں اور ندویوں کا بڑا غلبہ تھا،اس لئے مولانا کے خاص مشورے سے میں وہاں گیا۔مولانا میرے دوران قیام دو مرتبہ ممباسہ تشریف لائے، مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشاورت سے ہم نے وہاں دار العلوم برکات مصطفی کا قیام کیا،حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا دورہ ہوتا رہا۔

دار العلوم برکات مصطفی کے قیام کے بعد حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ہالینڈ آ گیا،یہاں آنے کے سلسلے میں سب سے پہلے خط حضور قائد اہل سنت نے علامہ علیمی کو لکھا اور بتلایا کہ مولانا شفیق الرحمن صاحب سے کہیے کہ وہ تیار ہو جائیں۔چنانچہ مولانا مشورہ دیتے رہے۔حضرت قائد اہل سنت کی خصوصی نظر مولانا علیمی صاحب پر تھی،بڑے چہیتے مرید تھے،اکتساب فیض کے لئے ہر سال وہ کراچی جاتے،حضرت بہت کرم فرماتے۔

حضرت علامہ علیمی صاحب یہاں امسٹرڈم ہالینڈ بھی کئی بار تشریف لائے،ہمراہ ماریشس کا بھی دورہ ہوا،جانشین قائد اہل سنت حضرت علامہ انس صاحب کی دعوت پر قائد اہل سنت کے عرس میں بھی ہمارا کئی سفر ہوا۔یہاں ہالینڈ کے علما اور طلبہ میں مولانا بہت ہی مقبول تھے،کئی مرتبہ جامعہ مدینۃ الاسلام کے منتہی طلبہ نے بخاری شریف،مسلم شریف اور دیگر کتابوں کا امتحان دیا،یہ سارے علما آج

کل یاد کرتے ہیں۔ دین کی خدمت کے تعلق سے مولانا کا میرے اوپر بہت ہی بڑا کرم تھا، میں جب سوچتا ہوں تو میری نیندیں اجاڑ ہوجاتی ہیں، اللہ تعالی انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ **برحمتك يا ارحم الرحمين!**

مولانا کا قیام ممبئ میں تھا اس لئے عروس البلاد ممبئ کے تمام اداروں سے آپ کا خصوصی تعلق تھا، دارالعلوم محمدیہ کے سالانہ امتحان میں بحیثیت ممتحن اور جلسہ دستارفضیلت کے موقع پر بطور مہمان حضور اشرف العلماء کے زمانے ہی سے مدعو کئے جاتے رہے۔ حضور اشرف العلماءعلامہ سید حامد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا علیمی سے بہت محبت فرماتے تھے، آپ کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح سے آپ کو دو ایک گھنٹی دارالعلوم محمدیہ میں بحیثیت استاذ دے دیں۔ دارالعلوم محبوب سبحانی، دارالعلوم قادریہ غریب نواز سے بھی بڑا گہرا تعلق تھا۔

اخیر دور میں حضور معین المشائخ ہر چھوٹے بڑے جلسے اور تقریب میں آپ کو مدعو کرتے اور بڑی محبت کا برتاو کرتے، بلال مسجد میں جب حضرت معین میاں دامت برکاتہم تشریف لائے اور آپ نے اسے اپنی دعوت وتبلیغ اور رشد وہدایت کا مرکز بنایا تو عموما حضرت معین العلماء وہاں تشریف لے جاتے۔ حضرت معین المشائخ سیاسی، سماجی، رفاہی اور اصلاحی معاملات میں اپنے ساتھ میں معین العلماء کو رکھتے۔

وصال کے بعد پورے ملک کے علما، طلبہ اور مدارس کے ذمہ داروں کو بڑا گہرا دکھ اور رنج ہوا، اس بات پر ملک اور بیرون ملک سے جو تعزیتی پیغام میرے نام آئے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کی کیا محبوبیت اور مقبولیت تھی؟ لوگوں کے دلوں میں کیا آپ کا احترام اور وقار تھا؟ آپ کی کیا عزت تھی؟ اور یہ پتہ چلا کہ کس طرح سے ہر ایک عالم سے ان کا تعلق خاطر تھا؟

جنازے کے موقع پر معین المشائخ رو پڑے، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب خطیب وامام ہندوستانی مسجد آبدیدہ ہو گئے۔ عزیز القدر مولانا عرفان احمد علیمی اور جو ان کے قریبی احباب یا ان کے معاونین تھے ان سے جو تعلق خاطر تھا وہ تو باپ بیٹے جیسا تھا۔

مولانا عرفان صاحب پہ جو صدمہ ہوا وہ بھی ناقابل بیان ہے، چوں کہ سفر وحضر اور ہر وقت کے ساتھی تھے، مولانا عرفان نے جو خدمت کی ہے اللہ تعالی اس کی بہترین جزا عطا فرمائے، ایک بیٹے کی شکل میں مولانا علیمی صاحب کی خدمت کرتے رہے اور ہر محاذ پہ دین کے لئے، جماعت کے لئے، علیمیہ کے لئے بہت ہی مخلصانہ تعاون پیش کیا، اس جاں کاہ حادثے سے مولانا عرفان بھی بہت ہی متاثر ہوئے، کئی سالوں سے مولانا کا قیام علیمی آفس ہی میں تھا۔

''علیمی آفس''، جو علیمی دربار ہوٹل سے متصل ہے اسے مولانا نے علیمیہ کے لئے، علما کے لئے اور جماعتی کام کے لئے زندگی بھر وقف رکھا، جس سے پوری تحریک کا کام ہوتا رہا، نہ اس کا ایک پیسہ کرایہ تھا نہ اس سے حصول زر کا کوئی ذریعہ، حالاں کہ ممبئی کے سنٹرل مقامی زمینوں کی قیمت واقف کار حضرات سے پوشیدہ نہیں، یقینا یہ مولانا کی بے مثال مخلصانہ خدمت ہے۔

حضرت معین العلماء کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اپنے باپ ہی کی طرح ان کے تمام معمولات اور تعلقات کو زندگی بھر نبھایا اور ان کے چھوڑے ہوئے کاموں کو کرتے رہے، انہیں میں ایک بہت ہی بڑا جماعتی کام سالانہ شہید کربلا کانفرنس اور عرس علیمی کا انعقاد بھی تھا۔ یہ عاشورا کے دن ہونے والا وہ تاریخی جلسہ وعرس ہے جس کی پوری جماعت میں کوئی مثال نہیں ملتی، بغیر کسی نذرانے کے ہزاروں کی تعداد میں علما اور اکثر و بیشتر ہمارے اکابرین اس اسٹیج پر تشریف لا چکے ہیں۔ وہ عظیم الشان جلسہ ہوتا جس میں تا حد نظر اہل سنت و جماعت کا انتہائی خاموش مثالی اجتماع ہوتا ہے۔ مولانا زندگی بھر اس بزم کو محبت کے ساتھ سجاتے رہے اور ہر آنے والے مہمان کے ساتھ خلوص اور محبت کا برتاو کرتے رہے۔

اخیر دور میں عرس علیمی اور شہید اعظم کانفرنس کی نوعیت قدرے بدل دی گئی تھی، ہم نے فیصلہ کیا کہ ''مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر'' کی جانب سے ہر سال جماعت کے کسی بڑے عالم دین کی خدمت میں ''مبلغ اسلام ایوارڈ'' پیش کیا جائے، چنانچہ تین سالوں سے لگاتار یہ سلسلہ جاری ہے، آگے بھی بہت سارے اہداف و مقاصد ہیں، اللہ تعالی سب کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

ان شاء اللہ مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر کے ناظر و ناظم مولانا عرفان علیمی اور ہم عروس البلاد بمبئی کی سرزمین سے مولانا کی ان آرزوں اور تمناوں کو عملی جامہ پہنائیں گے جس سے ان کی روح کو عالم بالا میں سرور و سکون ملے گا، علاوہ ازیں دار العلوم علیمیہ کی تعمیر و ترقی کے حوالے سے علامہ علیمی صاحب کی معیت ورفاقت میں طویل عرصہ گزارنے اور ان سے خاص ہم آہنگی کی وجہ سے مجھے ادارے کی سربراہی کا جو اہم فریضہ سونپا گیا ہے ان شاء اللہ الرحمن اسے ارکان و ذمہ داران اور مخلصین و محبین اور ادارہ کے بلند ہمت صدر المدرسین حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی حفظہ اللہ کے تعاون سے انجام دینے کی پوری کوشش کرتا رہوں گا، ان شاء اللہ حضور مبلغ اسلام، حضور قائد اہل سنت اور اکابرین اہل سنت کی دعائیں اور ان کی روحانیت ہمارے ساتھ ہوں گی۔

مقالات

حضرت علامہ معین الحق صاحب صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمد اشاہی کا سانحۂ ارتحال

حضرت علامہ **محمد قمر الزماں اعظمی** صاحب قبلہ
جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن، لندن

مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمٰن مدظلہ العالی کے ذریعہ یہ دردناک اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی انتقال فرما گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ -

حضرت مولانا معین الحق علیمی کا سانحۂ ارتحال ایک ایسا المیہ ہے، جو مدتوں تک اہل ہند و بیرون ہند کے دین دار طبقے کو مبتلائے غم رکھے گا۔ خدائے ذوالجلال ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین** ﷺ۔ حضرت مولانا معین الحق علیمی سے میری ملاقات ان کے زمانۂ طالب علمی سے تھی اور جب بھی ہندوستان جانا ہوتا تو مصطفی بازار میں ان سے ملاقات ضرور کرتا۔ وہ ایک انتہائی بااخلاق، متواضع، ملن سار تھے، ہر ایک سے اخلاص ومحبت اور احترام کے ساتھ ملا کرتے تھے۔ وہ ان تمام اخلاقی قدروں کے حامل تھے جو ان کے عظیم والد بانی دار العلوم علیمیہ جمداشاہی جناب شمس الحق علیمی علیہ الرحمہ سے ان کو ورثہ میں ملی تھی۔ جناب سیٹھ شمس الحق علیمی علیہ الرحمہ ایک عظیم انسان تھے، مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کے بعد انہوں نے اپنی زندگی خدمت دین کے لیے وقف کر دی تھی، جمداشاہی میں دار العلوم علیمیہ کا قیام اور ممبئی کی سرزمین پر ہر سال دس محرا الحرام کو اپنے شیخ طریقت حضور مبلغ اسلام کے عرس کا اہتمام اور اس میں مشائخ وسادات کرام کے ذریعہ مبلغ اسلام کی حیات وخدمات سے متعارف کرانا ان کا مشن تھا۔ بحمد اللہ یہ سلسلہ کم وبیش ستر سال سے تاہنوز جاری ہے۔ ان کے وصال کے بعد ان تمام روایات کو مولانا معین الحق علیمی نے نہ صرف باقی رکھا بلکہ ان کو مزید ترقی دی۔

دار العلوم اشرفیہ کو الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) میں تبدیل کرنے کی تحریک میں جناب شمس الحق علیمی علیہ الرحمہ کا عظیم کردار تھا۔ چندہ کی تحریک کے زمانہ میں ان کا گھر آقائے نعمت حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قیام گاہ ہوتا تھا، اور وہیں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ، بیکل اتساہی مرحوم اور احقر، سیدی حافظ ملت کی خدمت میں جمع ہوتے اور وہیں سے ممبئی کے مختلف

علاقوں کے علاوہ بھیونڈی وغیرہ کا دورہ کیا جاتا۔ ایک دفعہ جناب بیکل اتساہی نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے عرض کی کہ قاری طیب وغیرہ جب دیوبند کے چندہ کے لیے آتے ہیں تو فائیو اسٹار ہوٹل میں قیام کرتے ہیں، تاکہ ممبئ کے سرمایہ داران سے مل سکیں۔ کیا میں آپ کے لیے کسی ہوٹل کا وسیع وعریض کمرہ بک کرادوں؟ تو سیدی حضور حافظ ملت نے قدرے آزردگی سے ارشاد فرمایا ''میرے لیے شمس الحق علیمی کا گھر ہر جگہ سے زیادہ عزیز ہے''۔

جناب شمس الحق علیمی ایک کاروباری شخص تھے، مگر ان کے شیخ طریقت کی دعا اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی خدمت کا یہ اثر تھا کہ انہوں نے اپنے دونوں صاحب زادوں کو اشرفیہ میں داخل کر کے عالم دین بنایا۔ مولانا معین الحق علیمی نے اپنے والد گرامی اور ان کے رفقا کی عظیم تعمیر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کو اپنے رفقا کے ساتھ مل کر بہت زیادہ ترقی دی۔ اس ادارہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں ہمیشہ انتہائی معیاری اساتذہ نے تدریسی خدمات انجام دیں اور ہر حال میں دارالعلوم علیمیہ ہی سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ چندسال کے لیے حضرت شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ میری درخواست پر الجامعۃ الاسلامیہ رونا ہی تشریف لائے اور تدریسی خدمات انجام دیں۔ وہ دور جامعہ اسلامیہ کا زریں دور تھا مگر دوبارہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی کشش اور مولانا شفیق الرحمن کی درخواست پر تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کے رہ گئے۔

چندسال پہلے اس خادم کے علاوہ مولانا اسلم رضا اور جناب رفیق برکاتی نے منصوبہ تیار کیا کہ مولانا انوار احمد خان بغدادی کو دبئ میں قیام کی سہولتیں فراہم کر کے ان سے فتاویٰ رضویہ کی تمام جلدوں کی تعریب کا کام لیا جائے۔ مولانا انوار احمد خان بغدادی صاحب تشریف لے گئے ، ویزہ اور قیام کا انتظام بھی ہو گیا مگر جمدا شاہی کی کشش پھر انہیں وہیں لے گئی، اور آج وہ یہاں کے پرنسپل ہیں، اس کی وجہ غالباً وہاں کا علمی ماحول اور وہاں کے احباب نیز مولانا معین الحق علیہ الرحمہ کی محبت ہے۔ حضرت مولانا معین الحق علیمی کے وصال سے اس ادارہ کو بظاہر ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے، مگر امید ہے کہ اس ادارہ کے ساتھ جن شخصیات کا اخلاص، ان کی قربانیاں اور حضور مبلغ اسلام اور حضور حافظ ملت رضی اللہ عنہما کی دعائیں اور روحانی سرپرستی وابستہ ہیں، ان کے طفیل ان شاء اللہ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے گا۔ میری درخواست اراکین دارالعلوم سے یہ ہے کہ ماضی کی تلخیاں فراموش کر کے اللہ جل جلالہ اور رسول علیہ السلام کی رضا کے لیے متحد ہو کر دارالعلوم کو ترقی پر پہونچائیں۔ **فجزاکم اللہ خیر الجزاء**۔

مقالات

باسمہ تعالیٰ

آہ ایک دینی چراغ اور بجھا

مولانا **شمیم اشرف** ازہری رحمۃ اللہ علیہ
سابق خطیب جامع مسجد ماریشس

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے　　حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

الموت حق: موت تو کسی کی بھی ہو دردناک اور افسوس ناک ہوتی ہے، صدمہ کی چیز ہوتی ہے اور اگر کسی دینی علمی شخصیت کی ہو تو بہت زیادہ تکلیف دہ، دلخراش، جگر پاش، دل کو ہلا دینے والی ہوتی ہے۔ پسماندگان ٹوٹ جاتے ہیں۔

علمائے حق اٹھتے جا رہے ہیں، دینی و علمی گراف گھٹتا جا رہا ہے، قرب قیامت میں اہل علم کے سینوں سے علم اٹھا نہیں لیا جائے گا بلکہ علمائے حق اٹھا لیے جائیں گے۔ درس گاہوں میں جلال و جمال پھیکا پڑ جائے گا، علمائے حق کا سایہ اٹھتا جائے گا۔ ایک غم ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا زخم لگ جاتا ہے۔ ماضی میں جب کوئی عالم باعمل، عالم حق کوچ کرتا تھا اپنے پیچھے علما کی ایک جماعت چھوڑ جاتا، یہ جماعت نیابت کرتی اور خدمت دین کا کام جاری و ساری رہتا، چراغ سے چراغ جلتا رہتا۔ لیکن قحط الرجال، قحط العلما کے اس زمانے میں بہت مایوس کن حالات پیدا ہو رہے ہیں، جہالت و دین بیزاری کا دور دورہ ہوتا جا رہا ہے اور جو خلا پیدا ہوا اس کا پر ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو رہا ہے اللہ کرم فرمائے۔ (آمین)

عزیزم مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ بہت فعال اور مخلص، ملنسار، مشفق و مہربان، علم و علما نواز، منکسر المزاج، کم گو، سادہ انداز زندگی، بااخلاق طرز گفتگو، فروغ دین وسنیت کے لیے ان کا درد دل، سوز دروں، فکر کی گہرائی، ہر بات دلوں کو موہ لینے والی تھی۔ بری عادتوں سے کوسوں دور تھے، تفاخر و تکبر کو قریب نہیں آنے دیتے، صاحب ثروت ہونے کے باوجود امیری میں فقیری کا جذبہ رکھتے، جھوٹ، دھوکہ، چالبازی سے نفرت کرتے تھے، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے روح رواں تھے، ریڑھ کی ہڈی تھے، اساتذۂ دارالعلوم وطلبائے کرام سے سچی محبت رکھتے تھے، اساتذہ کا ادب، طلبہ پر شفقت کا برتاؤ تھا۔ دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں برابر کوشاں رہے۔ دارالعلوم علیمیہ کی عمارتوں میں اضافہ کے لیے انتھک دوڑ بھاگ کرتے رہے۔ یہ دینی جذبہ ان کو وراثت میں ملا تھا۔ ان کے والد محترم جناب سیٹھ شمس الحق علیمی پر روحانی بزرگ مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کا فیض تھا، وہ حضرت کے سچے مرید تھے، انہیں کی کوشش سے دارالعلوم کا قیام ہوا، دارالعلوم کی علمی ترقی ہوئی، ان کی آرزو تھی کہ دارالعلوم ترقی کرے، ان کے مرشد کی

یادگار باقی رہے۔ پروان چڑھے اور بڑھ چڑھ کر دین وسنیت کا کام ہوتا رہے۔

علیمی صاحب کا قیام اگرچہ ممبئ میں رہتا تھا مگر ہمیشہ دارالعلوم سے ان کا دل لگا رہتا تھا۔ ممبئ میں بھی دینی علمی سرگرمیوں میں خوب حصہ لیتے تھے۔ اشرف العلماء کی تحریک پر باؤلہ ممبئ میں دارالعلوم محمدیہ کا قیام ہوا، علیمی صاحب برابر اشرف العلما سے ملتے رہتے تھے۔ اور دارالعلوم کے کاموں میں حصہ لیتے۔

فقیر کے جامعہ ازہر مصر سے واپسی پر اشرف العلماء نے دارالعلوم محمدیہ میں خدمت تدریس کے لیے طلب فرمایا تو علیمی صاحب نے اپنے فرزند مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کو دارالعلوم محمدیہ میں داخل فرما دیا، اس طرح مولانا کی ابتدائی کتابیں دارالعلوم میں ہی ہوئیں، پھر اشرف العلما نے خطابت کے لیے موتی مسجد بائیکلہ فقیر کو بھیج دیا، بائیکلہ اور مصطفی بازار قریب قریب تھے۔ اب مولانا معین الحق مجھ سے پڑھنے موتی مسجد آیا کرتے اور علیمی صاحب اکثر و بیشتر نمازوں میں حاضر رہتے اور دینی خدمت اور سنیت کے فروغ کے لیے گفتگو فرمایا کرتے اور بد مذہبوں کی چال سے آگاہ فرماتے۔

مصطفی بازار میں بعد نماز ظہر ہر سال عاشورہ کے دن عرس علیمی کا روح پرور پروگرام ہوتا، علماے کرام کثیر تعداد میں شریک عرس ہوتے، بڑا مجمع ہوتا، یہ سب علیمی صاحب کی سرپرستی میں ہوتا تھا۔ علیمی صاحب کے وصال کے بعد یہ سب ذمہ داریاں مولانا معین الحق پر آ گئیں۔ دارالعلوم علیمیہ، ممبئ میں دینی سرگرمیاں، ممبئ تشریف لانے والے سنی علماے کرام کی ضیافت، علیمی دربار ہوٹل، ممبئ کے علماے کرام وائمہ مساجد سے رابطہ میں رہنا، گاہے بگاہے ان کی دعوت کرنا، ان کے ساتھ مجلس مشاورت قائم کرنا یہ سب ذمہ داریاں اب مولانا معین الحق پر آ گئیں۔ مولانا نے حسن و خوبی سے یہ سب ذمہ داریاں نبھایا اور کچھ اضافی خدمات بھی انجام دیں۔ مثلاً اشاعتی شعبہ سے مبلغ اسلام نمبر اور خانوادۂ علیمیہ کا تعارف، آپ کی سرپرستی میں عربی اردو ماہناموں اور سہ ماہی وسالانہ رسالوں کا اجرا عمل میں آیا، اور دوسری کتابیں بھی شائع ہوئیں، دارالعلوم علیمیہ کا کام بڑھتا گیا۔ مولانا کیا گئے علیمی چمن کا ایک پھول گر گیا، مولانا زبان حال سے یہ کہتے گئے۔

عشق احمد میں مرنا ہے مر جائیں گے　　ان کی الفت لئے ہم گزر جائیں گے
یہ نہ پوچھو کہ مر کر کہاں جائیں گے　　گھر ہے فردوس میں، اپنے گھر جائیں گے

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، ان کے روحانی فیوض و برکات سے عالم اسلام کو مستفیض و مستنیر فرمائے، کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔ دارالعلوم علیمیہ کے اساتذۂ کرام اور طلبہ کرام کو سلام عرض ہے اور تعزیت پیش ہے، خصوصاً ان کے ہمدم اور برادر کا درجہ رکھنے والے عزیز گرامی وقار مولانا عرفان علیمی صاحب سے بعد سلام تعزیت پیش ہے۔ اللہ پسماندگان کو صبر جمیل اور اس پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

مقالات

آہ معین العلماء نہ رہے!

کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

شہزادۂ حضور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی **شکیب ارسلان** صاحب قبلہ مصباحی

اہل سنت کی مرکزی درس گاہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کروڑوں سنیوں کے دل کی دھڑکن ہے۔ جو مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تبلیغ وترویج واشاعت کا ایک عظیم ادارہ ہے۔جس کی خشت اول میں الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی علیہ الرحمہ کی جوانی کے گرم گرم لہو کی بوندیں شامل ہیں۔آپ نے اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی ہے۔ یہ ادارہ مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی نشانی ہے۔آپ نے ان کا دامن عفو وکرم مضبوطی سے تھاما، اوران کی غلامی وکفش برداری کا قلادہ گلے میں ڈالا۔ان کے دینی اور روحانی فیضان سے سرفراز ہوئے۔اسی نسبت کی برکت سے اجلہ علمائے کرام کی صحبت ملی، اور عظمت و بلندی آپ کا مقدر ہوگئی۔

خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب علیہ الرحمہ کی تقریروں کے آپ دلدادہ تھے۔ان کے جلسوں میں مجاہدانہ سرگرمیوں کے ساتھ شریک ہوتے۔جب نظامی صاحب علیہ الرحمہ سخت علیل ہوئے، علیمی صاحب کی پریشانی بڑھی، مجھ سے فرمایا بابو! نظامی صاحب علیہ الرحمہ کو خط لکھ دو کہ وہ ممبئی تشریف لائیں میں ان کا علاج کراؤں گا۔نظامی صاحب نے اظہار تشکر کے بعد بڑے ہی والہانہ انداز میں جواب لکھا جسے میں نے ہی پڑھ کر سنایا۔علیمی صاحب علیہ الرحمہ نہایت ہی متصلب سنی، اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار تھے۔اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارہ نہیں تھا۔فرماتے اس مسلک کو میں نے اپنے پیر کی ہتھیلیوں سے حاصل کیا ہے، اپنے قلب ودماغ کو اس کی حرارت سے گرمایا ہے۔

آپ ایسے کسی مہمان کو اپنے یہاں ٹھہرانا اور خاطر تواضع کرنا پسند نہیں کرتے جو نماز سے غافل، یا تارک نماز ہو، خواہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ حسن اتفاق، اور کرم بالائے کرم ہے کہ ایک باپ (علامہ عبد العلیم علیہ الرحمہ) نے دوسرے باپ (شمس الحق علیمی صاحب) پر اپنی روشن ضمیری کا پرتو ڈالا۔باپ کو کندن بنا ڈالا۔اور ایک بیٹے (علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ) نے دوسرے بیٹے

(معین الحق علیمی صاحب) کی دستگیری کر کے بیٹے کو رشک انجمن بنا دیا۔ دونوں باپ بیٹے کا دونوں باپ بیٹے پر آج بھی فیض جاری ہے۔ علیمی صاحب بڑے صالح، نیک اور عجیب وغریب انسان تھے، ان کی عظمتوں کا پیمانہ متعین نہیں کیا جا سکتا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر وترقی کے لیے علما کا ایک وفد ممبئی جانے کو تیار تھا، سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب فرط انتظار میں فرش راہ ہیں، علمائے کرام تشریف لائے، آپ نے اپنی چھوٹی سی کھولی میں انھیں ٹھہرایا۔ اپنی بیوی بچوں کو پاس پڑوس میں شفٹ کر دیا اور خود فٹ پاتھ پر سوئے۔ یہ کتنا بڑا ایثار ہے، جو نا قابل فراموش ہے، چندہ کی فراہمی میں آپ کی وارفتگی قابل دید تھی۔ الحاج غلام مصطفی سیٹھ کرلا ممبئی کے پاس وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔ عرض مدعا پیش کیا، اس بندۂ خدا نے آناً فاناً دس پندرہ سیٹھ کو مدعو کیا، بعد طعام مقصد کا اظہار کیا اور کہا ''میں نے مثلاً پچاس ہزار دیا ہے تم لوگ کتنا دیتے ہو، دیکھتے ہی دیکھتے دس پندرہ کمروں کا انتظام ہو گیا۔

ایک دفعہ حافظ ملت علیہ الرحمہ حج بیت اللہ شریف کے لیے جاتے وقت ممبئی پہونچے، عشاق اسٹیشن ہی پر جمع ہو گئے، کوئی کہتا میرے یہاں چلیں، کوئی کہتا میری گاڑی میں بیٹھیں اور حضرت کی نگاہ کسی اور کو تلاش کر رہی تھی، نظر آ گئے، شمس الحق علیمی صاحب نظر آ گئے، آپ نے فرمایا ''حاجی صاحب آپ کی گاڑی کہاں ہے''۔ حضور میں گاڑی والا نہیں ہوں پھر میں کس طرح آپ کی کھولی پر پہونچوں گا۔

شعر:

کیوں ہنس کے کہہ دیا مرے در کا فقیر ہے
میرا مزاج اور بھی شاہانہ کر دیا

گویا حضرت کا اشارہ تھا۔ بیوی بچوں اور خود کو فٹ پاتھ کے حوالے کر دیا تھا میں نے فلیٹ اور گلشن کے سیر کو آپ کی کھولی کے سامنے ہیچ سمجھا۔ ان تمہیدی کلمات سے مجھے بتانا ہے کہ مخیر قوم وملت حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ اسی کھولی کے ایک فرد تھے، اپنے والد صاحب کی محبتوں کے سائے میں پروان چڑھے اور جب نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، اکابر علمائے کرام ومشائخ عظام کو اپنے گرد پایا، ان کی محبتیں اور عنایتیں آپ کے سر پر سایہ فگن رہیں۔

ایک طرف علما حضرت علامہ سید حامد اشرف صاحب کی خواہش اور دوسری طرف حضور بحر العلوم علیہ الرحمہ نے علیمی صاحب سے ان کے بیٹے کی قربانی چاہی، کس دل سے اس بچے کو اپنے سے جدا کریں، سینہ پر بھاری پتھر کی سل رکھ کر بحر العلوم کے حوالے کیا، آپ نے فرمایا علیمی صاحب یہ بچہ آج سے میرا بچہ ہے میرے گھر رہے گا، یہیں کھائے گا، اور میرے لڑکے کے ساتھ مدرسہ پڑھنے جایا

کرے گا، آپ فکر نہ کریں، علیمی صاحب اپنے آنکھوں کے تارے اور جگر کے ٹکڑے کو حضرت بحر العلوم کے حوالے کر کے خالی ہاتھ واپس آ گئے۔

مولانا معین الحق علیمی مرحوم کی تعلیمی مصروفیات شروع ہوگئیں، اکابر علماے کرام سے اکتساب فیض کا موقعہ میسر ہوا، داخل نصاب ہر فن آپ کے ذوق مطالعہ کا مرکز رہا۔ مگر عربی ادب آپ کے فکری مزاج کی جولانگاہ کا محور رہا۔ بہت محنت، لگن، اور دلچسپی سے تعلیم میں منہمک رہے۔ حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ سے عربی میں تحسین وتکریم کا خراج وصول کیا۔

حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ نے جذبہ مسابقت کی خاطر طلبا میں اعلان فرمایا۔ جو طالب علم اپنی جماعت میں ممتاز نمبر حاصل کر کے اول پوزیشن پر آئے گا اس کو انعام سے سرفراز کیا جائے گا (شاید یہ روایت جامعہ اشرفیہ میں ابھی باقی ہے)۔ مولانا علیمی مرحوم کے ذوق مطالعہ اور کتب بینی کے شوق نے یہ مرحلہ بھی آسان کر دیا اس طرح جماعت میں ممتاز اور اول پوزیشن حاصل کر لیا۔ جامعہ اشرفیہ میں آپ کا تعلیمی دور اور طویل زمانہ ہر طرح کے لہو ولعب، عیوب ونقائص سے پاک رہا۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا تو دور کی بات ہے۔ حجت وتکرار اور ابے تبے کی نوبت تک نہیں آئی، میں نے اپنے پچاس سالہ تعلقات میں کبھی آپ کو غضبناک یا غصہ میں نہیں دیکھا، چہرہ پر ہمیشہ گلاب کی شادابی اور سرخی ہی نظر آئی، شاہانہ طمطراق کے ساتھ لباس فاخرہ میں ملبوس رہتے، موسم کے لحاظ سے کپڑوں کا انتخاب کرتے۔

حضرت بحر العلوم کی خصوصی توجہ اور نظر عنایت کے سایہ میں مولانا علیمی صاحب مرحوم کی زندگی کے ایام گزرے، آپ فرماتے ہمارے مولوی صاحب محنت، لگن اور جانفشانی کے ساتھ مطالعہ کر کے اور سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ اس لیے اساتذہ کی نگاہ میں بھی آپ محبوب رہے۔ ایک دفعہ ہم جمعہ کی رات بے فکری میں محو کلام تھے کہ اچانک دروازہ کھلا، دیکھا حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سامنے کھڑے ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، آپ فرماتے ہیں "استغفر اللہ" قرآن فرماتا ہے "وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾" ہماری گردن ندامت کے بوجھ سے جھکی رہی۔

مولانا علیمی صاحب علیہ الرحمہ کا جمال صورت بھی کمال سیرت بھی:

مارہرہ مطہرہ میں پہلی دفعہ حاضری ہوئی۔ حضرت سید نجیب حیدر میاں آپ کے جمال جہاں آرا کو ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہے۔ چپکے سے مجھ سے پوچھا "یہ بزرگ کون ہیں" میں نے کہا حضور یہ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کے صدر اعلیٰ مولانا معین الحق علیمی صاحب ہیں

’’جو مولانا گر ہیں‘‘ ان کی نگرانی میں بہت سارے علماے کرام مصر و بغداد کی یونیورسٹی سے پڑھ کر اکناف عالم میں مذہب اسلام اور دین حنیف کی خدمت میں مصروف ہیں۔

شعر:

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں — اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

اور اگلا شعر ان کے سیرت کے کمال کا آئینہ دار ہے۔

شعر:

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے — جو کچھ کہا تو ترا وصف ہو گیا محدود

جمدا شاہی جیسے کوردہ اور لق و دق صحرا میں اتنی عظیم اور فلک بوس عمارت اپنی مثال آپ ہے۔اہل سنت کے اداروں میں اس کو اہم مقام حاصل ہے۔مولانا علیمی مرحوم نے اپنے والد محترم سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ کی یادگار کو ثریا کا عروج بخشا۔اس کی تعمیر و ترقی میں جوانی کی ساری توانائیاں صرف کیں۔اسے سنوارا سنبھالا، پلکوں پر بٹھایا۔آنکھوں سے لگایا۔پھر شاہراہ ترقی پر گامزن کیا۔نوشتہ دیوار لکھا ہوا پڑھ لیں اس کے در و دیوار پکار رہے ہیں۔

شعر

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے — چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اور آپ نے جامعہ علیمیہ کو عروج بخشا، اس کی تعمیر و ترقی کی راہ میں مشقتیں اٹھائی ہیں، زخم بھی کھائے ہیں، اور پاؤں میں چھالے بھی پڑے ہیں، ارادے متزلزل بھی ہوئے ہیں مگر ہمت نہیں ہاری۔بقول خاموش غازی پوری۔

شعر:

جب وقت پڑا تھا گلشن پر میں نے ہی لہو کا دان دیا — میرے ہی لہو کے چھینٹوں سے ہولی بھی منالی لوگوں نے

آپ کے دینی اور مذہبی کارناموں سے آپ کا نامۂ اعمال لالہ زار ہے جو قیامت کی صبح تک آپ کو زندہ و تابندہ رکھے گا۔ میری ان کی دوستی کا رشتہ بڑا پاکیزہ، بے غرض اور پر کیف تھا۔دانت کاٹی روٹی کے مانند تھا، پر اس رشتہ میں مزید استحکام یوں ہوا کہ حضرت بحر العلوم برائے علاج جب ممبئی جاتے قیام و طعام کے ساتھ آپ کے جود و سخا کا دروازہ کھل جاتا۔اور آخری سفر تو یادگار رہے

گا،مولانا علیمی صاحب علیہ الرحمہ حضرت کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے،طبیعت ناساز گار اور قابو سے باہر تھی،آپ نے فرمایا حضرت کو لے کر فوراً آجائیں،میں اپنے خرچ سے حضرت کا علاج کراؤں گا،دو ڈھائی ماہ تک کاروبار سے لاتعلقی کر کے حضرت کی خدمت پر مامور رہے اور میری دل بستگی کا سامان بنے رہے۔

ان کی باتیں،ان کی یادیں،ان کی کرم فرمائیاں بھلائی نہیں جاسکتیں،ایک یہی بات دیکھ لیں،عیادت کے لیے تشریف لائے تھے،حضرت نے دوپہر میں کھانے کے لیے بلایا،آپ حاضر بارگاہ ہوئے،حضرت نے فرمایا لگتا ہے مولانا شکیب نے اس گھر میں نہ آنے کی قسم کھالی ہے،نگاہوں میں اداسی،اور پژمردگی صاف جھلک رہی تھی،اور مولانا مرحوم کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کی لکیر نمایاں تھی،مجھ کو فون کیا،آپ فوراً آجائیں،میں پہونچا،فرمایا کھانا کھائیے،میں نے معذرت کی،نہیں،کھائیے،میں شریک ہوگیا ،کھانے کے کچھ دیر بعد حضرت نے بھائی کو بلایا،فرمایا آپ دونوں حضرات گواہ رہیے گا میں نے ان کے بھائی کو بار بار کہا مولانا شکیب کو کچھ مت کہو،انہوں نے میری خدمت کی ہے،میری آنکھوں سے بھی ساون بھادوں کی لڑیاں جھڑنے لگیں۔

اس واقعہ میں سب سے اہم رول مولانا علیمی مرحوم کا تھا،انہیں جو کچھ سمجھانا تھا سمجھایا پھر فرمایا۔آپ دونوں حضرات کو اذیت پہونچی،رنج وملال ہوا،اور دکھ پہونچا اس لیے آپ دونوں حضرت کا پاؤں چومیں،اور ان سے معافی مانگیں،خدا شاہد ہے دل کی کدورتیں کافور ہوگئیں،اور امن و عافیت ہے،ہمارے گھر کا بہت بڑا فساد آپ کے سبب ختم ہوگیا،حضرت کے عرس میں خانوادۂ بحر العلوم کی محنت ومحبت سے شرکت ہوئی ہے،حضرت بحر العلوم نے ہمارے درمیان اخوت ومحبت قائم رہنے کی جو دعا فرمائی وہ مقبول ہوئی۔الحمدللہ پچاس سالہ تعلقات نہایت خوش اسلوبی سے گزر گئے،کبھی کسی قسم کی تلخی،ترش روئی،بدکلامی نہیں ہوئی،ہر سال رمضان شریف میں بلاتے،کشادہ قلبی اور فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے،چلے گئے ہیں مگر یادگار باقی ہے۔

ان کی اہلیہ محترمہ حقیقی معنوں میں اسم بامسمّٰی (سعیدہ) ہیں،کرم فرماتیں،اپنے بچوں کی شادی میں شکیب بھائی کی یاد دلاتیں ،دعوت نامہ بھجواتیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے بچوں پر ان کا سایۂ رحمت وشفقت صحت وسلامتی اور امن وعافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔مولانا علیمی مرحوم کے بچے بچیوں کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔وہ جہاں رہیں سدا بہار اور شاد وآباد رہیں۔

مقالات

معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ: چند یادیں چند باتیں

از: حضرت علامہ **مبارک حسین مصباحی** صاحب قبلہ
استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی کا ۲۹ ررمضان المبارک ۱۴۴۱ھ/ ۲۲ رمئی ۲۰۲۰ء میں لگ بھگ ۱۲ر بج کر ۲۵ منٹ پر ممبئی ہاسپٹل میں وصال پر ملال ہوگیا۔ ہم نے قریب پونے ایک بجے فیس بک پر یہ اندوہناک خبر پڑھی، مزید یقین کے لیے ممبئی رابطہ کیا، خبر صحیح تھی، ہم نے کلمات استرجاع کے بعد چند سورتیں پڑھ کر حضرت علیہ الرّحمہ کی روح پرفتوح کو ایصال ثواب کیا۔ حضرت سے ہماری کثیر ملاقاتیں تھیں، وہ علم وعمل کے پیکر، بلند اخلاق وکردار کے حامل، دور اندیش، مثبت فکر اور منصوبہ بند شخصیت کے حامل تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ کے نامور فاضل اور دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی کے صدر اعلیٰ تھے، فراغت کے بعد آپ ممبئی میں مقیم تھے، بڑوں کا ادب، احباب سے محبت خوب فرماتے تھے، آپ نے ممبئی اور دیگر مقامات کے افراد کو دار العلوم علیمیہ سے بہت قریب کرلیا تھا، آپ کی رہنمائی میں دار العلوم علیمیہ کے لیے بڑا تعاون ہوتا تھا، علیمی صاحب ملک اور بیرون ملک اپنے اہم کارناموں سے خوب پہچانے جاتے ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ سے خوب محبت فرماتے تھے۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ سے ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے، موجودہ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سجادہ نشیں خانقاہ عزیزیہ دامت برکاتہم العالیہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت فرماتے تھے۔ راقم سطور سے بھی حد درجہ محبت وشفقت فرماتے تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ لاک ڈاؤن کے باوجود ناریل واڑی قبرستان ممبئی میں ادا کی گئی۔ معین المشائخ حضرت علامہ سید شاہ معین الدین اشرف اشرفی جیلانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ شرکائے نماز حضرت کے وصال سے حد درجہ متاثر تھے۔

حضرت علامہ معین الحق علیمی کی شخصیت وفکر سے ہم بہت پہلے سے واقف تھے۔ ۱۹۹۲ء میں دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی، اس تاریخی کانفرنس میں دار العلوم علیمیہ کے سرپرست اعلیٰ، قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری، شارحِ بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری، غازیِ ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

وغیرہ ایک سے ایک یکتائے روزگار شخصیات تھیں۔ حقیر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ بھی مدعو تھا۔ اس عظیم الشان کانفرنس کی مکمل قیادت فرمارہے تھے معین العلما حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرّحمہ۔ اس کانفرنس کی بہت سی یادیں ذہن میں محفوظ ہیں، خاص بات یہ تھی کہ حضرت قائدِ اہلِ سنت قدس سرّہ کی زندگی میں پہلی بار زیارت ہوئی، ان کی علمی اور نورانی مجلس میں بیٹھ کر استفادہ کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ حضرت قائدِ اہلِ سنت نے فارغین کو بخاری شریف کی تکمیل کے موقع پر اپنے مخصوص لب ولہجہ میں بڑا ایمان افروز خطاب فرمایا۔ آپ نے عاشقِ رسول ﷺ حضرت شاہ محمد بن اسماعیل بخاری قدس سرّہ کے مزار اقدس کا ذکر خیر فرمایا کہ ان کی بارگاہِ رسول ﷺ میں مقبولیت کی زندہ کرامت یہ ہے کہ ان کے مزارِ پاک کی مٹی سے خوشبو پھوٹتی ہے، فرمایا: ہم نے خود دور سے سونگھی تھی اور قریب جاکر ہاتھ میں لے کر اسے سونگھا تو دل و دماغ معطر ہو گئے۔

ہم نے دارالعلوم علیمیہ میں متعدد بار حاضری کا شرف حاصل کیا، ہم ممبئی جاتے تو اکثر اوقات ان سے شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لیے علیمی دربار ہوٹل، مصطفیٰ بازار میں حاضری دیتے، حضرت دیکھتے ہی فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتے۔ حضرت نے متعدد بار مصطفیٰ بازار کے صحن میں عاشورۂ محرم میں دس روزہ پروگرام میں بولنے کی دعوت پیش فرمائی مگر افسوس ہم اپنی مصروفیت کی وجہ سے موقع نہیں نکال سکے اور بڑے ادب سے معذرت کرلی۔ آج احساس ہورہا ہے کہ کاش حاضر ہوجاتے تو کم از کم بارہ دن ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کر لیتے۔ متعدد بار دس محرم الحرام کو عرس مبلغِ اسلام میں سامعین سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کیا۔ ایک بار مفتی اعظم یورپ حضرت مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی ممبئی میں جلوہ گر تھے، آپ نے باضابطہ دعوت کا اہتمام کیا، ہمیں پہنچنا تھا مبلغِ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئی، وہاں معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرّحمہ پہلے سے موجود تھے۔ حضرت مولانا محمد عرفان علیمی دام ظلہ العالی بھی تشریف فرما تھے، ہم پہنچے، بڑے تپاک سے سب لوگوں نے ہمیں لیا، ان تمام بزرگوں نے یادگار اعزازیہ بھی پیش فرمایا اور پھر بعد میں ایک ہوٹل میں لذتِ کام و دہن کے لیے بھی لے کر گئے، **فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء**۔

چند سال پیشتر ۲۵ محرم الحرام کو ان دونوں کے ساتھ محبِ گرامی وقار حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی سابق صدر المدرسین جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بھی تھے، شاید کچھ اور حضرات بھی تھے، معین المشائخ حضرت علامہ سید شاہ معین الدین اشرفی جیلانی کی دعوت پر کچھوچھہ تشریف لائے۔ خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے سجادہ نشین آپ ہی ہیں۔ تارک سلطنت غوث العالم مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرّہ کے آستانے پر مین گیٹ کے قریب ایک یادگار پروگرام سے عرس مقدس کا آغاز ہوتا ہے، اس پروگرام میں ماشاء اللہ ان تمام بزرگوں نے شرکت کا شرف حاصل کیا اور بعد میں حضور معین المشائخ کے حجرۂ خاص میں ہم طعامی اور ہم کلامی کا

شرف بھی ہم نے حاصل کیا۔

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی یوپی انڈیا کے ترجمان ماہ نامہ پیامِ حرم کا مبلغِ اسلام نمبر:

چودہویں صدی ہجری کے عظیم ترین داعی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی [متوفی: ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۴ء] اوران کے صاحب زادے قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہما الرحمۃ والرضوان کی حیات، علمی وتبلیغی فتوحات، دینی قیادت وامامت، سیاسی بصیرت، ارشادودعوت اور دیگر گراں قدر خدمات وکارناموں پر مشتمل وقیع تاریخی دستاویز۔ ۹۱۲ صفحات کے اس گراں قدر نمبر کی جمع وتدوین کا فریضہ انجام دیا ہے معروف قلم کار حضرت مولانا صادق رضا مصباحی دام ظلہ العالی اور مستند عالمِ دین حضرت مولانا کمال احمد علیمی نظامی دام ظلہ العالی نے اور حق یہ ہے کہ دونوں باصلاحیت علمائے کرام نے جمع وتدوین کا حق ادا فرمادیا ہے۔ زیرِ سرپرستی ہے مفتیِ اعظم یورپ حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی، خطیب وامام ومفتی طیبہ مسجد ایمسٹرڈم، ہالینڈ۔ بفضلہٖ تعالیٰ مخلص وکرم فرمانے صرف علمی سرپرستی نہیں فرمائی بلکہ اس کے اشاعتی امور میں بھی گراں قدر حصہ لیا ہے۔ دوسرے بڑے معاون ہیں حضرت مولانا عبدالغفار بچن نورانی، ہالینڈ۔

حضرت مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور اور مقبول ترین فاضل ہیں۔ آپ ماشاءاللہ عہدِ طالب علمی میں بھی حضور عزیزِ ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ سے بہت قریب تھے، اپنے ذوقِ علم اور طلبِ فضل کی وجہ سے اپنے اساتذہ کی آنکھوں کی بھی ٹھنڈک تھے۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرّہ العزیز کے مرید صادق ہیں، آپ کی تعمیر وترقی میں حضور حافظِ ملت کی دعاؤں کا بڑا گہرا اثر ہے۔ اسی نسبت وارادت کی وجہ سے لفظ ''عزیزی'' آپ کے اسمِ گرامی کا جز ہوگیا۔

اب ہم آتے ہیں محسنِ قوم وملت، معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی سابق صدر اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جانب، آپ نے اس عظیم نمبر کا سارا اہتمام فرمایا، مضامین ومقالات اور تاثرات حاصل کرنے اور ۲۰۰۹ء میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں بین الاقوامی مبلغ اسلام سیمینار کرانے کی ساری ذمہ داریاں سنبھالیں اور اپنے اہم معاونین علما اور اساتذہ سے تمام امور بحسن وخوبی انجام دلوائے۔ اس عظیم وضخیم نمبر پر نظرِ ثانی کی خدمات ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد نئی دہلی نے انجام دیں۔

پہلے ابتدائیہ ہے جس میں چند قلم کاروں کی گراں قدر تحریریں ہیں۔

آغاز میں ''صدائے دل'' کے عنوان سے حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرّحمہ نے چند بنیادی احوال رقم فرمائے ہیں۔ حضرت علامہ علیمی علیہ الرّحمہ اپنی گونا گوں مصروفیات کی وجہ سے کتابوں کے مصنف تو نہیں ہو سکے، مگر جب لکھتے تھے تو لگتا تھا کہ کوئی عظیم قلم کار ہے، زبان و بیان کی پختگی، معروضانہ لب ولہجہ، فصاحت و بلاغت کے بامِ عروج سے کوئی نہر جاری ہے۔ تحریر کا رخ ہمیشہ مثبت اور تعمیری ہوتا تھا، ان کی شخصیت کا بانکپن ان کی تحریر سے مترشح ہوتا تھا۔ ''صدائے دل'' واقعی صدائے دل ہے۔

سب سے پہلے آپ نے خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرّہ کے اجمالی احوال تحریر فرمائے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''ماضی قریب میں رسول اکرم ﷺ کی داعیانہ نیابت کا فریضہ جس حسن و خوبی، بصیرت، حکمتِ عملی اور جذبۂ دینی کے ساتھ مبلغِ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرّحمہ نے انجام دیا اس کی مثال ماضی قریب کی صدیوں میں بھی بمشکل ملتی ہے۔'' [ص:۲۰]

آپ نے حضرت مبلغِ اسلام قدس سرّہ کے دعوت و تبلیغ کے وصف کو صدیوں میں ممتاز قرار دیا ہے، بلاشبہ آپ کے اس امتیاز کو اپنوں ہی نے نہیں غیروں نے بھی ببانگِ دہل تسلیم کیا ہے۔ اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''ایک محتاط روایت کے مطابق آپ کے دستِ حق پرست پر ستّر ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔'' [ص:۲۰]

مبلغِ اسلام علیہ الرّحمہ نے دعوت و تبلیغ کے لیے کسی ایک علاقے کا انتخاب نہیں فرمایا، بلکہ پوری دنیا کے اکثر علاقے آپ کے تبلیغی مشن کے نشانے تھے، اسی طرح مدعووین کا بھی کوئی مخصوص طبقہ مدِ نظر نہیں بلکہ متعدد زبانوں میں لکھنے اور خطاب کرنے کی صلاحیت سے لیس تھے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سنی، دیوبندی، غیر مقلد، قادیانی اور دہریہ، دنیا کا تقریباً ہر فرد آپ کا مخاطب ہوتا، دنیا کے عوام و خواص آپ کے مدعو ہوتے، بعض سامعین الجھانے کی کوشش کرتے مگر آپ خدائی نظامِ تبلیغ **ادعوا إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة** پر عمل فرماتے تھے۔

اسی طرح آپ کسی ملک کی دعوت کا انتظار نہیں فرماتے، بلکہ آپ کسی بھی ملک میں دعوت و تبلیغ کی ضرورت محسوس فرماتے، تنہا تشریف لے جاتے اور واپس آتے تو آپ کے دعوتی کردار، بلند اخلاقی اور تقویٰ شعاری سے متاثر ہو کر شیدائیوں کی ایک بھیڑ آپ کو رخصت کرنے کے لیے آتی۔ آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں مدارس، مساجد، مکاتب، تنظیمیں اور مراکز قائم کیے، جنھوں نے آپ کے عہدِ حیات میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں، اور آج بھی دے رہے ہیں، یہی کام آپ کے لختِ جگر قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ

شاہ احمد نورانی نے عالمی سطح پر کیا اور اب آپ کے شہزادے حضرت علامہ شاہ محمد انس نورانی صدیقی، کراچی، پاکستان دامت برکاتہم العالیہ بھی اسی ڈگر پر بآں فضل وکمال مصروفِ عمل ہیں۔

مبلغِ اسلام قدس سرّہ کے مریدین ومتوسلین کی بڑی لمبی تعداد دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود تھی۔ آپ کے ایک مرید صادق جمدا شاہی بستی کے الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی علیہ الرّحمہ تھے، آپ نے مصطفیٰ بازار ممبئ میں علیمی دربار ہوٹل جاری کر رکھا تھا، خانوادۂ علیمیہ کے بزرگوں کا آپ کی قیام گاہ مصطفیٰ بازار، ممبئ میں آمدورفت رہتی تھی، حضرت مبلغِ اسلام سیٹھ مرحوم کو اپنے حقیقی بیٹوں کی طرح مانتے تھے۔ الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی کو مرشدِ گرامی نے حکم دیا کہ آپ جمدا شاہی، بستی میں ایک دینی ادارہ قائم کریں، آپ نے اپنے احباب سے مشورہ فرما کر مدرسہ علیمیہ قائم کیا، پھر بعد میں دارالعلوم علیمیہ ہوگیا۔ الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم دارالعلوم علیمیہ کے تاحیات صدر رہے، ان کے وصال کے بعد ان کے لختِ جگر حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرّحمہ اس کے صدر اعلی رہے۔

آپ کی محنت اور تدبیر سے اس دارالعلوم کا الحاق ہند کی متعدد یونیورسٹیز سے ہوگیا ہے، جامع ازہر مصر میں بھی اس کی اسناد کو تسلیم کرلیا گیا ہے۔ آپ کے دورِ صدارت میں ۴۰ کمروں پر مشتمل ایک عظیم الشان درس گاہ کی تعمیر بنام القصر النورنی مکمل ہوئی، دیگر قابلِ ذکر تعمیری خدمات بھی ہوتی رہی ہیں۔ آپ نے ۲۵، ۲۶/ مارچ ۲۰۰۹ء کو جمدا شاہی بستی میں عالمی سیمینار و کانفرنس کا انعقاد کیا، پہلے دن حضرت مبلغِ اسلام کی حیات وخدمات پر مقالات ومضامین پیش کیے گئے، جب کہ دوسرے دن قائدِ اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی پر مدعووین نے اپنے فکر وقلم کے جوہر دکھائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے خاص فضل وکرم سے آپ علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، اہلیہ محترمہ، اولاد، امجاد اور تمام پس ماندگان کو صبر وشکر کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرت کو ۲۹/ رمضان المبارک کی برکتوں سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے چھوڑے ہوئے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

مقالات

مولانا معین الحق علیمی کے اسفار ورحلات

پروفیسر ڈاکٹر **غلام یحییٰ انجم مصباحی** صاحب
ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

سفر حج

مولانا معین الحق علیمی نے ۲۰۰۶ء میں اپنی اہلیہ اور بہن کے ساتھ سفر حج کیا تھا۔ اسی سال شاہی مہمان بن کر ہم بھی فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ شریف گیے تھے۔ شاہی محل قصر العین عزیزیہ میں میرا قیام تھا، شاہی مہمان کے باعث ہم کہیں باہر نہیں جا سکتے تھے، اس لئے مولانا معین الحق علیمی عبادت وریاضت سے فراغت کے بعد خود میرے پاس آجاتے اور شام میں وہ اپنے حجرہ تشریف لے جاتے، ایران کا سفر بھی ہم لوگوں نے دو مرتبہ شاہی خرچ پر کیا تھا۔ سفر وحضر میں ان کا مزاج یکساں ہوتا، ان کی ذات سے جتنی یادیں وابستہ ہیں اگر انھیں قلم بند کیا جائے تو دفتر درکار ہوں گے۔ ان اسفار کی تفصیل اختصار کے ساتھ ذیل میں دی جا رہی ہے تا کہ قارئین یہ اندازہ لگا سکیں کہ سفر میں بھی وہ ادارہ کے تعلق سے کس طرح سوچتے اور اس کے فروغ کے لیے اسکیمیں تیار کرتے تھے۔

سفر پاکستان

جو کسی ادارہ کا سربراہ ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ادارہ کے نظم ونسق کو بہ سے بہتر انداز میں چلانے کے لیے وہ ملک وبیرون ملک کے مشہور ومعروف اداروں کا معاینہ کر کے جو بہتر اصول وضابطے وہاں ہوں انہیں اپنا کر اپنے ادارے کے طلبہ واساتذہ کو اس سے فائدہ پہنچائے، اسی مقصد کے تحت مولانا معین الحق علیمی نے یوروپ کے ممالک کا سفر کیا اور ایشیا کے اہم ممالک کے دورے کئے، یورپ کے سفر میں یونیورسٹی کی مشغولیات کے سبب میں مولانا علیمی کا ساتھ تو نہ دے سکا، البتہ پاکستان وایران کے سفر میں مولانا معین الحق علیمی میرے شریک سفر رہے۔

پاکستان کا پہلا سفر ہم نے تحقیقات امام احمد رضا کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے انٹرنیشنل سیمینار میں شرکت کے لئے ۱۹۹۱ء میں کیا تھا۔ اور دوسرا سفر قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کے عرس چہلم میں شرکت کے لیے ۱۶ رجنوری ۲۰۰۴ء کو ہوا تھا۔ قائد اہل سنت سے ہماری بالمشافہ گفتگو تو کبھی نہیں ہوئی البتہ دار العلوم علیمیہ کی فلاح وبہبود اور اس کی تعمیر وترقی کے تعلق سے ٹیلی فونک گفتگو کئی مرتبہ ہوئی تھی، انھوں نے اپنی موجودگی میں پاکستان آنے کی دعوت بھی دی تھی مگر ہند وپاک کے حالات بہتر نہ ہونے سبب کاغذی کاروائی مکمل نہ ہو سکی اور ان کی دعوت پر پاکستان کا سفر نہ ہو سکا۔ البتہ سفر اس وقت ہوا جب آپ جوار رحمت باری میں

جا بسے، اس سفر میں مولانا معین الحق علیمی میرے ساتھ تھے، یا یوں کہئے کہ میں مولانا علیمی کے ساتھ تھا، اس عرس چہلم میں ہم دونوں نے ہندوستان سے نمائندگی کی تھی، اس موقع سے میں نے حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی حیات و خدمات کے تعلق سے اپنا منظوم مقالہ پیش کیا۔ یہ منظوم مقالہ ماہنامہ پیام حرم جمدا شاہی بستی نومبر ۲۰۰۶ء ص ۲۵ پر شائع ہو چکا ہے۔ اور مولانا معین الحق علیمی نے بھی اپنے پیرو مرشد کے تعلق سے اپنے قیمتی تاثرات پیش کیے۔ اس سفر میں تقریباً دس یوم پاکستان میں رہے، وہاں کے اہل علم حضرات سے ملاقاتیں رہیں، وہاں کے علمی اداروں اور دینی مراکز میں بھی جانا ہوا، اس کے علاوہ مشہور تاریخی مقامات کی بھی زیارتیں نصیب ہوئیں۔

اسی پروگرام کے موقع پر ہی ہم لوگوں نے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے اندر ایک عظیم الشان مبلغ اسلام وقائد اہل سنت انٹرنیشنل سیمینار و کانفرنس کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ جس کی تکمیل جمدا شاہی بستی میں ۲۵/۲۶/ مارچ ۲۰۰۹ء کو ہو سکی۔

پہلا سفر ایران

سب سے کامیاب ایجوکیشنل سفر ایران کا رہا۔ ایران میں ہم دونوں کی حاضری شاہی خرچ پر دو مرتبہ ہوئی۔ یہ دعوت نامہ مجمع جہانی برائے تقریب مذاہب اسلامی تہران کے نگران اعلیٰ، آیت اللہ تسخیری کی طرف سے تھا جو خانہ فرہنگ ایران کے قونصلر ڈاکٹر کریم نجفی صاحب کی طرف سے مجھے ملا تھا۔

ہم نے ایران ایرلائنس ہما کے ذریعہ بمبئی سے ایران کا سفر کیا، بمبئی کا سفر دہلی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ ہوا۔ چوں کہ اس سفر میں دہلی کے علاوہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے لوگ شریک سفر تھے اس لئے سب سے ملاقات وہیں ہوئی۔

پہلے تو ہم لوگ ۱۵/ دسمبر ۲۰۱۱ء کو بوقت عصر خانۂ فرہنگ ایران نئی دہلی جمع ہوئے، کاؤنسلر ڈاکٹر کریم نجفی صاحب نے ضروری ہدایات کیں، ہمیں ہمارے آمد و رفت کا ٹکٹ پاسپورٹ کے ساتھ دیا۔ نماز مغرب ادا کی گئی، پھر عشائیہ ہوا، اس کے بعد ہم لوگ ایرپورٹ کے لئے روانہ ہو گئے۔ خانہ فرہنگ ایران سے جناب قاری محمد یاسین نے ایرپورٹ پر ہم لوگوں کو الوداع کہا، پھر ہم لوگ ایرپورٹ کے اندر داخل ہو کر ایرپورٹ سے متعلق ضروری کاروائیوں میں لگ گئے۔ سوا نو بجے جہاز میں ہم لوگ ضرور داخل ہو گئے مگر جہاز دیر سے چلا، اس لئے کافی تاخیر سے یعنی تقریباً پونے ایک بجے ہم لوگ بمبئی ایرپورٹ پر پہنچے۔ میرے دوست مولانا معین الحق علیمی کو بمبئی سے ہمارے ساتھ شریک سفر ہونا تھا وہاں ساڑھے نو بجے سے ہی ہم لوگوں کے استقبال کے لئے سراپا انتظار تھے۔ جہاز جیسے چھترپتی شیواجی انٹرنیشنل ایرپورٹ بمبئی پہونچا اور میں نے اپنا موبائل آن کیا ویسے ہی مولانا علیمی کا فون آیا، میں نے ان سے کہا جہاز اب لینڈ کر رہا ہے تو مولانا کی پریشانی میں کمی آئی اور وہ الانتظار اشد من الموت کے دلدل سے باہر آئے۔ ہم لوگوں کا ایرپورٹ سے باہر مولانا معین الحق علیمی کے علاوہ بمبئی میں واقع دارالعلوم علیمیہ دفتر کے انچارج مولانا عرفان علیمی نے پُر تپاک خیر مقدم

کیا۔ میں تو مولانا کے ساتھ ان کی نئی گاڑی میں سوار ہوا اور میرے احباب ٹیکسی میں سوار ہوئے۔ ہم مولانا علیمی کے ہمراہ علیمی دربار ہوٹل چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو شالیمار ہوٹل مجگاؤں جو علیمی دربار ہوٹل مصطفیٰ بازار سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے قیام کا بندوبست کرایا۔ ارادہ تھا کہ جلد پہونچ کر آرام کرلیں گے کیوں کہ صبح پھر ساڑھے نو بجے ایرپورٹ پہونچنا ہے اور وہیں سے ہما ایرالائنس سے ایران کا سفر کرنا ہے مگر جب علیمی دربار ہوٹل پہونچے تو وہاں ہمارے کرم فرما اور دارالعلوم علیمیہ کے معاون خصوصی جناب الحاج وصی الدین خاں جمدا شاہی بستی دارالعلوم علیمیہ کے دفتر میں حرمین شریفین کے تبرکات کے ساتھ میرا انتظار کررہے تھے، وہ ابھی جلد ہی حج بیت اللہ سے واپس ہوئے تھے، ان سے مل کر انتہائی مسرت ہوئی، ان کے لئے حج کی مقبولیت کی دعا بھی کی گئی۔ سفر حج کی روداد سننے کے بعد ہم لوگ بائیکلہ پرشین دربار ہوٹل عشائیہ کے لئے گئے۔ کھانا تو ہم خانہ فرہنگ ایران نئی دہلی میں تناول کرچکے تھے مگر اپنے خاص دوستوں کے ساتھ کھانے میں جو لطف ہے اس کی بات ہی کچھ اور ہے؟۔ اور وہ بھی پرشین دربار میں جس کی پیشانی پر مرغ کی یہ تمنا نمایاں لفظوں میں لکھی ہوئی ہو ''مجھے ذبح کیجئے کہیں مگر کھائے یہیں'' مرغ کی یہ تمنا پوری کرنے ہم لوگ پرشین دربار ہوٹل میں رات تقریباً دو بجے پہونچے۔ چہل پہل میں بہرحال کمی ہوچکی تھی مگر اتنا بھی نہیں جتنا کہ رات دو بجے دوسرے ہوٹلوں میں ہوتی ہے۔ ہم لوگ دسترخوان کی میز پر پہونچے ہی تھے کہ بمبئی کے سرگرم سیاسی وسماجی کارکن جناب عامر ادریسی آگئے، انہیں میری آمد کی خبر تھی، ان سے ادریسیہ نیشنل فاؤنڈیشن نئی دہلی کے تعلق سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں۔ ان سے بات ہوئی اور ''ادریسی پرواز'' اکتوبر تا دسمبر کا شمارہ ان کے سپرد کیا اور پھر ہم لوگ ہوٹل سے علیمیہ دفتر آگئے۔ بھائی وصی الدین خاں کو ان کے وطن ممبرا ممبئی رخصت کیا اور پھر اسی آفس میں تقریباً تین بجے شب اس نیت سے دراز ہوگئے کہ صبح جلدی اٹھنا ہے۔ نیند کیا آتی کیوں کہ معمول کے مطابق رات زیادہ ہو چکی تھی۔ بمبئی میں تو دیر تک جاگنے کا ماحول ہے مگر دہلی میں نہیں، ہم جو ٹھہرے دلی والے کروٹیں بدلتے بدلتے صبح ہوگئی۔ نماز فجر پڑھی اور دیگر ضروریات سے فارغ ہوکر ایرپورٹ جانے کی تیاری میں لگ گئے۔ خانہ فرہنگ ایران بمبئی کے ایک کارکن جناب ناصری صاحب کو فون کیا، انہیں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی آمد کی خبر دی، انہیں رات ایرپورٹ پر آنا چاہئے تھا کیوں کہ بمبئی میں اس وفد کے میزبان وہی تھے مگر کسی باعث نہ پہونچ سکے تھے۔ بہرحال وہ صبح شالیمار ہوٹل آگئے، انہوں نے ہوٹل کا حساب صاف کیا اور ایرپورٹ جانے کی تیاری میں لگ گیے، مولانا معین الحق علیمی تیار ہوکر آگئے، ہم لوگ ان کی گاڑی میں سوار ہوئے اور شالیمار ہوٹل سے اپنے ساتھیوں کو لیا اور چھترپتی شیواجی انٹرنیشنل ایرپورٹ بمبئی کی طرف چل پڑے۔ ایک بجے جہاز کے پرواز کا وقت تھا۔ تین گھنٹہ پیشتر حاضری تھی، بہرحال وقت پر ہم لوگ ایرپورٹ پہونچ گئے۔ ہمارے وہ ساتھی جنہیں کولکاتا اور تامل ناڈو سے آنا تھا ان کا پاسپورٹ میرے پاس تھا، ان سے ملاقات ہوئی اور ان کی امانت میں نے ان کے سپرد کی، یک گونہ سکون حاصل ہوا، مگر وہ لوگ مجھے کچھ مضطرب سے نظر آئے، وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ انہیں ناصری صاحب سے اخراجات سفر کے تعلق سے کچھ بات کرنی تھی مگر وہ ایرپورٹ نہیں

آئے تھے اس لئے یہ معاملہ ٹیلی فونک گفتگو کے ذریعہ وعدۂ فردا پر ٹل گیا اور ہم لوگ ایر پورٹ کے اندر داخل ہو گئے۔ ایر پورٹ کی ضروری کاروائی کی تکمیل کے بعد ویٹنگ روم پہونچ گئے، وہیں ایک چھوٹی سی مسجد میں انفرادی طور پر ظہر کی نماز ادا کی گئی، چائے نوشی ہوئی اور پھر دو بجے بورڈنگ کے لئے ہم لوگ قطار میں لگ گئے۔ ایران ایر لائنس نمبر IR 811 ہمارا نامی پرواز میں جا کر سیٹ E 16 پر بیٹھ گئے اور تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کی مسافت کے بعد ہندوستانی وقت کے مطابق شام ساڑھے ۶ ربجے اور ایرانی وقت کے مطابق شام ساڑھے چار بجے ہم لوگ بعافیت امام خمینی انٹرنیشنل ایر پورٹ ایران پہنچ گئے۔

تہران

ایران میں اس وقت سردی بہت زیادہ تھی۔ درجہ حرارت ۷ ڈگری سلسیس تھا، ہم لوگوں کے استقبال کے لئے مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے نمائندے سواری کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ ہمارے دو شاگرد ڈاکٹر یوسف وندقم اور ڈاکٹر محمد علی حسنی کرج سے مجھ سے ملنے آئے تھے، ان حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، سب ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے، اپنے دونوں شاگردوں کو میں نے رخصت کیا اور پھر اپنے ہندوستانی احباب کے ساتھ مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی بس میں سوار ہو کر تہران کی طرف چل پڑے۔ اس سرد ہوا میں بس تقریباً چالیس منٹ ایران کی شاہراہوں پر دوڑتی رہی اور پھر جا کر ایک ایسی خوبصورت عمارت کے سامنے رکی جو تزئین وخوبصورتی اور بلندی میں اپنی مثال آپ تھی۔ جب بس سے نیچے اتر کر بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایران کا بہت ہی مشہور انٹرنیشنل ''خلیج فارس اسپناس'' ہوٹل ہے، سامان لیا اور اسی ہوٹل کے کمروں میں سب غائب ہو گئے، میرے قیام کے لئے اسی ہوٹل کے گیارہویں منزل پر 1108 خاص کیا گیا۔ جب کہ مولانا معین الحق علیمی 1119 میں چلے گئے۔ ان کمروں میں نمبر کے اعتبار سے تفاوت ضرور تھا مگر یہ دونوں کمرے آمنے سامنے تھے۔ فائیو اسٹار ہوٹل کے نظم و نسق کا کہنا ہی کیا، وہ کمرہ کیا تھا بالکل ایک چھوٹا سا فلیٹ جس میں ضرورت کی تمام چیزیں سلیقہ سے مہیا اور آراستہ تھیں۔ سامان تو میں نے اپنے کمرہ میں ضرور رکھا مگر رات مولانا علیمی ہی کے کمرہ میں گزاری۔ نماز عشا سے فراغت کے بعد ہم لوگ اسی ہوٹل کے دوسرے منزل جس پر مدیترانہ (ریسٹورینٹ) تھا کھانے کے لئے گئے، ہندوستانی کھانوں اور ایران کے کھانوں میں نوعی فرق ہوتا ہے، جس کا علم مجھے پہلے ہی سے تھا۔ سلاد اور مختلف قسم کی مشروبات سے دستر خوان سجا ہوا تھا، لوگوں نے اپنی اپنی پسند کے آڈر دیئے، ہم نے مچھلی کو ترجیح دی، شوق سے کھانا کھایا گیا۔ انواع واقسام کے کھانے دستر خوان پر ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ صرف ایک چیز کی کمی تھی اور وہ تھی ہندوستانی ذائقے کی، جو وہاں کسی طرح ممکن نہ تھا، ہمارے ایک ساتھی ایران کے دستر خوان پر ہندوستان کے ذائقے کی بحالی کے لئے اچار بھی لے گئے تھے۔

درمیان عشائیہ طرح طرح کی باتیں بھی ہوتی رہیں، وہ باتیں اردو زبان میں ہوتیں اس لئے اسے ہمیں سنتے اور ہم ہی مستفید ہوتے۔ دن کے کھانے کو ہندوستان میں مغربی تہذیب کے دلدادہ لنچ اور رات کے کھانے کو ڈنر کہتے ہیں۔ مگر ایران میں معاملہ

بالکل اس کے برعکس ہے۔ وہاں دن کے کھانے کو ’’نہار‘‘ اور رات کے کھانے کو ’’شام‘‘ کہتے ہیں۔ بہر حال ہم لوگ جب شام کے کھانے سے فارغ ہوئے تو پھر اپنے اپنے کمروں میں پہونچ کر محوخواب ہو گئے۔

۷ار دسمبر ۲۰۱۱ء کو صبح ۱۱ ربجے اس وفد کے میزبان حضرت آیت اللہ محمد علی تسخیری سے ملاقات ہونی تھی اور ان سے مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے موضوع پر اظہار خیال کرنا تھا، صبح نماز اور دیگر ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد احباب کو ساتھ لیا اور مدیترانہ (ریسٹورنٹ) ناشتہ کے لئے جسے ایران کے لوگ ’’صبحگانہ‘‘ کہتے ہیں پہنچ گئے۔ شاہی دسترخوان کا منظر دیدنی تھا، ہاتھ میں پلیٹ ضرور اٹھالیا مگر کس طرف رخ کریں کدھر نہ کریں یہ فیصلہ بہت مشکل تھا کیوں کہ!

ہر ایک ذرہ پکارتا تھا یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

کچھ چکھا، کچھ دیکھا اور کچھ کھایا پھر روم واپس آ گئے۔ ٹھیک دس بجے اسی ہوٹل میں واقع ایک بڑے ہال کمرہ میں جلسہ کا انتظام تھا۔ ہم لوگ وہاں وقت سے پہونچ گئے۔ ۱۱ ربجے حضرت آیت اللہ تسخیری اور ان کے رفقا کی آمد ہوئی، ان میں حضرت آیت اللہ تسخیری کے علاوہ ان کے رفقائے کار میں شیعہ علما کے علاوہ مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے اہم ذمہ دار ایک سنی عالم مولانا اسحاق مدنی بھی تھے۔ پہلے تو ہمارے وفد نے اپنا تعارف اپنی زبان میں پیش کیا، سید اطہر عباس رضوی جو ہمارے وفد میں شامل تھے انہوں نے ترجمہ کے فرائض انجام دئے۔ پھر حضرت آیت اللہ تسخیری نے نہ صرف اپنا تعارف پیش کیا بلکہ مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے اغراض ومقاصد پر بھی سیر حاصل گفتگو کی، ہمارے ساتھیوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا، مولانا معین الحق علیمی نے اپنی تقریر میں ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کے موضوع پر گفتگو کی۔ اور سب سے آخر میں میں نے جو باتیں کہیں اس کا اختصار ذیل میں درج ہے۔

’’ ہم لوگ یہاں ملک ہندوستان سے آئے ہیں جہاں پوری دنیا میں سب سے پہلے اسلام کی روشنی پہونچی، تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کی سرزمین شری لنکا میں اتارے گئے اسی مناسبت سے ہندوستان کی سرزمین پر سب سے پہلے نماز پڑھی گئی، خدا کا ذکر کیا گیا۔ کلمۂ طیبہ کی صدا بلند ہوئی۔ سب سے پہلے اعمال خیر اسی سرزمین پر انجام پائے شاید اسی واقعہ کی طرف سرکار دوعالم ﷺ نے ٹھنڈی ہوا کہہ کر اشارہ فرمایا تھا۔ جس کی ترجمانی ڈاکٹر اقبال نے ان لفظوں میں کی ہے۔

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے　　میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

پھر اپنی گفتگو میں میں نے یہ بھی کہا کہ ایک نہیں کئی چیزیں ہیں جو بنام اسلام تمام مذاہب میں یکساں اور مشترک ہیں، مگر دنیا میں کم وبیش چھوٹے بڑے ۶۰ ممالک ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت ہے مگر اب تک کسی ملک کو یہ توفیق نہیں ہوئی بنام اسلام جتنے افکار ونظریات کے لوگ دنیا میں پائے جار ہے ہیں سب کو ایک

پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی جائے۔ملک ایران کی طرف سے یہ پہل قابل ستائش ہی نہیں بلکہ لائق تقلید بھی ہے۔بے شمار ایسے امور ومعاملات ہیں جن پر مسلمان آپس میں متحد ہو سکتے ہیں۔بقول شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

پھر میں نے یہ بھی کہا کہ کسی بھی کام کو سرانجام دینے میں مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے، دشوراریاں پیش آتی ہیں مگر

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

جس عالمی مسئلہ کی طرف **کل مومن اخوۃ** کے تحت اتحاد بین المسلمین کے حوالے سے امام انقلاب آیت اللہ خمینی کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کرنے میں ملک ایران جس اخلاص کے ساتھ سرگرم عمل ہے بلا شبہ اس پہلو پر پورے عالم اسلام کے ذمہ داران اور سر براہان کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کیوں کہ ایک عالمی سازش کے تحت جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور اپنا الو سیدھا کرنے کا کھیل سامراجی طاقتیں کھیلتی رہی ہیں اب وہ کھیل بند ہونا چاہئے۔اگر اس تعلق سے ہم عالم اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو صرف ایران ہی ایک ایسا ملک ہماری نگاہوں کے سامنے آتا ہے جو اس سلسلے میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ہندوستان نے ہر موقع سے ایران کا ساتھ دیا ہے، مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے ہندوستانی مسلمان بھی اس مسئلہ میں ایران کے شانہ بشانہ رہیں گے۔

شام کا وقت دانش گاہ مذاہب کے شیخ الجامعہ سے ملاقات کے لئے خاص تھا۔ظہرانہ سے فراغت کے بعد پہلے ہم لوگ اپنے روم گئے، مختصراً قیلولہ کیا، نماز ظہر ادا کی اور ''دانش گاہ مذاہب'' جانے کے نکل پڑے، مولانا علیمی اور ہم دونوں ساتھ میں بیٹھے، آدھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم لوگ دانش گاہ مذاہب کے صدر گیٹ کے سامنے کھڑے تھے اور دانش گاہ مذاہب کی عمارت کی پیشانی پر یہ عبارت نگاہوں کے سامنے تھی۔''فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ'' (الزمر ۱۷،۱۸)

اس دانش گاہ کے شیخ الجامعہ دکتور عبدالکریم میاز ار شیرازی جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے اپنے رفقا کے ساتھ ہم لوگوں کا استقبال کیا۔ان رفقا میں نائب شیخ الجامعہ ڈاکٹر سید احمد زربانی، استاذ فلسفہ دکتور دولاری، ممبر مجلس تعلیمی قاری ڈاکٹر دولتی شامل تھے۔پہلے تو ہم لوگوں نے اپنا تعارف پیش کیا پھر شیخ الجامعہ نے دانش گاہ مذاہب کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی اور فرمایا:

''انسان کی تاریخ دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک اللہ کے ماننے والے ہیں اور دوسرے شیطان کے پجاری ہیں۔ جو لوگ اللہ کے بندے ہیں وہ مختلف مذاہب کے ماننے والے ہیں، ایسے لوگوں کو قریب کرنے کی اشد ضرورت ہے، اس تعلق سے یہاں کام ہو رہا ہے۔ لیکن جو لوگ شیطان کے بندے ہیں وہ لوگ اپنی رائے دوسروں پر تھوپتے ہیں ان کی ساری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہم ہی لوگ سچے ہیں باقی تمام لوگ باطل پرست ہیں۔ اس ادارہ کی تاسیس کا واحد مقصد یہ ہے کہ بنام اسلام تمام فرقے کے لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا جائے تاکہ ایک دوسرے کے تئیں پیار و محبت پیدا ہو سکے۔ کیوں کہ ہم میں اور دوسروں میں زیادہ فرق نہیں ہے، ہم سب کا دین ایک ہے، کتاب اللہ ایک ہے، نبی و رسول ایک ہے، اللہ کے نزدیک جو پسندیدہ مذہب ہے وہ صرف اور صرف اسلام ہے۔ اور ہم سب اسی پسندیدہ مذہب کے ماننے والے ہیں۔ قرآن واحادیث میں جو نص صریح ہے ہم سب کا اس پر اتفاق ہے اور دنیا میں جتنے فرقے ہیں سب اسے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر کوئی نص صریح موجود ہے تو اس کے خلاف کوئی نہیں جاتا اگر چہ تمام فرقوں کا نام جداگانہ ہے مگر اس سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ اسی تصور کے ساتھ ہمارے اکابرین نے اسلام کی دعوت دی اور تمام مذہب کے لوگوں کو متحد کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ ایسے لوگوں میں جمال الدین اسدآبادی افغانی کا نام بڑا نمایاں ہے۔ انہوں نے واضح لفظوں میں کہا کہ جب ہم لوگوں کی دوریاں ختم ہوں گی ایک دوسرے کے قریب ہوں گے تبھی محبت بڑھ سکتی ہے۔

موصوف نے یہ بھی کہا کہ پہلے زمانے میں جب علم کلام عروج پر تھا، رایوں میں اختلاف ضرور ہوتا مگر لوگ اپنی بات کی تائید میں مستحکم دلیلیں پیش کرتے، سارے بحث و مباحثے سنجیدگی کے ماحول میں ہوتے، کیوں کہ اس وقت علم کلام اور علم الاخلاق دونوں ایک دوسرے میں ضم تھے۔ مگر جب علم اخلاق علم کلام سے جدا ہوا تو لوگ جنگ وجدال پر اتر آئے، خلق قرآن جیسی بحثیں معرض وجود میں آگئیں، امام غزالی جو بہت بڑے مناظر تھے جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو انہیں بحث و مباحثہ سے نفرت سی ہوگئی، اس سے رخ موڑا اور اخلاقیات کے موضوع پر احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت جیسی اہم کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے ان کتابوں میں اخلاقیات کے ساتھ فقہ کو بھی ضم کیا۔ مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس قسم کے نظریات شامل کئے جس میں رشید رضا مصری کی **تفسیر المنار**، طباطبائی کی **المیزان**، بدیع الزماں طوسی کی **رسائل نور فی التفسیر** جیسی اہم کتابیں اسی اتحاد بین المذاہب کی کڑیاں ہیں، ادھر ماضی قریب میں اسی سلسلے کو آگے بڑھانے کے

لئے رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای نے باضابطہ اس دانش گاہ کو قائم کیا جس میں تمام مذاہب کی تعلیم و تدریس کا نظم ونسق کیا۔

اس دانش گاہ میں مذہب امام ابوحنیفہ، مذہب امام شافعی، مذہب امام احمد بن حنبل، مذہب امام مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کے علاوہ فقہ امامی کی تعلیم کا اعلیٰ نظم ونسق ہے اور مختلف مذاہب کے طلبہ یہاں زیر درس بھی ہیں، یہاں ایرانی طلبہ اور بیرون ایران کے طلبہ کی تعلیمی فیس برابر ہے۔ ایران و بیرون ایران کے طلبہ میں کوئی تفریق نہیں۔ گریجویشن کی سطح پر شعبوں میں تعلیم دی جاتی ہے اور پوسٹ گریجویٹ کی سطح پر پانچ شعبوں میں تعلیم کا نظم ونسق ہے، پی، ایچ۔ ڈی صرف اسلامک لا اینڈ کے شعبہ میں ہے۔ وہاں داخلہ لینے والے طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلم کمیونٹی سے ہو اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، امامی یا زیدیہ ان میں سے کسی ایک مسلک سے تعلق رکھتا ہو۔

۱۸ر دسمبر کی صبح ناشتہ اور دیگر ضروریات سے فراغت کے بعد ہم لوگ آیت اللہ امام خمینی کا وہ مکان دیکھنے گئے جہاں انہوں نے انقلاب ایران کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے، انہیں عارضہ قلب تھا جس کے باعث ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ آبادی سے دور آپ اپنی رہائش اختیار کریں، اسی کے مشورہ کے باعث آپ نے آبادی سے دور پہاڑ کے دامن میں اپنا مسکن بنایا تھا وہ مقام کسی زمانہ میں آبادی سے دور رہا ہوگا مگر اب تو وہ تہران کا ایک حصہ ہے اور اسی علاقے میں سابق صدر جمہوریہ ایران جناب رفسنجانی کی بھی رہائش ہے۔ تہران کی شاہراہوں اور گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم لوگ اس دیار میں پہنچے، وہ جگہ جمران ہے جو ایک برف آلود پہاڑی کے دامن میں واقع ہے، بڑی پر فضا رہی ہوگی مگر اب تو وہ بستی تہران شہر کا ایک گنجان حصہ بن چکی ہے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے راستہ میں ایمان کو تازگی بخشنے والے کئی ایک جملے دیواروں پر لکھے ہوئے نظر آئے جیسے **"خورشید در چشمۂ تو مفقود الاثر شد"۔ توبہ دلہارا پاک می کند و آثار گناھاں را می شوئید"۔ "خدایا خدایا تا انقلاب مهدی از نهضت خمینی محافظت فرما"**۔ بڑے خوش کن جملے تھے، اس قسم کے جملے دلوں میں گرماہٹ پیدا کر رہے تھے۔ تمام سڑکوں، دکانوں اور مکانوں کے نام فارسی زبان ہی میں لکھے ہوئے ملے، انگریزی کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ بہر حال ہم لوگ "کوچہ زادگاں" سے ہوتے ہوئے بلندی پر واقع دو چھوٹے چھوٹے کمروں میں پہنچے تو وہاں آغا میرانی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کافی دنوں تک خادم کی حیثیت سے امام خمینی کے ساتھ گزارا تھا، اس لئے امام خمینی کے تعلق سے ساری باتیں بڑے شواہد کے ساتھ بیان کر رہے تھے۔ وہ کمرہ جس میں آیت اللہ امام خمینی بیٹھ کر دنیا کے سلاطین کے ساتھ گفت وشنید کرتے تھے اس میں ایک معمولی صوفہ سیٹ، ایک چھتری اور ایک جوڑی چپل کے علاوہ ایک معمولی سی قالین بچھی ہوئی ملی، جب آغا میرانی نے یہ بتایا کہ اس کمرہ میں اسی

قالین پر روس کے صدر گورباچیف اور دوسرے بڑے بڑے سلاطین بیٹھتے تھے تو مجھے حضرت عمر فاروق اعظم کا وہ دور یاد آرہا تھا کہ وہ مسجد میں ہوتے اور دوسرے ممالک کے سلاطین ان سے ملنے وہیں آتے تھے اور چٹائی پر بیٹھ کر ان سے باتیں کرتے۔ امام خمینی کے اس کمرے میں ان کے کچھ آثار کے علاوہ دو تصویریں بھی نظر آئیں، ان میں ایک ہاتھ کی بنی ہوئی رسول اکرم ﷺ کی خیالی تصویر تھی جب میں نے اسے بغور دیکھا تو اس پر ''تمثال مبارک حضرت رسول اکرم ﷺ'' لکھا ہوا تھا شاید انہیں کسی نے تحفہ میں پیش کی ہوگی، اس تحفہ کے پیش کرتے وقت امام خمینی کا کیا ردعمل تھا؟ یہ تو معلوم نہ ہو سکا البتہ وہ قلمی تصویر اسی کمرہ میں محفوظ ہے جو اس وقت میوزیم بنا ہوا ہے۔ امام خمینی نے ایران میں ڈھائی ہزار سال مستحکم حکومت کا تختہ پلٹنے کے بعد تقریباً نو سال اس چھوٹے سے مکان میں گزارے۔ آغا میرانی نے بتایا کہ امام خمینی نے گورباچیف کو اسلام کی دعوت بھی یہیں دی تھی مگر اس نے اس کے جواب میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ ہم ایران اور افغانستان میں آپ کی مدد کریں گے، جب ان کا پیغام بر یہ نامہ لے کر امام خمینی کی خدمت میں آیا تو اسے پڑھ کر آیت اللہ امام خمینی نے فرمایا کہ ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی ان سے کسی قسم کی مدد نہیں طلب کی تھی، ان سے کہہ دو کہ خدا میرا حامی و ناصر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

ہم لوگ ہوٹل اسپیناس پہنچے، آج ہی ہم لوگوں کو بارگاہ رضا میں حاضری دینے کے لئے بذریعہ طیارہ مشہد جانا تھا، نماز اور کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگ ایک بجے ہوٹل کے لاؤنج میں جمع ہوئے۔ سوا بجے بس میں سوار ہوئے اور ۴۵ منٹ کی مسافت کے بعد تہران کے نیشنل ایئرپورٹ مہرآباد پہنچ گئے۔ فلائٹ نمبر EP577 سے مشہد کا سفر کرنا تھا، بورڈنگ کرایا اور پھر جاکر سیٹ نمبر 8.B پر بیٹھ گئے اور اس کے پرواز کا انتظار کرنے لگے۔

مشہد

مہرآباد تہران سے جہاز دیر سے چلا، جس کے سبب مشہد پہنچنے میں تاخیر ہوئی، ایئرپورٹ سے باہر آئے تو سرد ہواؤں نے ہم لوگوں کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ وہاں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے کئی درجہ نیچے تھا۔ جلدی سے ہم لوگ ٹیکسی میں سوار ہوئے اور آستانہ قدس رضوی کے قریب ہوٹل طوس پہنچے۔ ہوٹل طوس چہار ستارہ ہوٹل ہے، ایک شب گذارنی تھی، خوشی اس بات کی تھی بارگاہ رضا سے اتنا قریب ہوٹل ملا تھا کہ امام رضا کا گنبد ہوٹل سے صاف نظر آرہا تھا۔ پانچویں منزل پر مجھے کمرہ نمبر ۵۰۹ اور مولانا معین الحق علیمی کو کمرہ نمبر ۵۱۰ الاٹ کیا گیا۔ باقی میرے ساتھی میرے پاس پڑوس تھے۔ یہاں ایک بات کی میں وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نے کتابوں میں شیخ نصیر الدین طوسی کے حالات کے ضمن میں توس کو ط سے پڑھا تھا مگر یہاں اس کا استعمال ت سے دیکھ کر تعجب ہوا۔ خیر کمرہ میں سامان رکھا، تازہ دم ہوئے، ہوٹل کے تہہ خانہ میں دکانیں سجی تھیں، ہم لوگ نیچے آئے، ہندوستانی کرنسی کو وہاں کی کرنسی تومان میں تبدیل کرایا، مجھے تو ایک ہزار روپئے کے ساڑھے چھبیس ہزار تومان ملے اور علیمی صاحب پانچ ہزار کی ہندوستانی کرنسی کی تبدیلی کرائی جس کے

بدلے انہیں لاکھ کے حساب سے تومان ملے۔ہوٹل کے نیچے بازار میں کچھ چھوٹی موٹی چیزیں بچوں کے لئے خریدی گئیں۔ٹھنڈک اتنی زیادہ تھی کہ دیر تک ہم لوگ وہاں نہ ٹھہر سکے اور سیدھے وہاں سے ہوٹل توس کے ریسٹورنٹ میں آ گئے، ہمارے ساتھی پہلے سے ہی وہاں دسترخوان کی زینت بنے ہوئے تھے۔مزہ لے لے کر سب نے کھانا کھایا اور پھر اپنے اپنے کمروں میں جا کر آرام سے سو گئے ۔۱۹؍دسمبر کی صبح ہمارے لئے کیا مبارک ساعت تھی جب میں نیند سے بیدار ہوا اور کھڑکی سے باہر دیکھا تو امام رضا کا سنہرا گنبد نگاہوں کے سامنے تھا۔اس پر لگے قمقمے آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا کر رہے تھے۔

حضرت امام رضا کا مکمل نام ''علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ہے۔آپ کی ولادت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ایک سال بعد بروز جمعہ مدینہ منورہ میں ہوئی۔بعض نے سال ولادت ۱۴۳ھ اور بعض نے ۱۵۱ھ لکھا ہے۔آپ نے پچاس سال کی عمر پائی اور مامون کے عہد میں بروز ہفتہ آخر ماہ صفر ۲۰۳ھ میں شہادت نصیب ہوئی۔آپ کی یہ شہادت مامون کے عہد خلافت میں شہر نوقان کے ایک گاؤں سناباد میں ہوئی مگر تدفین ہارون رشید کی قبر کے پاس ہوئی۔آپ کی شہادت کس چیز سے ہوئی اس میں اختلاف ہے بعض نے لکھا ہے کہ آپ کو انگور میں زہر دیا گیا بعض نے انار میں زہر دینے کی بات لکھی ہے۔آپ کے قاتل کا کوئی تذکرہ کسی کتاب میں نہیں ملتا ہے۔

حضرت امام رضا نے اپنے مستقبل کی زندگی کے بارے میں فرمایا تھا: مجھے کافی مشکلات سے گزرنا پڑے گا اور پھر مامون رشید کے ہاتھوں شہید ہوں گے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ میں سرزمین خراسان کا سفر کروں گا اور پھر وہاں سے کبھی واپس نہ آؤں گا۔مامون رشید نے آپ کو خلافت دینے کے لئے مدینہ منورہ سے بلایا تھا،اس وقت آپ نے فرمایا تھا مجھ کو اپنے جد بزرگوار کی قبر سے جدا کیا جا رہا ہے اور میں غریب الوطنی میں انتقال کر جاؤں گا اور پھر مجھے ہارون رشید کے پہلو میں دفن کر دیا جائے گا۔

۱۹؍دسمبر کو نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہوٹل ہی میں نماز فجر ادا کی، پھر دیگر ضروریات سے فراغت کے بعد پہلے ناشتہ کیا پھر مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے لوگ جن کی رہنمائی میں ہم لوگ صبح وشام گزار رہے تھے ان کے حکم کے مطابق ہم لوگ ناشتے سے فراغت کے بعد آستان قدس رضوی کی زیارت کے لئے اسی سرد ہوا کے جھونکوں کی لپیٹ میں نکل پڑے۔مشہد شریف میری دوسری حاضری تھی، آستان قدس رضوی بھی حاضر ہوا تھا مگر جن کے ساتھ میٹنگ تھی ان سے میری پہلی ملاقات تھی۔کتابخانہ آستان قدس رضوی میں ہم لوگوں کی ملاقات آیت اللہ واعظ زادہ سے کرائی گئی جو مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے دبیر کل تھے اور گیارہ سال تک اسی منصب پر فائز تھے جس منصب پر آج کل آیت اللہ محمد علی تسخیری فائز ہیں۔سب لوگوں کا تعارف ہوا، سید اطہر عباس رضوی نے ترجمانی کے فرائض انجام دئے۔آیت اللہ واعظ زادہ کی عمر ۸۰ سال سے زیادہ رہی ہوگی مگر اس عمر میں بھی وہ اپنے رفقا کے ساتھ قرآن کریم کی فقہی تفسیر لکھنے میں مصروف ہیں، اس وقت موصوف تمام دنیا کے شیعی علما کے نائب صدر بھی ہیں۔انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''مجھے آپ لوگوں کی زیارت سے مسرت ہوئی، ہم نے دو بار ہندستان کا سفر کیا، دہلی اور بمبئی گئے، علی گڑھ کا بھی سفر کیا، وہاں کے اساتذہ اور علما سے ملاقاتیں رہیں، ان کے بارے میں میرا بڑا اچھا تاثر رہا اور ان کے علاوہ اور بھی دوسرے شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا مگر ان کے نام اب مجھے یاد نہیں ۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہندوستان کی زبان ایک زمانہ تک فارسی رہی مگر اب افسوس ہو رہا ہے کہ جب ان کی سلطنتیں ختم ہوئیں تو حکومت دوسری قوموں کے ہاتھوں میں چلی گئی مگر اس بات کی خوشی ہے کہ حکومت اگر چہ مسلمانوں کی نہیں مگر انہوں نے اپنے مدارس اور خانقاہیں اب تک باقی رکھی ہیں، اب آگے کی قیادت آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ۔ بہت سارے معاملات میں ہم لوگ ایک ہیں، ہمیں ایک دوسرے کے بزرگوں کی تنقید نہیں کرنی چاہئے جو چیزیں مشترک ہیں اس میں اتحاد ممکن ہے، ہم اپنے اپنے مسلک پر باقی رہتے ہوئے بہت سارے امور میں باہمی اتحاد کر سکتے ہیں''۔

آستان قدس رضوی کی آمدنی سے **مجمع البحوث الاسلامیه** اپنی خدمت کر رہا ہے ،اس کے علاوہ کئی ایک یونیورسٹیاں اس آستانہ کی آمدنی سے بندگان خدا کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے میں سرگرم عمل ہیں ۔ ہندوستان کی خانقاہوں کے ذمہ داران کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے ،کیا ہندوستان میں آستانوں کی آمدنی سے یونیورسٹیاں نہیں چل سکتی ہیں؟ ۔ضرور چل سکتی ہیں مگر اس کے لئے ملت کے تئیں مخلص بننا پڑے گا اور خانقاہی نظام میں تبدیلی لانی پڑے گی، مگر ظاہر ہے کہ یہ عمل کوہ کنی سے کم نہیں ۔

مجمع البحوث الاسلامیه کا ہر شعبہ جداگانہ ہے آیت اللہ واعظ زادہ خراسانی کے ذمہ شعبہ تفسیر کی خدمت ہے ۔اس وقت شیخ موصوف قرآن کریم کی فقہی تفسیر حروف تہجی کے اعتبار سے تیار کرا رہے ہیں، اس میں قرآنی مسائل کا استنباط کیا گیا ہے، یہ تفسیر دراصل **الموسوعة القرآنية الكبرىٰ** یعنی ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے، جس کا نام **المعجم فی فقه لغة القرآن وسر بلاغته** ہے، یہ کام علما کا ایک بورڈ آپ کی زیر سرپرستی کر رہا ہے، اس میں ناصر النخعی ، قاسم النوری ،محمد حسن مومن زادہ ،حسن خاکشور، سید عبد الحمید عظیمی اور سید جواد سیدی ، سید حسن رضویان ،علی رضا غفران ،محمد رضا نورانی ، سید علی دباغ دارابی اور ابو القاسم حسن پور بطور خاص قابل ذکر ہیں ۔ انیس جلدیں تیار ہو چکی ہیں ۔ بیسویں جلد جو ذ، ق، ن پر مشتمل ہے ہماری نگاہوں کے سامنے تھی۔''

وہاں سے فراغت کے بعد ہم لوگ قرآن میوزیم دیکھنے گئے ، وہاں ہم لوگوں کی ملاقات ایک کشمیری شخص سے ہوئی جو اتفاق سے اسی سیکشن کے انچارج تھے ۔ انہوں نے اس میوزیم میں قرآن کریم کے وہ نادر و نایاب نسخے دکھائے جو اس سے پہلے ہم نے کہیں نہیں دیکھے تھے، حضرت علی سے منسوب خط کوفی میں قرآن کریم کے نسخہ کے علاوہ حضرات حسنین کریمین، امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ اطہار کے ہاتھوں لکھے قرآن کریم کے نسخے وہاں موجود تھے ۔اس میوزیم میں بحرین ، ہندوستان ، کویت ،سعودی عرب اور دوسرے

مما لک کے سلاطین نے جو تحائف امام خمینی کو دئے تھے وہ سب بھی وہاں موجود ہیں، قالین پر قرآن کریم کی آیتوں کی جس طرح نقاشی کی گئی ہے وہ زائرین کی توجہ کا مرکز تھی۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کی تلواریں، تیر وکمان، اور سکّے بھی وہاں دیکھنے کو ملے۔ پھر اس کے بعد وہ بزرگ ہم سب کو اس دفتر میں لے گئے جہاں پوری دنیا کے مہمان آتے ہیں اور ان کے ناموں کا اندراج ہوتا ہے اور انہیں اس آستانہ کی طرف سے کم از کم ایک وقت کا مہمان بنا کر ان کی ضیافت کی جاتی ہے۔ اس رضوی لنگر خانہ سے دس ہزار لوگ روزانہ مستفید ہوتے ہیں، جون، جولائی اور اگست کے مہینہ میں یہ تعداد بارہ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ اور یہ تمام زائرین کے لئے بڑی عزت وافتخار کی بات ہوتی ہے۔ اس بار چوں کہ ہم لوگوں کے پاس وقت کم تھا لہذا اس نعمت سے ہم سب محروم رہے، البتہ یہ سعادت مجھے پہلے سفر میں حاصل ہو چکی تھی۔ ہم لوگ اس مہمان خانہ کے ایک وسیع ہال میں بیٹھ گئے، پھر وہاں انہوں نے ہم لوگوں کو اس آستانہ کے تعلق سے تفصیلات بتائیں اور یہ طریقہ کار ان کا باہر کے تمام زائرین کے ساتھ ہوتا ہے، وہاں مختلف زبانوں کے ماہرین ہیں جو اس امور کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔ انہوں نے اس حرم مطہر کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ:

''اس حرم مطہر کا رقبہ سوا ایکڑ زمین پر مشتمل ہے جس میں چودہ بڑے بڑے گیٹ اور ۹ وسیع صحن ہیں۔ سب سے بڑا صحن ۴۵ ہزار مربع میٹر پر پھیلا ہوا ہے، پچھلے سالوں میں بیرون ایران کے جن زائرین نے اس آستانہ کی زیارت کی ہے ان کی تعداد ڈھائی کروڑ ہے۔ جو لوگ اس حرم مطہر اور زائرین کی خدمت پر مامور ہیں ان کی تعداد تیس ہزار ہے۔ ہر وقت دس ہزار خدام اپنی ڈیوٹی پر مامور رہتے ہیں ہر ایک خادم سات گھنٹے کی اپنی ڈیوٹی بڑی ذمہ داری سے انجام دیتا ہے۔ صرف صفائی پر آٹھ سو خدام لگے رہتے ہیں۔ صفائی کا نظم ونسق بہت عمدہ ہے۔ کہیں کسی قسم کی کوئی گندگی کیا کوئی کاغذ کا ٹکڑا نظر نہیں آیا۔ یہ واحد آستانہ ہے جو ۲۴ گھنٹہ زائرین کے لئے کھلا رہتا ہے اور ہمیشہ زائرین وہاں فاتحہ خوانی کے لئے ہزاروں کی تعداد میں مصروف رہتے ہیں، اس آستانہ کے تحت جو لائبریری ہے وہ ۲۸ ہزار مربع میٹر ایریا میں ہے، جس میں اس وقت ۲۸ لاکھ کتابیں ہیں جس سے اساتذہ اور ریسرچ اسکالر طلبہ روز وشب استفادہ کرتے ہیں۔ یہ لائبریری برسوں سے یہاں قائم ہے۔

حضرت امام رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا ضریح مبارک مطلیٰ ہے، اس پر جو گنبد ہے اس کا وزن ۱۲ ٹن ہے، لمبائی ساڑھے چار میٹر اور چوڑائی چار میٹر ہے اور اس پر سورۂ یٰس شریف آب زر سے تحریر ہے۔ اس ضریح مبارک کو ایک سال میں تقریباً ۲۵ کروڑ افراد بوسہ دیتے ہیں مگر اس کی رنگت میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے''۔

وہاں سے فراغت کے بعد ہم لوگوں نے آستانہ قدس رضوی کی مسجد میں آکر نماز ادا کی اور پھر وہاں سے ہوٹل آ گئے۔ نہار

کھایا اور پھر طوس جانے کی تیاری میں لگ گئے ۔ پہلے سفر میں میری حاضری طوس ہو چکی تھی لیکن میں وہاں پھر گیا اس بار جانے کا فائدہ یہ ہوا کہ ہارونیہ جہاں حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ والرضوان کا عبادت خانہ تھا اسی سے متصل ان کے مزار اقدس پر بھی حاضری ہوئی ۔آپ کی قبر مطہر کھلے آسمان کے نیچے بالکل عبادت خانہ کے سامنے ہے اور اس پر "**بیاد بود امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ**" کندہ ہے۔قبر مبارک کو دیکھ کر افسوس ہوا کہ جس شخص نے عالم اسلام کو اپنی تحریروں سے علم وفن کا لازوال خزانہ دیا اس بندۂ خدا کی قبر کو جو عزت وعظمت ملنی چاہئے وہ نہ مل سکی ، جب کہ اس کے پاس ہی فردوسی کا مقبرہ انتہائی عالیشان عمارت میں موجود ہے جو اعلیٰ ترین فن کا شاہکار ہے اور لوگوں کو دعوت نظارہ دیتا ہے۔ بہت دیر تک فاتحہ پڑھا ، ہمارے ساتھیوں نے اس قبر مبارک کا عکس لیا۔اسی سے متصل وہ کھنڈرات نظر آئے جو شاہ سلجوقی کے زمانے میں مسجد ومدرسہ کہ عمارت تھی اور وہ علاقہ تابران طوس کے نام سے مشہور تھا۔

پھر اسی سے دو کلومیٹر آگے فارسی کے مشہور شاعر فردوسی کے مقبرہ پر بھی گئے ،اس مقبرہ اور اس سے متعلق میوزیم کی پوری تفصیل میں اپنے سفر اول کی روداد میں لکھ چکا ہوں ، ایک چیز جس کا اعادہ یہاں ضروری سمجھتا ہوں شاہنامہ فردوسی کا وہ خطی نسخہ ہے جو جواد شریفی کے ہاتھ کا ۱۳۵۰ھ قمری میں لکھا ہوا ۳۷ کلوگرام پر مشتمل ہے اس میوزیم میں موجود ہے۔اس نسخہ میں جس داستان کو فردوسی نے منظوم کیا ہے اسے رنگین تصاویر سے سجانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ بہت جلدی جلدی ہم لوگوں نے میوزیم کو دیکھا ،نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔سردی بھی زیادہ تھی اس لئے جلدی ہم لوگوں نے وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔

ہوٹل پہنچ کر ہمارے احباب خریداری میں لگ گئے ،تھوڑی دیر مولانا معین الحق علیمی کے ساتھ ہم بھی مارکیٹ میں ٹہلے ۔ بچوں کے لئے انگوٹھیاں اور احباب کے لئے تسبیح کے دانوں کی خریداری کی اور پھر حضرت امام رضا کی بارگاہ میں سلام رخصت کی غرض سے ہم دونوں اسی سخت سردی میں چلے گئے ،اتنی زیادہ سخت سردی تھی کہ الامان والحفیظ ،مگر جب مزار مقدس کے پاس حاضری ہوئی تو بھیڑ میں بالکل کمی نہ تھی ، بڑی مشکل سے آستانہ مبارکہ کا بوسہ لے سکا اور پھر ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ لوگ پروانہ وار اس مزار اقدس کے ارد گرد ضریح مبارک سے چمٹے کھڑے تھے، وہاں سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔اس بھیڑ کو دیکھ کر بار بار یہ شعر میرے دل ودماغ میں گردش کر رہا تھا۔

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

سکون سے فاتحہ پڑھا ، دوسری مرتبہ پھر آستانہ بوسی کے لئے جدوجہد کی مگر کامیابی نہ مل سکی اور یہ حسرت لے کر واپس آ گئے ، اس بھاگ دوڑ میں رات کے دس بج چکے تھے، ایرپورٹ جانے کے لئے بس لگ چکی تھی ۔عجلت میں رات کا کھانا کھایا گیا اور ایرپورٹ کے لئے لگی بس میں جا کر بیٹھ گئے اور پھر بس مشہد ایرپورٹ کے لئے چل پڑی اور آدھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد آستانہ قدس

رضوی کی برکتوں کو دل میں اور حسین مناظر کو آنکھوں میں سموئے ہوئے ایر پورٹ پہنچ گئے۔ ساڑھے گیارے بجے جہاز وہاں سے روانہ ہوااور پون بجے شب ایران ایر لائنس کا یہ طیارہ مہر آباد ایر پورٹ پہنچ گیا۔ ایر پورٹ سے باہر نکلے تو وہاں مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی بس لگی تھی، ٹھنڈک میں قدرے کمی تھی، ہم لوگوں نے راحت کی سانس لی۔ نصف شب میں بھی موسم مشہد کے اعتبار سے غنیمت تھا۔ ہم لوگ بصد سکون بس میں سوار ہوئے اور پھر اسی ہوٹل میں جا پہونچے جسے ہم لوگوں نے دو روز قبل خیر آباد کہا تھا۔ ہمارے بعض احباب کو وہی کمرہ الاٹ ہوا، البتہ کچھ لوگوں کے کمروں میں تبدیلیاں ہوئیں۔ مولانا معین الحق علیمی میرے کمرے ۱۱۰۸ میں پہنچ گئے اور مجھے بارہویں منزل پر ۱۲۰۲ میں بھیج دیا گیا۔ رات کافی ہو چکی تھی بغیر کسی تمہید کے ہم سو گئے۔

۲۰/دسمبر ۲۰۱۱ء کی صبح ۱۱/بجے سازمان فرہنگ وارتباطات اسلامی ایران کے رئیس ڈاکٹر محمد باقر خرم شاد سے ملاقات تھی۔ اس لئے ہم لوگ ناشتہ اور دیگر ضروریات سے فراغت کے بعد ان سے ملاقات کے لئے نکل پڑے۔ تقریباً گھنٹہ بھر کی مسافت کے بعد ہم لوگ ان کے دفتر پہنچے، ان سے ملاقات ہوئی، باہم ایک دوسرے کا تعارف ہوا، انھوں نے ہم لوگوں کا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور کہا:

> ”ہمیں آپ حضرات سے ایران میں ملاقات کر کے بے حد مسرت ہو رہی ہے، آپ حضرات کی میزبانی کا شرف ہمارے لئے باعث افتخار ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ موقع مجھے بار بار ملتا رہے گا اور آپ حضرات بار بار تشریف لا کر ہمیں میزبانی کا شرف بخشتے رہیں گے۔
>
> ہمارا یہ ادارہ پوری دنیا میں تہذیبی وعلمی روابط استوار کرنے کا کام کر رہا ہے، تقریباً ساٹھ الگ الگ تنظیمیں اس حوالہ سے دنیا میں سرگرم عمل ہیں۔ زیادہ تر لوگ ایشیا میں ہیں، اس کے بعد افریقہ و یوروپ میں اب امریکہ میں ہمارے نمائندے پہنچ گئے ہیں، ان تمام جدو جہد کا واحد مقصد پوری دنیا کے مسلمانوں کی ہر طرح مدد کرنا اور بطور خاص انہیں علم وآگہی سے روشناس کرانا ہے اور اس طرح انہیں وہ سربلندی دلانا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں **وانتم الاعلون** کے ذریعہ اشارہ کیا ہے، امید کہ آپ لوگوں کا یہ سفر نہ تو آخری ہوگا اور نہ ہی پہلا، ہم لوگ مل بیٹھ کر ملت اسلامیہ کے مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر کرتے رہیں گے۔ جہان اسلام جس اضطرابی کیفیت سے دو چار ہے وہ سب ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، تیونس، بحرین، مصر اور لیبیا میں مسلمانوں پر کیا گزری اور کیا گزر رہی ہے اس سے پوری دنیا واقف ہے۔ ایسی صورت میں صحیح قیادت کی ضرورت ہے تاکہ سامراجی قوتیں جو وہاں اپنا ہاتھ پاؤں پھیلا رہی ہیں اس سے نجات مل سکے۔

ڈاکٹر خرم شاد کی گفتگو کے بعد ہمارے ساتھیوں میں بعض نے دو دو منٹ میں اظہار خیال کیا، مولانا معین الحق علیمی اور میری

گفتگو سب سے آخر میں ہوئی ۔

’’میں نے کہا کہ مصر، لیبیا اور دوسرے مما لک کا انقلاب ایران سے قدرے مختلف ہے، چالیس پچاس سال بعد زمانہ کروٹ لیتا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ان مما لک کا انقلاب اسی سوچ کا نتیجہ ہو، بہر حال معاملہ کچھ بھی ہو وہاں انقلاب لانے میں داخلی طاقتیں کم باہر کی طاقتیں زیادہ حاوی رہی ہیں، اگر ناٹو لیبیا میں کاروائی نہ کرتا تو آج یہ صورت حال نہ ہوتی، لیکن اگر ان مما لک میں حالات بدل گئے اور انقلاب آ گیا ہے، شخص واحد کی حکومت ختم ہو کر جمہوریت میں تبدیل ہو چکی ہے تو ایسی صوررت میں چاہئے کہ وہ حکومت اسلام دشمن طاقتوں کے چنگل میں نہ جانے پائے جس کے امکانات زیادہ ہیں ایران کو چاہئے کہ اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے اور انہیں جس بھی طریقہ سے ممکن ہو اپنا ہمنوا بنائے یہ کام مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں ۔

میں نے کہا ایران کا انقلاب ہو یا ہندوستان کی آزادی ان میں صرف اور صرف انہیں ملکوں کے جیالوں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ جس طرح ایران کے انقلاب میں علما کا کلیدی کردار رہا ہے اسی طرح ہندوستان کی آزادی میں علما کا کردار قابل ستائش رہا ہے، اس آزادی کے حصول کے لئے تقریباً چالیس ہزار علما کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا اور جو باقی بچے ان میں بیشتر کو کالے پانی کی سزا ہوئی ۔ ان علما کے ساتھ کیا کیا ہوا اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں ہندوستان کو آزادی مشکل سے ملی مگر ان تن کے گورے اور من کے کالے لوگوں سے نجات مل ہی گئی ۔

اس تناظر میں اگر ہم ایران کے انقلاب کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ اچھی طرح منکشف ہو جاتا ہے کہ ایرانی علما نے جس منصوبے کی تکمیل اور جس مقصد کی بازیابی کے لئے اپنی جانوں کی قربانی وطن عزیز کے لئے پیش کی اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہوئی صاف طور پر محسوس کی جا سکتی ہے ۔ ایران اس وقت عالمی نقشہ پر وہ واحد ملک ہے جس کی طرف تمام عالم اسلام کی نظریں ہیں اور تمام مما لک یہ اچھی طرح محسوس کر رہے ہیں کہ ایران ہی وہ ایسا ملک ہے جو باطل طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔ خدا کرے لوگوں کی سوچ صد فی صد درست ہو۔ اگر واقعی ایسا ہے تو بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف ایران ہی اس وقت ایسا ملک ہے جو اسلامی مما لک کی قیادت کا اہل ہے‘‘۔

ڈاکٹر خرم شاد نے پُر تکلف ظہرانہ کا اہتمام کیا تھا، ہم لوگ کھانے کے لئے ایک دوسری عمارت کی طرف چل پڑے، اس ادارہ کے ذمہ داران کے ساتھ ہم لوگوں نے سیر ہو کر کھانا تناول کیا اور پھر ہم لوگ وہیں سے شہری چلے گئے ۔

شہرری راغا بلاد الجبال کا ایک شہر ہے،اس کے کھنڈرات تہران کی جانب جنوب مشرق میں تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر دیکھے جاسکتے ہیں جو جبال البرز سے میدان کی طرف نکلے ہوئے ایک پہاڑی حصے کے جنوب میں واقع ہیں۔حضرت شاہ عبدالعظیم کا گاؤں اور مزار شریف ان کھنڈرات کے عین جنوب میں واقع ہے،اس شہر کی جغرافیائی اہمیت اس بات پر مبنی ہے کہ یہ پہاڑوں اور ریگستان کے درمیان ایک ایسے زرخیز منطقہ میں واقع تھا جہاں نہایت قدیم زمانے سے ایران کے مغربی اور مشرقی علاقوں میں آمد ورفت کا رابطہ اور سلسلہ قائم ہوا تھا۔(دائرۃ المعارف الاسلامیۃ جلد ۱۰ ص ۱۴۴ لاہور ۱۹۷۳ء)

سازمان فرہنگ اسلامی کے دفتر سے تقریباً سوا گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم لوگ شہرری پہنچے، یہ شہر کبھی تہران سے جدا رہا ہوگا، مگر اب تو یہ شہر تہران کا ایک حصہ ہے۔جس میں دانشکدۂ علوم حدیث واقع ہے،یہی وہ شہرری ہے جس کی طرف منسوب علما اپنے نام کے ساتھ رازی لکھا کرتے تھے،اب بجائے رازی کے رائے شہری لکھا جارہا ہے۔فخر الدین رازی کو کون نہیں جانتا جن کی تفسیر ''تفسیر کبیر'' کے نام سے مشہور زمانہ ہے۔جس دانش کدۂ علوم حدیث کی زیارت کے لئے ہم لوگ وہاں گئے تھے اس ادارہ کے مؤسس آیت اللہ محمدی رائے شہری ہیں،موصوف ایک عرصہ تک امیر الحج بھی رہ چکے ہیں۔علوم حدیث کے تین دانش کدے پورے ایران میں ہیں ،ایک تو یہی ہے جس میں ہم لوگ حاضر تھے،دوسرا دانشکدہ اصفہان اور تیسرا قم میں ہے۔قم میں جو دانشکدہ ہے اس کی حیثیت مرکزی ہے۔

دانشکدۂ علوم حدیث ری کے ڈائرکٹر کے معاون سکریٹری ڈاکٹر ہادی حجت سے ہم لوگوں کی ملاقات ہوئی،انہوں نے ادارہ کا مکمل تعارف پیش کیا اور کہا:

> ''کہ اس ادارہ میں آپ حضرات کو دیکھ کر مجھے بے حد مسرت ہورہی ہے،اس ادارہ کے قیام کا مقصد ''اصل ترین ہدف دانشکدۂ علوم حدیث آشنائی مردم با اسلام حقیقی است'' ایران میں علم حدیث کا مقصد نہ صرف نشر و اشاعت ہے بلکہ کوشش یہ ہے کہ ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں حدیث رسول داخل ہوجائے اور ہماری زندگی سنت رسول کے مطابق بسر ہو۔اور علم حدیث ہی تمام علوم کی جڑ ہے،قرآن کریم کے بعد ہر مسلمان کے لئے حدیث کا جاننا لازم وضروری ہے۔اب تک ایران میں کوئی ایسا ادارہ نہیں تھا جو صرف اس مقصد کے لئے ہو،بارہ سال سے شہرری میں یہ ادارہ قائم ہے اور اس میں بی،اے۔ایم،اے اور پی،ایچ۔ڈی کی باضابطہ تعلیم وتدریس ہوتی ہے،اس کے ساتھ ساتھ علوم قرآن پر بھی ریسرچ وتحقیق کا سلسلہ جاری ہے،اس ادارہ کو رہبر معظم خامنہ ای کی خصوصی توجہ حاصل ہے۔شیخ طوسی،شیخ کلینی،شیخ کافی اور شیخ صدوق نے جو احادیث کے مجموعہ تیار کئے ہیں انہیں کی روشنی میں حدیث کی تعلیم وتدریس ہوتی ہے،مگر لائبریری میں اہل سنت وجماعت کی صحاح ستہ کے علاوہ

وہ تمام کتب احادیث موجود ہیں جو تمام سنی اداروں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں''۔

ان کی لائبریری میں کتابوں کا ذخیرہ قابل قدر ہے،لڑکے اور لڑکیاں جدا گانہ طور پر اسلامی وضع کے ساتھ کمپیوٹر پر انٹرنیٹ استعمال کرتی ہوئی نظر آئیں،شیخ محمد علی صادقی نے لائبریری کے تمام شعبوں کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور ان کی زیارت کرائی۔

اسی دانشکدہ میں ایک شعبہ ہیئت کا بھی ہے۔ یہ شعبہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ ہندوستان کے مدارس سے تقریبا یہ علم ناپید ہو چکا ہے،اب کسی سطح پر اس کی تدریس ہندوستان کے کسی مدرسہ میں باقی نہیں۔ایران میں باضابطہ اس فن کا شعبہ قائم ہے،اس شعبہ کا نام مشہور بزرگ حضرت شیخ عبد العظیم کے نام سے منسوب ہے اور مکمل نام'' مرکز نجوم آستانہ قدس حضرت شیخ عبد العظیم'' (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے جس میں ایک حصہ تدریس اور دوسرا حصہ تحقیق کا ہے۔تدریس کے شعبہ میں طلبہ کو غروب شمس وقمر،رویت ہلال کے تعلق سے درس دیا جاتا ہے۔ اس ادارہ کے انچارج نے اپنی وہ تجربہ گاہ بھی دکھائی جہاں وہ ستاروں کی چال کا پتا لگاتے ہیں۔ نیز اس شعبہ میں تقویم میلادی، شمسی، اور ہجری سے متعلق بحث و تحقیق کرائی جاتی ہے۔اس شعبہ کا مکمل کنٹرول رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای کے ہاتھوں میں ہے۔اس شعبہ میں مشہور سائنسداں ابوریحان البیرونی سے منسوب ایک نمائش گاہ بھی ہے۔اس کے علاوہ دو رصد خانے بھی ہیں جن میں ایک شیخ عبد الرحمان صوفی رازی اور دوسرا ابومحمود خجندی رازی سے منسوب ہے۔

اسی دانش کدہ سے متصل دو آستانے ہیں،ایک آستانہ حضرت شیخ عبد العظیم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے جن کے نام سے منسوب مرکز نجوم ہے اور دوسرا آستانہ حضرت شیخ حمزہ بن موسیٰ رضا کاظم علیہ الرحمہ والرضوان کا ہے،دونوں آستانوں پر قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا اور فاتحہ پڑھ کر اطمینان وسکون حاصل کیا۔

قم

۲۲؍ دسمبر کو دس بجے ہم لوگ قم میں تھے،سب سے پہلے وہاں کی بزرگ شخصیت آیت اللہ العظمیٰ العلوی گورگانی کے پاس پہنچے،ان سے ملاقات ہوئی اور عالمی اتحاد کے تعلق سے تبادلہ خیال ہوا،وہ ایران کے بڑے عالموں میں سے ایک ہیں،ان کی عمر ۸۰ سال سے زائد رہی ہوگی، وہ ہمارے درمیان اپنی پیرانہ سالی کے باعث کچھ کم آدھ گھنٹہ ہی رہے ہوں گے،تھوڑی دیر انہوں نے ناصحانہ باتیں کیں اور ہم لوگوں کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور کہا:

> کہ آپ لوگوں کا ایران میں آنا مبارک ہو،آپ لوگ میرے لئے دعا کریں اور میں آپ لوگوں کے لئے دعا کروں،اس طریقہ کار سے تمام مذاہب کے لوگوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملے گا،اگر ہم لوگ متحد ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے اس فرمان '' وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا '' پر عمل پیرا ہو گئے تو انشاء اللہ بڑی طاقت بن جائیں گے۔اور دشمنوں کو ہماری سرزمین پر قدم رکھنے کا موقع نہ مل سکے گا۔

آخر میں چائے نوشی ہوئی اور پھر وہاں سے ہم لوگ مجلس شورائی اسلامی کے دفتر کی جانب روانہ ہو گئے۔مجلس شورائی اسلامی قم کے دفتر تقریباً ہم لوگ ایک بجے پہنچے، وہاں کے رئیس احمد مبلغی سے ملاقات ہوئی، ان سے بھی مذاہب اسلامی کے باہمی اتحاد کے تعلق سے تبادلہ خیال ہوا۔انھوں نے ہم لوگوں سے اپنی ملاقات سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

آج ہمیں آپ حضرات کو اپنے آفس میں دیکھ کر بڑی مسرت ہورہی ہے، آپ حضرات اہل علم ہیں اور عالم اسلام کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ہمیں آپس میں علم کو فروغ دینے کے تعلق سے جدوجہد کرنی چاہئے تاکہ مسلمان مضبوط ہوں، مسلمان کی مضبوطی اسلام کی مضبوطی ہے۔مجھے امید ہے کہ اسلام کو طاقت ور بنانے کے جتنے ذرائع ہیں ہم سب ان ذرائع کو استعمال کریں گے۔

وحدت اسلامی اس دور کی اہم ترین ضرورت ہے، اسی باعث ہم اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ہمارے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای مذاہب اسلامی کے ماننے والوں کو آپس میں قریب کرنے کے تعلق سے بہت کوشاں ہیں۔اس تعلق سے ہندوستان میں بھی گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کی ضرورت ہے۔آپ لوگ اس سلسلہ کو ہندوستان میں آگے بڑھا سکتے ہیں۔خدا کرے آپ حضرات کا یہ سفر میمون ومبارک ہو، امید ہے کہ اس تعلق سے آپ حضرات ایران کا سفر بار بار فرماتے رہیں گے۔اور ہمیں آپ کی زیارت اور خدمت کا موقع ملتا رہے گا''۔

جناب احمد مبلغی کی طرف سے نہار کا انتظام تھا، وہیں ہم لوگوں نے ظہرانہ لیا اور پھر وہیں سے آیت اللہ مرعشی کی وہ نایاب لائبریری جس میں قرآن کریم کے نادر ونایاب نسخوں کا ذخیرہ ہے دیکھنے چلے گئے۔جناب آیت اللہ مرعشی اپنے دور میں ایران کے زبردست عالم دین تھے۔علم کی خدمت میں انہوں نے اپنی پوری زندگی بسر کر دی اور آخر میں انہوں نے مرنے سے پہلے وصیت کر دی کہ حرم مطہر میں مجھے نہ دفن کیا جائے بلکہ مجھے اسی لائبریری کے صدر دروازہ پر دفن کیا جائے تاکہ مجھے اہل علم کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا رہے اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ''**سجاده ای كه هفتاد سال بر روئے آں نماز شب بجا آورده ام با من دفن شود**'' یعنی میرا وہ مصلیٰ جس پر میں نے ستر سال نماز تہجد ادا کی ہے میرے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ان کی وصیت کی تکمیل ہوئی، آج ان کی یہ قبر ان کی تیار کردہ لائبریری کے صدر دروازہ پر ہے، اہل علم پہلے آیت اللہ مرعشی کی قبر ہی کی زیارت کرتے ہیں پھر کتب خانہ میں داخل ہوتے ہیں۔

آیت اللہ مرعشی کو لائبریری بنانے اور کتابوں کا یہ ذخیرہ جمع کرنے کی خواہش کیوں پیدا ہوئی اس سلسلے میں ان کا کہنا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ انگریز ہمارے ملک میں آتے ہیں اور اچھی اور نایاب کتابیں منھ مانگی دام پر خرید کر اپنے ملک لے جاتے ہیں تو

کیوں نہ ایسی کتابوں کا ذخیرہ ہم یہاں جمع کریں اور ہمارے اسکالر اس سے مستفید ہوں، یہی وہ جذبہ تھا جس کے باعث ایک لائبریری بنانے کی خواہش ان کے دل میں پیدا ہوئی مگر اتنی دولت نہیں تھی کہ اپنے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرسکیں، اس کے لئے انہیں بڑی جدوجہد کرنی پڑی، لوگوں کی قضا نمازیں اجرت پر پڑھیں، اجرت پر مہینوں روزے رکھے۔ بعض اوقات کھانا بھی ترک کیا ،اس سے جو پیسہ بچا اس سے نایاب کتابیں خریدیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی جوانی کی عمر سے یہ سلسلہ شروع کیا اور زندگی کی آخری سانس تک کتابیں مہیا کرتے رہے، اس سلسلہ میں کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر وہ اس سے باز نہ آئے، اس وقت اس لائبریری میں ۳۵ ہزار خطی نسخے ہیں۔ یہ دنیا کا تیسرا بڑا کتب خانہ ہے، پہلا بڑا کتب خانہ مصر میں، دوسرا ترکی میں اور تیسرا بڑا کتب خانہ قم ایران میں ہے۔ ایران میں اس جیسا کوئی دوسرا کتب خانہ نہیں، اس میں تیرہ سو سال قبل قرآن کریم کے نسخے موجود ہیں۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا بکرے کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھا ہوا قرآن کریم کا نسخہ موجود ہے جس میں عبارت پر کوئی نقطہ نہیں، صرف اعراب ہے۔ حضرت امام رضا کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ قرآن بھی اس میں موجود ہے۔ اسی لائبریری میں قرآن کریم کا وہ سب سے چھوٹا نسخہ بھی موجود ہے جسے بازو میں بطور تعویذ پہنا جاتا تھا۔ مختلف زبانوں میں لکھے قرآن کریم کے نسخے اس لائبریری میں نگاہوں کی زینت ہیں۔ اس لائبریری میں وہ قرآن مقدس بھی دیکھنے کو ملا جو تین سے چار میٹر کاغذ کی پتلی پٹی پر لکھا گیا ہے۔ علم جفر کے مطابق پورا قرآن عدد میں لکھا ہوا بھی اسی لائبریری میں موجود ہے، جس طرح ۷۸۶ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا عدد ہے ٹھیک اسی طرح اعداد میں پورا قرآن کریم اس لائبریری میں دیکھنے کو ملا۔ گوسفند کے چمڑے پر ''زبور'' بھی لکھا ہوا اسی لائبریری میں نظر آیا، جو زبور وہاں ہے وہ آٹھ سو سال پرانا ہے اور اس کا وزن ۱۶ کلوگرام ہے۔ زرتشت مذہب کی کتاب ''اوستا'' بھی دیکھنے کو ملی۔ الغرض اس لائبریری میں بلغاری، ارمینی، پہلوی، عبری، پنجابی، عربی، سریانی، متعدد زبان میں کتابیں نظر کے سامنے سے گزریں۔ اوسطی صاحب جو اس لائبریری کے انچارج ہیں انہوں نے بتایا کہ جب لائبریری بنانے کی شروعات کی تھی اس وقت آیت اللہ مرعشی کے پاس کل ۳۵ ہزار تومان تھے جو ہندوستانی روپئے میں کل ڈیڑھ ہزار ہوں گے مگر وہ اپنی عمر کی آخری منزل میں ڈیڑھ لاکھ تومان کتابوں کی خریداری کے تعلق سے مقروض ہوگئے، اس لئے حج بیت اللہ کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکے۔

اس لائبریری میں کتابوں کا باضابطہ ایک شفاخانہ بھی ہے جس میں قدیم اور پھٹی پرانی نایاب کتابوں کی مرمت کی جاتی ہے اور جس طرح ہسپتال کا عملہ اپنے مخصوص لباس میں ہوتا ہے اسی طرح کتابوں کی مرمت کرنے والے بھی مخصوص لباس میں ہوتے ہیں، انہوں نے مرمت کی ہوئی کتابیں بھی دکھائیں، اندازہ لگانا مشکل ہوگیا۔ انہوں نے کتابوں کا ICU بھی دکھایا جہاں کرم خوردہ کتابوں کو پہلے ایرکنڈیشن روم میں رکھا جاتا ہے۔۔ جب لائبریری کا معاینہ اوسطی صاحب کی قیادت میں کرچکے تو وزٹر بک پر تاثر لکھنے کی بات آئی، ہمارے تمام ساتھیوں نے اس وزٹر بک پر پورے وفد کی طرف سے تاثر لکھنے کے لئے مجھے بڑھادیا، میں نے اپنے اور

اپنے تمام ساتھیوں کی طرف سے اس پر اپنے تاثرات قلم بند کئے۔

وہاں سے فراغت کے بعد حرم مطہر گئے ''شبستان بزرگ امام خمینی'' میں ہم لوگوں نے عصر کی نماز ادا کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے مزار قدس پر فاتحہ پڑھا۔ وہاں سے فراغت کے بعد جیسے ہی اپنے ساتھیوں کے بیچ آئے تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر یوسف وند جو جامعہ ہمدرد میں میری نگرانی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، موقع غنیمت جانا ،ہم اور مولانا معین الحق علیمی ان کے ساتھ مارکیٹ کی طرف چلے گئے، احباب کے لئے کچھ سوغات لئے، چوں کہ اسی شب ہندوستان واپسی تھی اس لئے جلدی جلدی یہ سارا کام انجام دیا اور پھر ''ہوٹل استقلال'' کی طرف آ گئے، ہم لوگ پھر اپنے روم میں آ گئے۔ قم کے مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی طرف سے دعوت تھی ،وقت کی پابندی کرتے ہوئے ہم لوگ رات نو بجے اسی ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں پہنچ گئے، اسی کھانے کے دسترخوان پر دار السیدۃ رقیۃ للقرآن الکریم کے ذمہ داران سے ملاقات ہوئی جو عرب تھے، ان کا تعلق کربلائے معلیٰ کے کسی ایسے ادارہ سے تھا جہاں قرآن کریم کی درس وتدریس اور تجوید وقرآت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا جاتا تھا۔ ان حضرات نے وہاں کے مدیر سے میری فون پر بات کرائی اور انہوں نے کربلائے معلیٰ کے سفر کی دعوت مجھے اور مولانا معین الحق علیمی کو دی، میں نے ان سے عراقی سفارت خانہ سے ضروری کاروائی کرنے کو کہا، انہوں نے آمادگی ظاہر کی مگر کچھ مشاغل کے سبب یہ سفر نہ ہو سکا۔

دوسرے دن ہندوستان کا سفر تھا، رات میں سونے سے پہلے ہی سامان کو ترتیب سے رکھ لیا گیا تھا، صبح جلد اٹھتے ہی ضروری حوائج سے فارغ ہوئے، بس ایر پورٹ کے لئے لگی تھی مگر ایک گھنٹہ دیر یعنی سوا تین بجے چلی، چوں کہ رات سنسان تھی اس لئے دیر سے چلنے کے باوجود بھی بس اپنے وقت پر ۵ ربجے صبح امام خمینی انٹرنیشنل ایر پورٹ پر پہنچ گئی۔ ایران ایر لائنس ہمانمبر IR0810 سے ٹکٹ تھا، ایر پورٹ کی کاروائیوں کے بعد وہیں ایر پورٹ پر نماز فجر ادا کی اور ٹھیک ۷ ربجے صبح اس طویل وعریض دومنزلہ جہاز میں جا کر اپنی سیٹ J 32 پر بیٹھ گئے، ہمارے دوسرے ساتھی اس جہاز میں کہاں بیٹھے اس کا تو ہمیں علم نہیں، اس چار گھنٹہ کا سفر کس قدر آسانی کے ساتھ گذر گیا علم نہ ہو سکا۔ بمبئی ہم لوگ شیواجی چھترپتی انٹرنیشنل ایر پورٹ تقریباً ڈیڑھ ۲ ربجے پہونچے۔ وہاں سے مولانا معین الحق علیمی اپنے گھر علیمی دربار ہوٹل مصطفیٰ بازار چلے گئے اور ہم ایر انڈیا سے دہلی آ گئے۔ اس طرح ایران کا نو دن کا سفر گوناگوں اوصاف کی حامل شخصیات کے ساتھ بڑے خوش گوار ماحول میں اختتام پذیر ہو گیا۔

دوسرا سفر ایران

مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی طرف سے ایجوکیشنل ٹور کا اہتمام ہندوستان سے دفتر نمائندگی ولایت فقیہ کے سربراہ آیت اللہ مہدوی پور نے کیا تھا، اس بار اس وفد میں شریک سفر حضرت مولانا معین الحق علیمی اور داکٹر امجد اقبال ناگور کے علاوہ کل چھ

لوگ اور تھے، بحیثیت ترجمان جناب حیدر رضا صاحب شریک سفر رہے۔

اس سفر کے لیے مولانا معین الحق علیمی ممبئ سے ۲۱/اپریل ہی کو میرے غریب خانہ دہلی تشریف لا چکے تھے، جب کہ ڈاکٹر امجد اقبال ناگور راجستھان سے اسی دن صبح کے وقت تشریف لائے۔ ۲۲/اپریل ۲۰۱۷ء کا دن ہمارے لئے اس واسطے بھی متبرک تھا کہ ہم لوگوں نے اجتماعی طور پر مزارات اولیاے کرام پر ایک ساتھ فاتحہ پڑھنے کا اہتمام کیا تھا۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی ،حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیا علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں حاضری دی اور چار پانچ بجے تک گھر واپسی ہوئی، تھوڑی دیر آرام کیا اور سفر کی تیاری میں لگ گئے جو کچھ ما حضر تھا اس سے مہمانوں کی ضیافت کی اور ٹھیک دس بجے ہم لوگ اندرا گاندھی نیشنل ایئر پورٹ کے لئے نکل پڑے۔ ۱۱/بجے کے قریب ہم لوگ ایئر پورٹ پہنچ گئے، وہاں دوسرے ساتھیوں سے ملاقاتیں ہوئیں، آخر میں ہمارے وفد کے ترجمان جناب حیدر رضا ضابط صاحب تشریف لائے، ان کے تشریف لاتے ہی ہم سب لوگ ایک ساتھ بورڈنگ پاس لینے ماہان ایرویز کاؤنٹر پر پہونچے، جس فلائٹ سے ٹکٹ تھا اس کا نمبر W5070 تھا، اس فلائٹ میں G 21 سیٹ ملی اور میرے پاس پڑوس میرے تمام ساتھی بھی تھے، دہلی سے امام خمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ تہران کی مسافت ساڑھے تین گھنٹے کی ہے، ۲۲/اپریل ۲۰۱۷ء ہم لوگ وہاں پہونچ گئے، مجمع جہانی مذاہب تقریب اسلامی کے نمائندہ آغائی وحید روشنی نے استقبال کیا اور چائے سے ضیافت فرمائی، ایرانی وقت کے مطابق ساڑھے پانچ اور ہندوستانی وقت کے مطابق ساڑھے سات بج رہے تھے، نماز فجر کا وقت تھا، ہم لوگوں نے پہلے نماز ادا کی، بصد سکون پہونچنے پر رب کا شکر ادا کیا، پھر ادھر چائے سے فارغ ہوئے اور ادھر ہم لوگوں کا سامان سفر بھی پاس آ گیا۔ صبح کے وقت کا موسم بڑا سہانا تھا اور ویسے بھی اپریل اور مئی کا موسم ایران میں بڑا اچھا مانا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان میں فروری اور اکتوبر کا مہینہ، موسم کی اچھائی کے سبب ہی اس موسم کا انتخاب کیا گیا تھا۔

تہران

امام خمینی انٹرنیشنل ایئر پورٹ سے تہران ۳۰/اور قم ۱۲۰/کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے، کشادہ سڑکیں، دورویا درختوں کے باغات، ہریالی وسرسبزی وشادابی کے درمیان طویل مسافت چند گھنٹوں میں تمام ہوجاتی ہے۔ ایئر پورٹ سے ہم لوگ تہران کب پہونچ گئے پتا ہی نہیں چلا، چارستارہ ہوٹل میرے قیام کے لئے منتخب کیا گیا۔ ۲۰۵ نمبر کا روم مجھے اور ۲۰۲ ڈاکٹر امجد اقبال اور ۳۰۵ نمبر کا روم مولانا معین الحق علیمی کے لئے الاٹ کیا گیا۔ ظہرانہ تک ہم لوگوں نے قیام کیا، ہوٹل میں نماز ادا کی اور پھر حجۃ الاسلام آقائی یونسی سے ملاقات کرنے کی غرض سے ہوٹل سے نکلے، آقائی وحید روشنی نے رہنمائی کی، سفر کے لئے منی بس کا انتظام کیا گیا۔ ہم لوگ دو بجے ان کے دفتر پہونچ گئے، حجۃ الاسلام آقائی یونسی پارلیمانی امور کے سکریٹری اور صدر جمہوریہ اسلامی ایران کے مشیر خاص ہیں، انھوں نے ہندوستانی وفود کا اپنے دفتر میں بڑا پُرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان وفود کی خدمت میں صدر

جمہوریہ اسلامی ایران آقائی حسن روحانی کا سلام خلوص پیش کیا اور فرمایا کہ:

''ایران آپ جیسے علما کا دوسرا گھر ہے، یہاں کسی قسم کی اجنبیت کا شکار نہیں ہونا چاہئے، چوں کہ ایران اور ہندوستان میں قدیمی روابط ہیں اس لئے آج یہ ہماری اور آپ کی ملاقات بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ پہلے تو جناب حیدر رضا صاحب نے وفود کے تمام ممبران کا تعارف کرایا اور ساتھ ہی ہندوستان کے ان علما کے بارے میں بتایا جنھوں نے وطن ثانی کے طور پر ایران کا انتخاب کیا اور درس وتدریس اور ریسرچ وتحقیق میں اپنی پوری زندگی صرف کردی، پھر آقائی یونسی نے اپنا طویل خطبہ پیش کیا اور فرمایا: بڑے ہی مبارک ایام میں آپ لوگ ایران تشریف لائے ہیں، شب معراج النبی کو بعثت نبوی کے طور میں ایران میں بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے، اس موسم میں آپ حضرات کی تشریف آوری نہ صرف میرے لئے بلکہ تمام باشندگان ایران کے لئے باعث خیر وبرکت ہے، انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت للعالمینی کے تعلق سے کچھ خاص نکات بھی پیش کئے اور اس بات پر زور دیا کہ ہمارے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی رحمت کے ذریعہ ہی اسلام کے پیغام محبت کو عام وتام کیا اور اسی محبت کا ثمرہ ہے کہ ایران کے اندر ہر مذہب کے ماننے والے جیسے عیسائی، یہودی، زردشتی بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، کسی قسم کا کوئی تشدد کبھی سننے میں نہیں آتا ہے۔ اہل سنت کے ماننے والے سب سے بڑی اقلیت میں یہاں موجود ہیں، ان کی ہزاروں مساجد، اور سیکڑوں دینی مدارس ایران کے اہم علاقوں میں ہیں، جہاں پابندی کے ساتھ نماز ہوتی ہے اور طلبہ درس حاصل کرتے ہیں۔ دو ہزار چار سو علمائے اہل سنت کورٹ کے قاضی ہیں جو متنازع فیصلے کا تصفیہ کرتے ہیں۔ اہل سنت کے تمام ائمہ کرام کو بھی وہی مراعات حاصل ہیں جو اہل تشیع کے ائمہ کرام کو حاصل ہیں۔ یہ تو آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں ایران اپنی تہذیب وثقافت میں صدیوں سے مشہور ہے اور اس کے آثار ہندوستان میں بھی پائے جاتے ہیں ، اس طرح ایران اپنی تہذیب وثقافت کے سبب ہندوستان میں بھی کافی مقبول وپسندیدہ رہا ہے۔ اور ایران بھی ہندوستان کو پسند کرتا ہے اور وہاں کے علما وفضلا کی دل سے قدر کرتا ہے۔ انھوں نے ایران وہندوستان کے باہمی روابط کو مزید مضبوط کرنے پر بھی زور دیا اور اس کا اظہار کیا کہ اگر ہندوستانی مسلمان باہم متحد ہو جائیں تو سیاسی اعتبار سے وہ ایسا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں، جس سے دشمنان اسلام حیران وششدر رہ جائیں گے۔

ان کی گفتگو کا ماحصل مسلمانان عالم کا باہمی اتحاد ہی تھا جو وقت کی ضررت ہے، آخر میں ہمارے وفد کے تمام ممبران نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا جس کی ترجمانی فارسی زبان میں بڑے سلیقہ کے ساتھ جناب حیدر رضا صاحب نے کی، چوں کہ شام کے وقت

ایک دوسری میٹنگ ایران کے سابق وزیر خارجہ آ قائی منوچہری کے ساتھ تھی اس لئے ہم لوگ ساڑھے پانچ بجے کے قریب وہاں سے نکل پڑے، چلتے چلتے اس دفتر کی جانب سے وفد کے تمام ممبران کو ہدیہ کے طور پر شیرینی گز اور ایک پیکٹ پستہ کے علاوہ دیوان حافظ شیرازی کا ایک خوبصورت نسخہ پیش کیا گیا جسے وفود کے تمام ممبران نے بہت پسند کیا اور اس مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا، اس لئے کہ جس اہتمام سے حافظ شیرازی کے دیوان کی اشاعت ایران والوں نے کی ہے اس طرح کی اشاعت ہندوستان میں ممکن نہیں۔

۲۲/اپریل ۲۰۱۷ء کو ہی شام ۷ بجے ''ہوٹل امیر'' کے اندر ایک لاؤنج میں جناب متقی صاحب جو مجمع جہانی کے عالمی امور کے انچارج ہیں ان سے ملاقات ہونی تھی مگر راستہ جام ہونے کی بیماری دہلی کی طرح تہران میں بھی ہے، اس لئے وہ دیر میں پہونچے، مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے تعلق سے ان سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی، آقائی وحید روشنی جو مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے نمائندے کے طور پر ہمیشہ سائے کی طرح ہمارے ساتھ رہے انھوں نے جناب منوچہر متقی کا تفصیلی تعارف کرایا اور بتایا کہ آقائی متقی ایران میں وزیر داخلہ کے طور پر پہلے کام کر چکے ہیں اور ان دنوں بین الاقوامی امور ومعاملات میں رہبر معظم کے مشیر خاص کے طور پر کام کر رہے ہیں، ان کا ہندوستان سے بڑا گہرا ربط ہے وہ ایران میں اچھی طرح ہندوستان کی نمائندگی کرنے میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں، انھوں نے کہا کہ:

> ''اگر چہ ہندوستان اور ایران کے درمیان رشتے مضبوط اور اہم ہیں لیکن زمانہ کے اعتبار سے ان میں تجدید کی ضرورت ہے، یہ باہمی روابط کا ہی ثمرہ ہے کہ ایران کے طلبہ کثرت سے حصول علم کے لئے ہندوستان کا رخ کرتے ہیں، انقلاب ایران کے بعد ایرانیوں میں تعلیم کا رجحان بڑھا ہے، ان چالیس برسوں میں ۸۰ ہزار طلبہ نے ہندوستان کے مدارس وجامعات سے استفادہ کیا، ان میں کئی ایک ہندوستان میں اہم خدمت انجام دے رہے ہیں، خود ہماری تعلیم بھی ہندوستان میں ہوئی ہے اور ایسے کئی ایک ایرانی ہیں جنھوں نے ہندوستان میں تعلیم حاصل کی اور آج ایران میں اہم عہدوں اور مناصب پر فائز ہیں۔ اور حد تو یہ ہے کہ ایرانی پارلیامنٹ میں کل ۲۷۰ ممبران ہوتے ہیں جن میں پانچ ہندوستان کے پڑھے ہوئے ہیں، میں نے کہا کہ ان میں ایک میرا شاگرد بھی ہے جس کا نام علی ادیانی راد ہے اور وہ ممبر پارلیامنٹ ہیں، انھوں نے جامعہ ہمدرد سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی تھی اور ایسے ۱۲ سے ۱۵ افراد ہیں جنھوں نے جامعہ ہمدرد سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے اور وہ ایران میں تعلیم، عدلیہ اور محکمہ صحافت سے وابستہ ہیں۔ پھر موصوف نے کہا کہ دنیا کے حالات جس طرح مسلمانوں کے حق میں ناگفتہ بہ ہیں وہ ہم پر مخفی نہیں، ہمیں باہم مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے جس سے سر اٹھا کر جینے اور چلنے کا ہمارے اندر شعور بیدار ہو، اس تعلق سے انھوں نے کئی ایک اہم اور مفید مشورے بھی

دیئے‘‘۔

وقت کافی ہو چکا تھا، شام کا کھانا بھی ساتھ میں تھا، اسی لیے شام کا کھانا اسی ہوٹل میں انہی کے ساتھ کھایا گیا، مینو کارڈ سامنے ضرور ہوتا مگر کس کھانے کا کیا مطلب اور کیا ذائقہ ہے اس کی خبر نہیں ہوتی، عام طور پر ایک کھانے کی ٹیبل پر مولانا معین الحق علیمی اور ڈاکٹر امجد اقبال ساتھ بیٹھتے، مینو کارڈ سے جو کھانا پسند کیا جاتا ہم سب لوگ وہی منگاتے، کھانا تیار کر کے لانے میں تاخیر ضرور ہوتی مگر وہ وقت ضائع نہیں ہوتا، سلاد جسے ایران میں کثرت سے کھایا جاتا ہے ہم لوگ بھی اس کا شغل فرماتے، مولانا علیمی کو ’’جوجہ کباب‘‘ بہت پسند تھا اور ہم ’’کباب بااستخواں‘‘ منگاتے یا پھر مچھلی کی کوئی ڈش لائی جاتی، زیادہ زور مچھلی کی ہی ڈش پر ہوتا۔ کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگوں نے اپنے کمروں میں عشا کی نماز ادا کی اور وہیں دراز ہو گئے، دن بھر کے تھکے ماندے تھے اس لئے نیند جلدی آ گئی اور ہم لوگ سو گئے۔

۲۳؍اپریل ۲۰۱۷ء کو ہم لوگ پروگرام کے مطابق صبح نو بجے دانش گاہ مذاہب اسلامی پہونچ گئے، وہاں ڈاکٹر مختاری شیخ الجامعہ دانش گاہ مذاہب اسلامی سے میٹنگ تھی، مگر کسی ضروری کام کے سبب وہ کہیں اور چلے گئے تھے، اس لئے ان سے تو ملاقات نہ ہو سکی البتہ ان کے نمائندہ ڈاکٹر یحییٰ جہانگیری ہم لوگوں کے استقبال کے لئے وہاں موجود تھے، پہلے تو ہم لوگوں نے اپنا تعارف پیش کیا ، پھر ڈاکٹر یحییٰ جہانگیری نے دانش گاہ مذاہب اسلامی کے تعلق سے تفصیل سے گفتگو کی۔

ہم نے اپنی تقریر میں جامعہ ہمدرد کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے طلبہ کے داخلہ کے تعلق سے گفتگو کی تو ڈاکٹر جہانگیری نے فر مایا کہ اگر ہمدرد کے طلبہ اس ادارہ سے تعلیمی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کے دروازے ان کے لئے بھی کھلے ہوئے ہیں، یہاں انہیں اسکالرشپ دے کر ان کی تعلیم کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر یحییٰ جہانگیری نے یہ بھی فرمایا کہ

’’آیۃ اللہ کی دعوت پر آپ حضرات جو ایران تشریف لائے اس سفر کا مقصد ایران وہند کے مسلمانوں کے در میان روابط مضبوط اور مستحکم کرنا ہے۔ تا کہ باہمی اتحاد فروغ پا سکے جو اسلام کا بنیادی مقصد ہے، اسلام لوگوں کے دلوں کو جوڑنے کے لئے آیا ہے توڑنے کے لئے نہیں، ہمارے نبی اکرم ﷺ نے جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی تو اوس اور خزرج کے درمیان اس قدر دشمنی تھی کہ الامان والحفیظ، سالہا سال سے یہ دونوں قومیں باہم دست وگریباں تھیں مگر ہمارے نبی ﷺ نے ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد کی فضا ہموار کرنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔ آج عالم اسلام میں کیا ہو رہا ہے ہم لوگ اسے اچھی طرح جانتے ہیں، مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنے کی ہر طرح کوششیں کی جا رہی ہیں، مسلمانوں کو ہر طرح ہراساں اور پریشان کیا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ کثرت سے اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں، آخر کوئی بات تو

اسلام کے اندر ہے جس کے باعث اسلام روزافزوں ترقی کررہا ہے۔

اس موقع سے حسن نجات جو اسی ادارہ سے وابستہ تھے انہوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا اور بتایا کہ

''دنیا کے کئی ممالک کے طلبہ اب تک اس ادارہ سے استفادہ کر چکے ہیں اور اس کی کئی شاخیں بھی دنیا کے متعدد ممالک میں کام کر رہی ہیں، اس کی دو اہم شاخیں ایک کردستان میں اور ایک بندرعباس میں ہرمز کے پاس ہے، اس کا ایک برانچ عراق اور افریقہ میں بھی کھولنے کا منصوبہ ہے۔ اس ادارہ سے فقہ مقارن کے نام سے ایک علمی مجلہ بھی شائع ہوتا ہے''

پھر انہوں نے اپنی لائبریری کا معاینہ کرایا، فقہ مقارن کے تعلق سے بلاشبہ وہ انتہائی اہم لائبریری ہے، ہندوستان میں جو فقہی کتابیں اور فتاوی اہمیت کے حامل ہیں اس لائبری میں بھی انہیں رکھنے پر میں نے زور دیا اور کچھ اہم فقہی کتابوں کی فہرست بھی انھیں پیش کی جن میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مجموعہ فتاوی ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' بطور خاص قابل ذکر ہے۔

وہاں سے فراغت کے ہم لوگ ہوٹل امیر آ گئے کیوں کہ سوا دو بجے دوسری میٹنگ میں جانا تھا اس لئے آقائی روشنی نے ہدایت کر دی تھی کہ آپ سب لوگ کھانا اور نماز سے فراغت کے بعد ہوٹل کے لاؤنج میں آجائیں تاکہ وقت پر دوسری میٹنگ میں پہونچ سکیں، سب نے وقت کا خیال رکھا اور ہم سب لوگ تمام ضروریات سے فراغت کے بعد سوا دو بجے آیۃ اللہ محسن قمی سے ملاقات کرنے ان کے دفتر کی طرف روانہ ہو گئے۔ محسن قمی رہبر معظم کے بین الاقوامی روابط کے شعبہ کے انچارج ہیں، اس لئے وہاں سیکورٹی کے سخت انتظامات سے گزر کر ہم لوگ ان تک پہونچے، آیۃ اللہ قمی کے پاس اس وقت آقائی منوچہر متقی اور خواجہ پیری جو ایک زمانہ تک ہندوستان میں خانہ فرہنگ ایران نئی دہلی میں اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں موجود تھے۔ پہلے تو سب کا تعارف ہوا جس کی ترجمانی جناب حیدر رضا ضابط نے کی، مولانا معین الحق علیمی نے اتحاد پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اتحاد زندگی اور اختلاف موت ہے۔ ڈاکٹر امجد اقبال نے کہا ایران کے بارے میں جو سنا کرتا تھا کہ ایرانی انتہائی مخلص اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہ اس سفر میں میں اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جب ہندوستانی وفود کا تعارف مکمل ہو چکا تو سب سے پہلے آقائی منوچہر متقی نے خطاب کیا اور فرمایا کہ آج ہم لوگ ایران کی انتہائی اہم شخصیت کے پاس حاضر ہیں، ایران میں بین الاقوامی مذہبی امور کے یہ انچارج ہیں رہبر معظم اور ان کے درمیان بیچ میں کوئی واسطہ نہیں، آپ کا شمار ایران کے جید علما میں ہوتا ہے۔ تعارفی کلمات کے بعد آیت اللہ محسن قمی نے اپنی گفتگو شروع کی اور فرمایا کہ:

''یہ آج کا جلسہ انتہائی اہم ہے، اس جلسہ کی روداد میں رہبر معظم کی خدمت میں ضرور پیش کروں گا اور آپ نے داعش اور اس جیسی دوسری تنظیمیں جو بنام اسلام شر وفساد پھیلا رہی ہیں ان کے ختم کرنے کے تعلق سے جو آپ

حضرات نے تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے وہ ہمارے لئے انتہائی اہم ہے، اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ایران اور ہندوستانی مسلمانوں کی سوچ میں فرق نہیں، جس طرح ایران ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے ٹھیک اسی طرح ہندوستانی مسلمان بھی ظلم وتشدد کو برداشت نہیں کرسکتا ہے، اس کے خلاف تن من دھن کی بازی لگانے کو ہمہ دم تیار رہتا ہے۔ اسی فکری یکسانیت کے باعث ہی ہندوستان اور ایران کے در میان قدیم زمانہ سے روابط چلے آرہے ہیں اور روز افزوں اس میں مضبوطی ہی پائی جارہی ہے۔ پھر انھوں نے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے کہا کہ علی کی محبت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ** اے موسی غیر خدا کی محبت دل سے نکال کر آؤ لیکن جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو رب تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ **فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ** بلکہ ادنو الی اور قریب، اور قریب آؤ فرمایا، اہل بیت کی محبت اور علی کی محبت کو دل میں رکھ کر آؤ معلوم ہوا کہ ذکر علی ہی ذکر خدا ہے۔

پھر بات فوجی طاقت پر آ کر ٹھہر گئی، اس تعلق سے آیۃ اللہ قمی نے فرمایا کہ جو میزائل ہم نے تیار کیا ہے حب علی میں ہی میں نے اس کا نام ذوالفقار رکھا ہے اور جنگی طیارے جو ہمارے پاس ہیں اس میں ایک کا نام زلزال ہے، اس طرح اور بھی انہوں نے ہمیں بڑی اہم معلومات فراہم کیں، آخر میں انہوں نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ حضرات سے ملاقات کا سلسلہ دراز رہے مگر ہمیں ایک ضروری میٹنگ میں جانا ہے اس لئے میں دیر تک آپ حضرات کے بیچ نہ رہ سکوں گا۔

سلسلہ گفتگو دراز کرتے ہوئے انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم سب لوگوں کو نوجوانوں کو علم وہنر سے آراستہ کرنے کی ترغیب دینی چاہیئے، علمائے کرام کو باہم دست وگریباں نہیں ہونا چاہیئے، یہ تو امریکہ کی سازش ہے، ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو علم وفن سے آراستہ کرنے کی طرف زور دینا چاہیئے، ہماری خوشی اس میں ہونی چاہیئے کہ ہمارے نوجوان ڈاکٹر بنیں، انجینئر بنیں، اچھے ریاضی داں بنیں، سائنٹسٹ بنیں اور دوسرے علوم وفنون میں بالادستی حاصل کریں، اسی میں ملت کی ترقی اور فلاح وبہبود ہے۔ ایران میں پڑھنے لکھنے کا رجحان بڑھا ہے، انقلاب اسلامی ایران کے بعد اس وقت ایران میں ۲۵۰۰ یونیورسٹیاں ہیں، تقریباً پچاس لاکھ طلبہ زیور علم سے آراستہ ہورہے ہیں، ماڈرن میڈیسن میں اس وقت ایران پوری دنیا میں چھٹے مقام پر ہے، آج امریکہ ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کیوں نہیں بات کر رہا ہے، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس

میزائیل ہے۔ پھر انھوں نے علما کو سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر زور دیا اور کہا کہ علما کا مقام بہت بڑا ہے، اگر عالم باعمل ہے تو اسے دیکھنا، اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینا اور اس کے گھر کے دروازہ کی زیارت کو عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ بے عمل عالم ملت کے لئے ناسور ہے، اسے گدھے سے تعبیر کیا گیا ہے، اس طرح انہوں نے علما کے تعلق سے بہت سی نصیحتیں فرمائیں اور یہ بھی کہا مسلم ممالک کو کسی سے ڈرنے اور دبنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ اب جو جنگ ہوگی وہ پانی کے تعلق سے ہوگی اور مسلم ممالک کے پاس پانی کے کافی ذخائر ہیں، دنیا میں بہنے والی دریاؤں میں بیشتر پر مسلم ممالک کا ہی قبضہ ہے۔ اگر مسلم ممالک چاہیں تو امریکہ اور ان کے دوست ممالک کا ناطقہ بند کر سکتے ہیں۔

ساڑھے چار بجے یہ مجلس برخاست ہوئی اور پھر ہم لوگ وہیں سے ''بہشت زہرا'' جہاں امام خمینی کی آرام گاہ ہے دیکھنے چلے گئے۔

بہشت زہرا

بہشت زہرا قم کے راستہ میں تہران سے ۲۵ / ۳۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ڈاکٹر امجد اقبال اور مولانا معین الحق علیمی بس میں ہمارے ساتھ بیٹھ گئے اور ہم لوگ وہاں کی نظافت اور سرسبزی و شادابی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آدھے گھنٹہ کے اندر بہشت زہرا پہونچ گئے، بہشت زہرا بالکل امام خمینی انٹرنیشنل ایر پورٹ کے بالمقابل واقع ہے اور غالباً اس کا مقصد یہ ہے کہ ایران میں جو بھی مہمان آئے وہ پہلے اس امام کے آستانے کی دور ہی سے سہی زیارت کرے جس نے ایران کو علمی، سیاسی، سماجی، تہذیبی اور ادبی ہر اعتبار سے دنیا کے جغرافیہ پر مضبوط و توانا اور روشن و نمایاں کیا۔ بہت بڑے رقبہ کے اندر امام خمینی کے مقبرہ کی تعمیر ہو رہی ہے اور یہ تعمیر حسن وخوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ہاشمی رفسنجانی نے کہا تھا کہ ایسے منفرد امام کا مقبرہ بھی پوری دنیا میں منفرد اور بے مثال بننا چاہئے ، چنانچہ ان کے فرمان کے مطابق کام ہو رہا ہے، ایک خاص بات یہ ہے اس کی تعمیر میں حکومت کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہو رہا ہے، سارے اخراجات ان سے عقیدت رکھنے والے ہی برداشت کر رہے ہیں، یہ سب کچھ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام ہوتا ہے، ابھی وہ عمارت جس میں مقبرہ ہے زیر تعمیر ہے، حسن تعمیر دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا، وفد کے تمام ممبران نے طرز تعمیر کی تعریف کی اور اپنے موبائیل سے اس کے عکس نکالے۔ میں نے ازراہ مذاق ڈاکٹر امجد اقبال سے کہا کہ ناگور کی سرزمین پر جامعہ فیضان اشفاق کے احاطہ میں جو شریعت کالج میرے نام سے بنانا چاہتے ہیں اس کی تعمیر بھی اسی طرح خوبصورت اور دیدہ زیب ہونی چاہئے۔

ایران کے تمام مزارات ایک آہنی جالی کے اندر ہوتے ہیں، نہ تو آپ ان مزارات کی قدم بوسی کر سکتے ہیں اور نہ ہی گل پوشی، صرف اس کے قریب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھ سکتے ہیں، شعبان المعظم کی پہلی تاریخ کو اجتماعی طور پر امام خمینی کے مقبرہ کے سامنے

اجتماعی قرآن خوانی اور مقابلہ قراءت ہوتا ہے اس لئے رحل پر سجے ہوئے سیکڑوں قرآن مقدس وہاں موجود ملے، طبیعت چاہ رہی تھی کہ کچھ دیر بیٹھ کر قرآن مقدس کی تلاوت کر لی جائے مگر دامنِ وقت بہت تنگ تھا، نمازِ عصر بھی نہیں پڑھی گئی تھی، اس لئے ہم لوگ وہاں سے جلد ہی نکل کھڑے ہوئے۔

دن غروب ہوتے ہم لوگ ہوٹل پہونچے، جلدی نماز سے فارغ ہوئے اور چائے نوشی کی گئی اور پھر نماز مغرب کی تیاری میں لگ گئے۔

۲۴ ر اپریل کو صبح سازمان فرہنگ وارتباطات اسلامی معاونت بین الملل تہران جانا تھا اس لئے آقائی روشنی نے اس طرف سب کی توجہ مبذول کرائی اور صبح کے وقت سب کو تیار ہونے کے لئے کہا اور پھر شب بخیر کہہ کر وہ اپنے گھر چلے گئے اور ہم لوگوں نے اپنے کمرہ کی راہ لی اور کچھ لوگ وہیں لاؤنج میں بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہو گئے۔

۲۴ ر اپریل کو صبح نو بجے پروگرام کے مطابق ہم لوگ سازمان فرہنگ وارتباطات اسلامی پہونچے، جہاں بین الاقوامی ثقافت وکلچر کے انچارج جناب ڈاکٹر عباس خامہ یار نے ہم لوگوں کا استقبال کیا، ان کے دفتر میں ہم لوگ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ رہے، مختصرا ہم لوگوں نے اپنا تعارف پیش کیا اور ڈاکٹر خامہ یار کی تقریر شروع ہوئی، موصوف نے اپنی تقریر میں کہا کہ:

> ''میں نے دنیا کے تقریباً ستر ممالک کا سفر کیا ہے، مگر ۲۰ سال قبل جب ہندوستان گیا تو میں نے ہندوستان میں دنیا کے تمام ممالک کے لوگوں کو موجود پایا اور خاص طور ایرانی تہذیب وثقافت جو وہاں بدرجہ اتم موجود ہے اس سے ہمیں بڑی خوشی محسوس ہوئی، چوں کہ آپ حضرات کا تعلق ہندوستان سے ہے اس لئے میں آپ حضرات کی آمد سے نہ صرف خوش ہوں بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے پُرتپاک خیر مقدم بھی کرتا ہوں۔
>
> انھوں نے اپنی طویل تقریر میں کہا کہ اسلام کے نام پر دہشت گردی کی جو تعلیم مسلم نوجوانوں کو دی جارہی ہے یہ سب اسلام دشمن طاقتوں کے زیر اثر ہو رہا ہے، ان بھولے بھالے نوجوانوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی، ایسے ماحول میں علما کی ذمہ داریاں کافی بڑھ جاتی ہیں کہ ان نوجوانوں کے سامنے اسلام کی سچی تصویر پیش کی جائے تاکہ اسلام اور مسلم نوجوانوں کو جانی ومالی نقصان سے بچایا جاسکے، ہندوستان میں نمائندگی ولایت فقیہ کے رہنما آیت اللہ مہدوی پور نے مجھ سے آپ حضرات کی بڑی تعریف کی ہے، آج جس منصب پر میں فائز ہوں وہ یہاں پہلے اسی منصب پر فائز تھے۔ ہم دونوں مشترکہ طور پر اسلام کے فروغ کے لئے کام کر رہے ہیں۔ آج کا ایران جسے آپ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے مشاہدہ فرما رہے ہے اُس ایران سے بہت مختلف ہے جو شاہ کے دور میں تھا، یہ سب کچھ بلا شبہ ایرانی علما کی جانفشانیوں اور ان کے جہدِ مسلسل اور کاوشوں کا ثمرہ ہے، آج ۴۵ ر سے

۵۰/ ہزار کے بیچ ایرانی نوجوان پڑھنے میں مصروف ہیں، دو ہزار پانچ سو سے زائد جامعات اور تحقیقی مراکز ہیں، ادب وثقافت کے معاملہ میں اس وقت ایران پوری دنیا میں سولھویں مقام پر ہے، علم کی دنیا میں ایران نے جو اپنی شناخت بنائی ہے وہ انتہائی قابل قدر ہے، ایران کی سرزمین سے ڈھائی ہزار مجلہ ہر ماہ شائع ہوتے ہیں اور جس خوبصورتی کے ساتھ یہاں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے، بعثتِ رسول ﷺ یعنی معراج النبی ﷺ کے موقع پر ہر سال قراءت قرآن کا جابجا مقابلہ منعقد کرایا جاتا ہے، مجھے خوشی ہے آج وہی مبارک دن ہے، پورے ایران میں بعثتِ رسول ﷺ کی تقریبات کا اہتمام کیا جارہا ہے، اگلے ہفتہ تہران میں اسلامی کتابوں کی نمائش ہوگی جو تاریخی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ایران اس وقت بیس لاکھ مربع کلومیٹر سرزمین پر واقع ہے اور پورے ایران میں بجلی کا معقول بندوبست ہے۔ جو ایران شاہ کے دور میں تھا اس سے کہیں زیادہ ہم آگے بڑھ چکے ہیں، میٹرو بھی ایران کے کئی علاقوں میں زیر زمین چلنے کی تیاری میں ہے۔ شاہ کے دور میں حلال گوشت کھانے کو مشکل سے ملتا تھا، بحمدہ تعالیٰ اسلام کی برکت سے ایران بہت ساری برائیوں سے پاک ہو چکا ہے۔ آج جو ایران پر معاشی ناکہ بندی کی جارہی ہے اس کی وجہ صرف مظلوم مسلمانوں کی مدد اور اسلام کی نشر واشاعت اور اس کا فروغ ہے۔ مسلسل چالیس سال سے ہم اس ظلم کے شکار ہیں، عصری علوم کے ساتھ ہمیں اسلام آگے بڑھنے کی اجازت دیتا ہے، اس لئے ہمارے طلبہ کثرت سے ڈاکٹر انجینئر بننے میں مصروف ہیں، میں نے آپ کا زیادہ وقت لیا، مگر یہ یاد رہے کہ جب میں اپنوں سے ملتا ہوں تو مجھے ان سے باتیں کرتے ہوئے بڑا اچھا لگتا ہے اور یقیناً آپ میرے اپنے ہیں، اس لئے میں نے بلا جھجھک آپ حضرات سے بہت ساری باتیں کیں اور آپ نے بڑے انہماک سے میری باتوں کو سنا، اس کے لئے ہم آپ حضرات کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں"۔

موصوف کی تقریر کے بعد وفد کے نمائندگان نے بھی اظہار خیال کیا آخر میں مولانا معین الحق علیمی نے علم کی نشر واشاعت کے تعلق سے ایران کی کوششوں کو سراہا اور فرمایا کہ بلاشبہ علم ہی ایک ایسی دولت ہے جس کے سبب مسلمان پوری دنیا میں سرخ رو اور سربلند رہ سکتے ہیں اور ایران مکمل طور پر اس راستہ پر گامزن ہے۔ گیارہ بجے میٹنگ ختم ہوئی اور پھر ہم لوگ وہیں سے امام خمینی کی رہائش گاہ "جماران" کی طرف چل پڑے۔

کسی بادشاہ کی رہائش سے عام طور پر تصور یہ ہوتا ہے کہ وہ فوجی انتظامات کے گھیرے میں ہوگا جہاں دیکھنے اور وہاں تک پہونچنے میں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا مگر جب ہم لوگ وہاں پہونچے تو اونچائی پر انتہائی پُرفضا مقام پر جماران واقع ہے

پہاڑ سے پانی کا جھرنا امام خمینی کے مکان سے متصل ہو کر گزرتا ہے، وہ جھرنا مصنوعی نہیں تھا بلکہ فطری طور پر پہاڑ کا تازہ اور صاف وشفاف پانی ہمیشہ بہتا رہتا ہے، انتہائی صاف وشفاف پانی دیکھتے ہی پینے کا دل چاہتا ہے ہمارے بعض احباب نے پانی پیا بھی اور اس طرح یہ پانی کہیں کھلے طور اور کہیں بند نالی میں بہتا رہا ہے، پانی کی شفافیت کے ساتھ بہنے کی نغمگی سے دل میں ایک قسم کا سرور محسوس ہوتا ہے، انتہائی اونچائی پر پہلے تو ہم لوگ امام خمینی کے مکان کے اس حصہ کی طرف گئے جہاں امام خمینی کی بیٹھک تھی اور جہاں سلاطین وقت کی مجلس جمتی تھی، ایک صوفہ سیٹ اور چند کرسیاں وہاں رکھی تھیں، اہم میٹنگیں امام خمینی وہیں بیٹھ کرتے تھے۔ اسی حجرہ میں سرکار دوعالم ﷺ کے ایام جوانی کی ایک فرضی تصویر بھی رکھی ہوئی ملی، جسے کسی بادشاہ نے انھیں بطور یادگار تحفہ میں پیش کی تھی، یہ تصویر امام خمینی نے کیوں قبول کی یہ بات بہر حال محل نظر ہے، اسی سے متصل ایک دربار ہال ہے جسے امام باڑہ کہا جاتا ہے، یہ وہ جگہ ہے جہاں امام خمینی اپنے حامیوں اور حکومت کے ذمہ داران سے خطاب کیا کرتے تھے، جس جگہ بیٹھ کر امام خمینی خطاب کرتے تھے وہ جگہ اونچائی پر ہے اور نیچے بیٹھنے کا انتظام فرشی ہے، آج بھی وہ کرسیاں اور نیچے ہال کا فرش اسی انداز میں موجود ہے، وہاں کے منتظمین نے ہم لوگوں کے لئے چائے کا انتظام کیا اور اسی فرش پر بیٹھ کر چائے پی گئی جہاں ایران کے دل ودماغ بیٹھ کر اپنے امام کی تقریر سنتے اور ملک کی قسمت کے فیصلے کرتے تھے۔ اسی سے متصل امام خمینی میوزیم بھی ہے جسے ہم لوگوں نے ان کے ذمہ داران کی سرپرستی میں بہت تفصیل سے معاینہ کیا، اس میوزیم سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام خمینی کو ایران میں انقلاب برپا کرنے کے لئے کن دشواریوں سے گزرنا پڑا ہے، انقلاب کی کہانی تصاویر کی زبانی سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، اس میوزیم میں امام خمینی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط بھی دیکھنے کو ملے جو انھوں نے اپنے ساتھیوں کو انقلاب کے تعلق سے لکھے تھے۔ میوزیم کا تفصیل سے معاینہ کرنے کے بعد پھر ہم لوگ سیدھے ہوٹل آگئے اور نماز ظہر اور ظہرانہ سے فراغت کے بعد ایرانی پارلیامنٹ چلے گئے۔

ایرانی پارلیامنٹ

ایرانی پارلیامنٹ میں کل ۲۷۰ ممبران ہیں جس میں ۲۰ ممبران کا تعلق اہل سنت وجماعت سے ہے، ان کے ساتھ ہم لوگوں کی ایک میٹنگ رکھی گئی تھی، ہم لوگ پروگرام کے مطابق ایرانی پارلیامنٹ میں پہونچ گئے ایک عالیشان عمارت کے اندر پارلیامنٹ کے ممبران ایرانی عوام کی فلاح وبہبود کے تعلق سے فیصلے لیتے ہیں، اس عالیشان عمارت کی تیسری منزل پر ہم لوگوں کی میٹنگ تھی، جب ہم لوگ وہاں پہونچے تو سنی ممبران پارلیامنٹ کے سربراہ ڈاکٹر محمود زادہ نے ہم لوگوں کا استقبال کیا، وہاں کی پارلیامنٹ کو مجلس شورائے اسلامی کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر محمود زادہ کا پہلے تعارف کرایا گیا پھر ہم لوگوں نے اپنا تعارف پیش کیا، ڈاکٹر محمود زادہ نے کہا کہ:

ایران حکومت کی پارلیامنٹ میں آپ حضرات کا استقبال ہے۔مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی کوششوں سے ہندوستان کے اہم علما ومشائخ کے ساتھ پارلیامنٹ میں جوجلسہ منعقدکرنے کا موقع فراہم ہوا ہم ان کے بھی مشکور ہیں ۔ چوں کہ آج کل صداراتی انتخابات چل رہے ہیں اس لئے ہمارے بیشترممبران پارلیامنٹ اپنے اپنے علاقوں میں صدارتی انتخابات اور میونسپل کارپوریشن کے انتخابات جوعنقریب ہونے والے ہیں اسی کی کنونسنگ اورتشہیر میں لگے ہوئے ہیں اس لئے وہ یہاں موجودنہیں ہیں جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں ۔ہم آپ کو بتادیں کہ ایرانی پارلیامنٹ میں کل ۲۷۰ ممبران ہیں جس میں ۲۰ ممبران پارلیامنٹ اہل سنت وجماعت کے ہیں ۔ایرانی دستور کے مطابق ہمیں وہ تمام مراعات حاصل ہیں جواقلیتوں کوہونے چاہئے ،انھیں ہرطرح کی مدد بہم پہنچائی جاتی ہے،اہل سنت کی مساجد کی تعمیر میں نہ صرف حکومت ایران کی طرف سے زمین فراہم کی جاتی ہے بلکہ انھیں مالی مدد بھی دی جاتی ہے،مشہد جہاں امام علی رضا کی زیارت گاہ ہے وہاں بھی ایک سنی بڑی مسجد ہے جس کا انتظام وانصرام اہل وسنت وجماعت ہی کے ہاتھ میں ہے،اس کے علاوہ حضرت امام علی رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے بھائی کا مزار جواہل سنت کے علاقہ میں ہے اس کا اہتمام وانصرام بھی اہل سنت کے عقیدت مندہی کرتے ہیں،اہل سنت کے علماایران میں بڑے اہم عہدوں اورمناصب پرفائز ہیں،مجلس خبرگان رہبری جوایک طاقت ورتنظیم ہے اس میں بھی اہل سنت کے پانچ افرادشامل ہیں،ایران کی جوعدلیہ ہے اس میں اس مذہب کے اعتبار سے جج صاحبان فیصلہ صادرکرتے ہیں ۔اہل سنت کے ۱۵ ر ہزار دوسوا کتالیس مساجداور سیکڑوں مدارس ہیں جس میں ہزاروں سنی طلبہ زیرتعلیم ہیں،دانش گاہ مذاہب میں کئی اساتذہ وطلبہ ہیں جن کا تعلق اہل سنت وجماعت سے ہے۔جواہل سنت کے علاقے ہیں جیسے آذربائجان غربی،کرمان شاہ،کردستان،سیستان، بلوچستان شرقی ، گلستان اور ہمدان اور دوسرے علاقے وہاں عرفان وتصوف کا بول بالا ہے ، ایران میں سلسلہ قادریہ اورسلسلہ برزنجیہ کے ماننے والے بھی پائے جاتے ہیں۔ایران وہند کے درمیان جوثقافتی تعلقات ہیں اس میں روز افزوں اضافہ ہی ہورہا ہے،کئی طرح ہندوستان اورایران کے رشتوں میں استواری روز افزوں ہوتی رہتی ہے،آج بھی ہندوستان کے کئی ایک ڈاکٹر ایران کے پس ماندہ علاقوں میں طبی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔

سیاسی اعتبار سے ایران آج مغربی مما لک کی نظروں میں چبھ رہا ہے ،مغربی طاقتیں بطور خاص اسرائیل بالکل یہ نہیں چاہتا ہے دنیا کے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحادقائم ہوکیوں کہ اگر ایسا ہوگیا تو ایران کی

طاقت مزید مستحکم ہو جائے گی جسے مغربی ممالک کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے، انہی لوگوں نے اسلام کی تصویر بگاڑنے کے لئے داعش کو وجود بخشا، دنیا کی اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے خلاف آئے دن پروپیگنڈے کرتی رہتی ہیں۔ ایران واحد ملک ہے جو مظلوم مسلمانوں کی حمایت کے لئے آگے آتا ہے اور یہ بات مغربی ممالک کو ہرگز پسند نہیں۔ اگر آج فلسطین کی حمایت میں ایران کاندھا سے کاندھا ملا کر نہیں کھڑا ہوتا تو اسرائیل اسے کبھی کا ہڑپ کر لیا ہوتا، اگر دنیا بھر کے مسلمان ظلم کے خلاف متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں تو دنیا کا نقشہ کچھ اور ہی ہوگا، اگر ہم لوگ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر رہبر معظم کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں دیر نہ لگے گی۔ ہم سب کو مل کر اس موضوع پر سنجیدگی کے ساتھ سوچنے اور غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

جلسہ کے آخر میں وفود کے ممبران نے اظہار خیال کیا، ڈاکٹر امجد اقبال نے بھی وہاں ہندوستان کے دینی مدارس میں فارسی اساتذہ کی تقرری اور ان کے باہمی رشتوں کے مضبوط کرنے کی بات کہی، میں نے اور مولانا معین الحق علیمی نے ایوان پارلیامنٹ میں ڈاکٹر محمود زادہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ طوس میں حضرت امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار اقدس ہے جو کھلے آسمان کے نیچے ہے جب کہ وہیں دو کلومیٹر کے فاصلہ پر فردوسی کا مقبرہ ہے جو بالکل ہندوستان کی مشہور تعمیر تاج محل کی طرح ہے جب کہ اس کا احسان صرف فارسی زبان وادب اور ایرانی تہذیب وثقافت پر ہے مگر امام ابو حامد غزالی کا احسان پورے عالم اسلام پر ہے، ہر مکتبہ فکر کے ماننے والوں کی گردنیں ان کے احسان کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اہل سنت سے تھے اس لئے اہل ایران کی نظر ان کے خستہ حال اور بوسیدہ قبر کی طرف نہیں جا رہی ہے، اس سے بڑا غلط تاثر دنیا کے سنی مسلمانوں کو جاتا ہے، مجھے امید ہے ایران کی حکومت اس مسئلہ کی طرف سنجیدگی سے غور کرے گی۔ میری گفتگو ختم ہوتے ہی اس مسئلہ کو پارلیامنٹ میں ڈاکٹر محمود زادہ نے اٹھانے کا وعدہ کیا، ہمارے وفود کے تمام ممبران نے میرے اس مشورہ پر جم کر میری اور مولانا معین الحق علیمی کی ستائش کی اور اس مسئلہ میں دلچسپی لینے پر ڈاکٹر محمود زادہ کا پیشگی شکریہ ادا کیا۔

اسی دن شام ۶ر بجے مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے مرکزی دفتر تہران میں آیت اللہ اراکی کے ساتھ میٹنگ تھی اور انہیں کے ساتھ عشائیہ بھی تھا، اس لئے ہم لوگ ہوٹل سے نماز مغرب سے فراغت کے بعد مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے دفتر چلے گئے، جدید سہولیات سے آراستہ اس خوبصورت منزل کے بائی حصہ پر میٹنگ تھی، تلاوت کلام پاک سے میٹنگ کا آغاز ہوا، یہ اہم خدمت ڈاکٹر امجد اقبال نے انجام دی، اس کے بعد عالی جناب آیت اللہ اراکی نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور آغاز کلام میں پہلے وفود کا شکریہ ادا کیا اور پھر ایران وہند کے تعلقات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور یہ فرمایا کہ ایران میں ہندوستانی علما کی آمد ورفت سے ایران وہند کے درمیان تعلقات میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ابھی کچھ دنوں قبل عالی جناب اراکی اور جناب منوچہر متقی کا ہندوستان آنا ہوا تھا، جامعہ ہمدرد

نے ان کے اعزاز میں خانہ فرہنگ ایران کے اشتراک سے ایک کامیاب جلسہ بھی کیا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے فرمایا :

''حالیہ سفر ایران میں علمائے ہندوستان سے کافی استفادہ کا موقع ملا، اپنی ملاقات کے دوران ہم نے وہاں کے علما سے گزارش کی ہے کہ عالمی مسائل جو تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک ہیں ان کے حل کی طرف توجہ فرمائیں ان سے ملاقات کی دو باتیں بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

۱۔ آج مسلمانوں میں انتشار ہے، اتحاد کا فقدان ہے، سماج میں اتحاد کی فضا ہموار کرنے میں علما کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ایران میں مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی اس تعلق سے جو کوشش کر رہا ہے آپ حضرات اس کے ممبر بن سکتے ہیں، دنیا کے بیشتر مسلم ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہیں، علمائے کرام اس سے وابستہ ہو کر اتحاد کے حوالہ سے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں تو تہہ دل سے ہم آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ ایران کے باہر کے تقریباً ۷۰۰ علما اس اکیڈمی سے وابستہ ہیں، ایسے علما کی قیادت شیخ حمود فرماتے ہیں جن کا تعلق لبنان سے ہے، اگر مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی سے وابستگی کسی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتے ہیں تو اتحاد علمائے اسلام و مسلمین کے نام کی کوئی جداگانہ تنظیم قائم کی جاسکتی ہے، انشراح قلب کے ساتھ جس کے آپ ممبر بن سکتے ہیں اور اس طرح مسئلہ اتحاد کو عالم اسلام میں فروغ دے سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری بات انھوں نے یہ فرمائی کہ علوم اسلامیہ کی باضابطہ یونیورسٹی قائم کی جائے اور اس کے ذریعہ مدارس اسلامیہ کے درمیان اتحاد کی فضا ہموار کی جائے۔

موصوف نے جس اہم نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا کہ یہ دونوں باتیں اسلام و مسلمین کی فلاح اور ان کی بقا کے لئے انتہائی اہم ہیں، کاش ہندوستان کے مسلم ذمہ داران علما و دانشوران اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرتے۔

موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ آپ لوگ ایران تشریف لائے، یہاں کے بیشتر اہم علما سے آپ کی ملاقاتیں رہی ہیں اور ابھی ہوں گی بھی، ان حضرات سے بھی آپ لوگوں کو کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ آج شب معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، ہمیں اس تعلق سے مازندران کے ایک جلسہ میں شرکت کرنی ہے، میں آپ کے بیچ زیادہ دیر نہ بیٹھ سکوں گا، کیوں کہ سفر درپیش ہے، اس جلسہ کا اہتمام اہل سنت کے لوگوں نے کیا ہے، بحیثیت خطیب مجھے شرکت کرنے کی دعوت دی گئی ہے، آج کی شب بہت ہی مبارک شب ہے، آپ لوگ بھی ہمارے ملک ایران، مسلمانان عالم کے باہمی اتحاد کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

عالی جناب آیت اللہ اراکی ''مجلس خبرگان اسلامی'' کے ممبر ہیں، جس میں شیعہ وسنی تمام مکتب فکر کے لوگ شامل ہیں، جس کی قیادت رہبر معظم آیت اللہ خامنہ ای فرما رہے ہیں، جس کا مرکزی دفتر قم میں ہے، اس کے تحت مدارس بھی چل رہے ہیں، جس میں ایک مدرسہ ایسا ہے جس میں بیرون ایران کے طلبہ زیر تعلیم ہیں اور دوسرے مدرسہ میں صرف مجتہدین کو زیور علم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔

رہبر معظم سید آیت اللہ خامنہ ای نے پوری دنیا میں اتحاد کی فضا ہموار کرنے کی ذمہ داری مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے سپرد کی، اس مجمع کے ذمہ داران نے دنیا کے مسلم ممالک میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں، انڈونیشیا اور افریقہ کے ملکوں میں بڑے منظم انداز میں کام کیا، ان کی کوشش رہی ہے کہ یہودیوں کی سازش سے جو داعش وجود میں آیا ہے اللہ کی سرزمین سے اس کا خاتمہ ہونا چاہئے، اس تعلق سے ایشیا کے جو مشہور مفتیان کرام ہیں، ہم ان کی ایک کانفرنس کرنے والے ہیں جس میں ببانگ دہل اس بات کا اعتراف اور اعلان کیا جائے گا کہ داعش اور جو ان کے معاون ہیں ان کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں ہے۔

جلسہ کے آخر میں ہندوستانی وفود کے ممبران نے اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر امجد اقبال نے مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی وساطت سے ہندوستان کے دینی مدارس میں جدید فارسی کے فروغ پر زور دیا، مولانا معین الحق علیمی نے اتحاد اسلامی کے علاوہ دعوت دین کو عام کرنے کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ دار العلوم علیمیہ جس کا میں صدر اعلیٰ ہوں وہ ادارہ مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منسوب ہے، انھوں نے یوروپ وافریقہ کے ممالک میں ۷۰ ہزار لوگوں کو کلمہ پڑھایا اور وہاں مساجد ومدارس قائم کئے، آج کل کے علما کو دعوت دین کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہئے تاکہ اللہ رب العزت کے فرمان کنتم خیر امۃ اخرجت للناس پر عمل ہو سکے۔ راقم السطور نے اتحاد اسلامی پر زور دیتے ہوئے کہا کہ کوئی سنجیدہ مسلمان یہ نہیں چاہتا ہے عالم اسلام میں انتشار ہو، چند مٹھی بھر لوگ ہیں جنھیں ہم سبھی جانتے ہیں جو الگ فکر کے حامل ہیں، ان کی سوچ دشمنان اسلام کی سوچ سے ملتی جلتی ہے، انھیں نظر انداز کر کے مثبت فکر رکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی ضرورت ہے، مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی جس طرح اتحاد کے حوالے سے دوسرے ممالک میں سرگرم ہے اور اس کے مثبت نتائج برآمد ہو رہے ہیں، اسی طرح اگر مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کی کوئی شاخ ہندوستان میں قائم ہو اور پھر اس پلیٹ فارم سے عوامی جلسے وکانفرسوں کے ذریعہ وحدت اسلامی کی اہمیت وافادیت سے باخبر کرایا جائے تو اس کے زود اثر اور دور رس نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہندوستان سے چند علما ومشائخ کو بلانے کے بجائے اس کی سرگرمیاں ہندوستان میں ہی تیز سے تیز تر کی جائیں تاکہ اس کی افادیت عوام وخواص دونوں تک برابر پہونچ سکے۔

قم

جلسہ کے بعد عشائیہ کا اہتمام کیا گیا، چوں کہ وقت صبح بعد نماز فجر بذریعہ روڈ قم جانا تھا اس لئے شب کا کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ جلد ہی واپس آ گئے۔ قم تہران سے ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جتنا کہ دہلی سے علی گڑھ، عشا کی نماز ادا کی گئی، آقائی روشنی نے صبح جلد اٹھنے اور جلد ناشتہ کر کے تیار رہنے کا اعلان کیا، چوں کہ ہم لوگ ٹھہرے ہندوستانی، اسی مزاج کے مطابق دئے گئے وقت سے ایک گھنٹہ تاخیر سے ہم لوگ ہوٹل کے لاؤنج میں پہونچے، بس کھڑی تھی، سب اپنی نشست گاہوں پر بیٹھ گئے اور قم کے لیے روانہ ہوگیے۔ یہاں حضرت فاطمہ کا مزار اقدس ہے، اِس وقت تاریخ اسلام کی اس عظیم خاتون کی تربت نہ صرف محبان اہل بیت بلکہ دنیا بھر کے تمام عقیدت مندوں کے لئے قبلہ گاہ بنی ہوئی ہے۔ یہ شہر ایران کا علمی مرکز کے ساتھ ساتھ روحانی مرکز بھی ہے، اس شہر کی عظمت علمائے شیعہ نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج کی ہے، اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

''قم کا نام قم اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس شہر کے لوگ قائم آل محمد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ قیام کریں گے اور اسی راہ پر گامزن رہیں گے اور ان کی مدد کریں گے''

انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ قم کے اوپر ایک فرشتہ اپنے پروں کا سایہ کئے ہوئے ہے اور جو جابر وظالم بادشاہ قم کے بارے میں برا ارادہ رکھتا ہے خدا سے دنیا سے ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ اس شہر کے تعلق سے امام موسیٰ کاظم نے فرمایا کہ قم آل محمد کا آشیانہ اور شیعوں کی پناہ گاہ ہے۔

اس شہر کی اسی عظمت واہمیت کے باعث معتقدین وزائرین کی ہمیشہ بھیڑ لگی رہتی ہے، شاید ہی کوئی ایسا وقت ہو جب وہاں ہما ہمی نہ ہو، اس مرقد انور کی زیارت کو لوگ اپنے لئے باعث سکون وطمانیت سمجھتے ہیں۔

حضرت فاطمہ کی زیارت سے فراغت کے بعد ہم لوگ حضرت موسیٰ مبرقع کی زیارت کے لئے ان کے آستانہ پر گئے، وہ بھی انتہائی متبرک آستانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ حسن وجمال کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا، کثرت حسن کی بنیاد پر وہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے رہتے تھے، اس لئے انھیں مبرقع کہا جاتا تھا، مبرقع برقع سے بنا ہے، یعنی چہرہ ڈھکنا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا، آپ محمد تقی الجواد کے بیٹے امام علی النقی کے حقیقی بھائی اور رشتہ میں امام علی رضا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پوتے ہوتے ہیں، آپ قرآن کریم کے مفسر اور اہل بیت کے تعلق سے جتنی احادیث مروی ہیں ان کے محدث تھے۔ برقعی، رضوی اور تقوی جتنے سادات ہیں سب کا جد امجد آپ کو مانا جاتا ہے، آپ سے بہت ساری کرامات منسوب ہیں۔ آپ کے خانوادہ کے چالیس افراد وہاں مدفون ہیں، اس لئے اس مقدس جگہ کو چہل اختران کے نام جانا جاتا ہے۔ آپ محمد تقی الجواد کے فرزند گرامی تھے، والدہ ماجدہ کا

نام حضرت سمانہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ہے۔ ۲۱۴ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، والد ماجد کے زیر سایہ آپ کی علمی وروحانی تربیت ہوئی ، جب والد ماجد کا وصال ہو گیا تو آپ نے اپنے بھائی امام علی النقی سے فیوض وبرکات حاصل کئے۔ ۲۵۶ھ میں آپ نے کوفہ کو خیر آباد کہا اور قم تشریف لائے، شروع میں کچھ لوگوں نے مخالفت کی تو قم سے ''کاشان'' چلے گئے، وہاں آپ کو حکومت اور عوام کی جانب سے بڑی عزت ملی، کاشان میں بے تحاشہ مقبولیت کی خبر جب اہل قم کو ملی تو انھیں اپنے کئے پر پشیمانی ہوئی، لوگوں نے دوبارہ آپ کو قم لانے کے لئے جد وجہد شروع کردی، نیاز مندانہ انداز میں علما اور عوام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے قم آنے کے دعوت دی اور اصرار کیا، آپ نے ان حضرات کی باتوں کو مان لیا اور دوبارہ قم واپس آگئے اور یہاں تین وجوہ کی بنیاد پر آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ حضرت امام محمد تقی کے فرزندار جمند اور امام علی النقی کے برادر تھے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ بڑے اہل علم تھے۔ آپ کی شخصیت بحر علوم کوثری کے ایک چشمہ کی طرح تھی، تفسیر قرآن کریم اور اہل بیت کے تعلق سے احادیث بلاواسطہ نقل کرتے تھے.

۳۔ تیسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن یوسفی سے سرفراز فرمایا تھا، آپ جدھر سے گزرتے تو آپ کے حسن کا نظارہ کرنے والوں کی بھیڑ لگ جایا کرتی تھی۔ اس لئے آپ اپنے چہرہ پر برقع ڈال لیا کرتے تھے، اس لئے آپ کو ''مبرقع'' کا لقب دیا گیا اور آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

ماہ ربیع الثانی ۲۹۶ھ بروز بدھ آپ کا وصال ہوا، محمد بن خالد اشعری جو آپ کے اصحاب میں سے تھے ان کے گھر میں تدفین عمل میں آئی۔ چہل اختران (چالس درخشاں ستاروں کے معنیٰ میں ہے) میں جنھیں بعض لوگ غلطی سے چہل دختران (چالیس بیبیوں) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ خاندان کے لوگوں کی تدفین کا سلسلہ یہاں جاری رہا، یہاں تک کی ان کی تعداد چالس تک پہونچ گئی ، اس لئے اس مقام کو ''چہل اختران'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اسی آستانہ پر ہماری ملاقات محمد علی حسینی سے ہوئی جنھوں نے جامعہ ہمدرد سے میرے زیر نگرانی پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی تھی، ان دنوں وہ دانش گاہ پیام نور قم میں مدیریت کے اندر کارگزار وائس چانسلر کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، انہیں کی زبانی جامعہ ہمدرد کے دوسرے فضلا کے بارے میں تفصیل معلوم ہوئی۔ وہاں سے فراغت کے بعد ہم لوگ ''مجتمع پذیرائی آرتا'' گئے، یہ ایک بڑا خوبصورت ریسٹورینٹ ہے جہاں ہم لوگوں نے ظہرانہ لیا، بڑے اطمینان وسکون سے وہاں کی مخصوص غذاؤں کا لطف لیا گیا ، وفد کے علاوہ ڈاکٹر محمد علی حسینی، وحید روشنی اور مجتبیٰ تمیمی بھی ظہرانہ میں ہمراہ تھے، مجتبیٰ تمیمی نے قم میں ہم لوگوں کی رہنمائی کی تھی۔ ظہرانہ سے فراغت کے بعد ہم لوگ ''پژوہشگاہ مطالعات تقریبی مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی'' گئے، وہاں اس ادارہ کے ثقافتی شعبہ کے

انچارج آقائی نگہبانی نے ہم لوگوں کا استقبال کیا اور اس ادارہ کے اغراض ومقاصد کے تعلق سے تفصیل سے بتایا۔اس کے زیر اہتمام ایک خوبصورت سی لائبریری ہے جس میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف علوم وفنون پر کتابیں ہیں جس میں ایران کے محققین، علمی ودینی درسگاہوں کے طلبہ واساتذہ اور دوسرے ممالک کے محققین بغرض استفادہ تشریف لاتے ہیں، اسی لائبریری میں محققین کے متعلق گفتگو سے ایسا لگا کہ آقائی نگہبانی خود بھی اہل علم ہیں اور اہل علم کی قدر کرنے کے علاوہ اہل علم سے روابط اور کسی بھی تحقیقی موضوع پر اشتراک کو اپنے لئے باعث افتخار بھی سمجھتے ہیں۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر کسی موضوع پر ہمارے اشتراک سے کوئی پروگرام آپ لوگ کرنا چاہتے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں، موضوع کا انتخاب آپ کریں، ہمیں آپ کے ساتھ کام کرنے میں خوشی محسوس ہوگی۔ یا اگر کسی اہم موضوع پر آپ کام کررہے ہیں تو ہمیں بتائیں ہمیں آپ کا تعاون کرنے میں بھی خوشی ہوگی، اس علم وتحقیق کے معاملہ میں ہم نے ہندوستانیوں کو دوسرے ممالک سے بہتر پایا ہے، اگر آپ لوگ یہاں کچھ دنوں قیام کرتے تو ہمارے لئے بڑا اچھا ہوتا، ہم آپ سے بھرپور استفادہ کرتے، آقائی نگہبانی کے اس جملہ سے ہم لوگوں کو خوشی ہوئی، محققین کے لئے اس اکیڈمی میں رہائش کا بھی معقول بندوبست ہے، انہیں کمروں میں ہم لوگوں نے بھی تھوڑی دیر آرام کیا اور وہیں نماز ظہر ادا کی، پھر ایک اہم پروگرام میں شرکت کے لئے ہم لوگ وہاں گئے جہاں ایران میں بسنے والے غیر ایرانی قراو مجودین کے درمیان مقابلہ کا پروگرام منعقد کیا گیا تھا، یہ پروگرام بعثت نبوی یعنی معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے ہر سال بڑے تزک واحتشام کے ساتھ قم میں منایا جاتا ہے اور اس طرح کے مذہبی پروگرام صرف قم میں نہیں بلکہ پورے ایران میں شیعہ وسنی اپنے پیغمبر کی یاد میں منعقد کرتے ہیں۔ جب ہم لوگ اس پروگرام میں شرکت کے لئے ''مدرسہ فرہنگی وعلمی وثقافی امام کاظم'' قم پہونچے تو عالی جناب آقائی خوش خو نے ہم لوگوں کا استقبال کیا، جناب حیدر رضا ضابط صاحب نے ہم لوگوں کا تعارف کرایا، پھر موصوف نے اپنی تقریر میں بتایا کہ

> ''یہ ثقافتی مرکز آقائی آیت اللہ المکارم شیرازی نے شر وفساد مٹانے اور شدت پسند گروہ کے خاتمہ کے لئے قائم کیا، یہ ادارہ پانچ سال قبل وجود میں آیا تھا، چار سال کی کدوکاوش کے بعد ابھی چند ماہ قبل تکفیری گروہ کے خاتمہ کے لئے عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں دنیا بھر کے ایک ہزار اکابر علما شریک ہوئے۔اس وقت آیت اللہ مکارم شیرازی کی عمر نوے سال ہے، انھوں نے اس طرح دس اور مراکز قائم کئے ہیں، آج کا جو جلسہ ہے جس میں کامیاب طلبہ کو اعزاز سے نوازا جائے گا اس میں مکارم شیرازی کی آمد متوقع ہے، ہوسکتا ہے کہ آپ حضرات ان کی زیارت سے مستفیض ہوسکیں، ایران کے اکابر علما میں ان کا شمار ہوتا ہے، تیس سے زائد کتابیں ان کے نوک قلم سے منظر عام پر آچکی ہیں، میں ان کی نیابت کرتے ہوئے آپ حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آج پورے ایران میں بعثت نبوی کے تعلق سے تقریبات کا اہتمام کیا جارہا ہے، میں اس موقع سے آپ حضرات کو

بعثت نبوی ﷺ کی مبارک باد دیتا ہوں"۔

اسی مجلس میں ہمارے دوسرے شاگرد ڈاکٹر یوسف وند بھی آگئے، یوسف وند وہاں عدلیہ میں بحیثیت جج اپنی خدمت انجام دے رہے ہیں اور کسی تعلیمی ادارہ میں تدریسی خدمت بھی انجام دیتے ہیں، ان کے ساتھ گفتگو رہی، بہت دیر تک ہمدرد کے بارے میں ہم نے ان کے کئی ایک سوالات کے جوابات دئے، پھر ہم لوگ اس ہال میں گئے جہاں **اولین دورہ مسابقات بین المللی قرآن کریم طلاب حوزہ ھای علمیه جهان اسلام** پروگرام چل رہا تھا، بڑا خوبصورت ہال اور اس خوبصورت ہال میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا، بڑا اچھا لگا، تلاوت کلام اللہ سے جلسہ کا آغاز ہوا، اس کے بعد ایران کا قومی ترانہ پیش کیا گیا جسے تمام حاضرین نے کھڑے ہوکر پڑھا پھر اس پروگرام کے اغرض ومقاصد بیان کئے گئے، قم کے تقریباً تمام بڑے علما اس جلسہ میں شریک تھے، ڈاکٹر اعرافی وائس چانسلر جامعۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، آیت اللہ مکارم شیرازی، اور آقائی غلام رضا مہدوی جو بہت دنوں تک ہندوستان میں انڈیا میں جامعۃ المصطفیٰ انڈیا برانچ کے انچارج رہ چکے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی، مگر ان سے ملاقات بڑی تشنہ رہی کیوں کہ دوران پروگرام ہی ہم لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی تھی، مغرب کا وقت ہو گیا تھا، ہم لوگوں نے نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور قم بھی واپس جانا تھا اور بچوں کے لئے کچھ تحفے تحائف لینے تھے اس لئے وہاں سے نکلنا ضروری تھا، پروگرام بڑا اچھا تھا، طبیعت چاہتی تھی کہ اور بیٹھیں، پروگرام پورا فارسی زبان میں تھا مگر اس کے لئے ہمارے وفد کے ممبران کو مترجم کا گراموفون دے دیا گیا تھا جسے ہمارے بعض ساتھیوں نے کان میں لگا لیا تھا، ہمیں چوں کہ ان کی فارسی سمجھ میں آتی تھی اس لئے ہم نے اس کا استعمال نہیں کیا.

جلسہ گاہ سے نکلنے کے بعد ہم لوگ تہران کے لئے روانہ ہوئے، رات تقریباً ۱۱ر بجے کے قریب ہم لوگ ہوٹل امیر پہونچے، عشائیہ لیا اور پھر تکان کے باعث لاؤنج میں نہ بیٹھ سکے، اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، ہوٹل کے کاؤنٹر پر ہمارے لئے مٹھائیوں کا ایک پیکٹ رکھا ہوا تھا اور اس میں ایک رقعہ بھی، رقعہ پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا تہران کے کچھ طلبہ جو جامعہ ہمدرد میں تعلیم حاصل کر چکے تھے مجھ سے ملنے آئے تھے مگر مجھے نہ پا کر مایوس واپس چلے گئے۔ اور اپنا لایا ہوا تحفہ چھوڑ گئے۔

مشہد

۲۶ر اپریل کی صبح مشہد جانے کے لئے ۶ر بجے ہوٹل امیر سے ایر پورٹ کے لئے روانہ ہوئے، حسن سعید کی طبیعت اگر چہ ناساز تھی ہم نے انھیں "میٹروجل" دوا دی تھی جس کے سبب انھیں افاقہ تھا اور وہ کچھ راحت محسوس کر رہے تھے، ہم لوگوں نے انھیں بھی ساتھ لیا اور مہر آباد ایر پورٹ کے لئے نکل پڑے، آدھ گھنٹہ کی مسافت کے بعد ہم لوگ آقائی روشنی اور جناب حیدر رضا کی معیت میں ایئر پورٹ پہونچ گئے، وہاں پہونچنے کے بعد آقائی نخی نے ہم لوگوں کا خیر مقدم کیا، تفصیل معلوم کی تو معلوم ہوا اب آگے سفر کی قیادت

ور ہنمائی آ قائی نخی کریں گے، آ قائی روشنی مشہد نہیں جائیں گے۔ یہ ۱۱ر نفری قافلہ معراج ایر لائنس سے آٹھ بجے روانہ ہوا اور ایک گھنٹہ میں مشہد پہونچ گیا، وہاں سے ہم لوگ سیدھے ''ہوٹل ایشیا'' گئے پہلے وہاں تازہ دم ہوئے، پھر ساڑھے گیارہ بجے پہلے قرآن میوزیم پہونچے۔ ۱۳۱ر سال قبل اس میوزیم کا قیام عمل میں آیا تھا، یہ قرآن کریم کے تعلق سے دنیا کا سب سے بڑا میوزیم مانا جاتا ہے، اس میوزیم میں قرآن کریم کے ۲۳ر بڑے نسخے ہیں جن کی شروعات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہوجاتی ہے۔ ۸ر قرآن کریم چمڑے پر لکھے ہوئے دکھائی دیئے جن میں ایک حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، دوسرے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، چوتھے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پانچویں امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چھٹے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، یہ قرآن کریم خط کوفی میں لکھے ہوئے تھے۔ ایک قرآن مقدس ایسا بھی نظر آیا جس کے حاشیہ پر دس مفسرین کی تفسیریں ہیں۔ مختصر سے مختصر اور ضخیم سے ضخیم نسخوں میں قرآن کریم کی زیارت سے دل باغ باغ ہوگیا، اس کے علاوہ بادشاہوں نے اس زمانے میں جو تحائف ارسال کئے تھے وہ تمام چیزیں بھی قرآن میوزیم میں نمائش کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ حضرت امام سجاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہرن کی جلد پر بھی قرآن کریم، جہاں گیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کریم، محمد شاہ قاچار کے ہاتھ کا کپڑے پر لکھا ہوا قرآن کریم بھی تھا، وہاں قرآن کریم کا ایک نسخہ خط بابری میں بھی ہے جس کا صرف واحد نسخہ پوری دنیا میں ہے، جو قرآن کریم حضرت امام علی رضا سے منسوب ہے اس کا بھی دنیا میں واحد نسخہ ہے ۔ باقی ائمہ اطہار کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم کے نسخے بھی وہاں میوزیم میں رکھے ہوئے ملے۔ درّ نجف پر لکھا ہوا مکمل قرآن بھی اسی میوزیم میں دیکھنے کو ملا۔ روس کے صدر پوتن نے جو قرآن ہدیہ کیا تھا وہ بھی وہاں موجود تھا۔

میوزیم سے فراغت کے بعد ہم لوگ دانش گاہ علوم اسلامی رضوی گئے، یہ ادارہ آستانہ امام علی رضا کے زیر اہتمام چلتا ہے ، ہندوستان میں بھی کئی ایک اہم خانقاہیں ہیں جہاں نذور وفتوحات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے مگر اس طرح کوئی سسٹم نہیں ہے کہ اس کے زیر اہتمام کوئی قابل قدر یونیورسٹی قائم کی گئی ہو جہاں ہزاروں کی تعداد میں طلبہ زیر تعلیم وتربیت ہوں، مگر اس کے برخلاف ایران میں کئی ایک جامعات اور دانش گاہیں تنظیموں اور درگاہوں کے زیر اہتمام چلتی ہیں، دانش گاہ علوم اسلامی رضوی انہیں میں سے ایک ہے، وہاں پہونچنے کے بعد ہماری ملاقات حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد امامی سے ہوئی، انھوں نے ہمارے وفد کا خیر مقدم کیا اور یہ بتایا کہ اس دانش گاہ سے میری وابستگی ۱۹۸۱ء سے ہے، اور اس شعبہ اور اس کے متعلقات کے جتنے برانچ ہیں سب کے وہ انچارج ہیں، ان کا شمار دانش گاہ علوم اسلامی کے جید علما میں ہوتا ہے، انگریزی پر بھرپور قدرت بھی رکھتے ہیں، ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ ہندوستان میں جس طرح عربی زبان کا تحفظ ہے اسی طرح فارسی زبان کے تحفظ اور اس کے فروغ پر بھی زور دیا جانا چاہئے، انھوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ

''اس دانش گاہ کا قیام ۱۹۸۴ء میں ہوا، اس کے قیام کا مقصد علمائے کرام کو جدید تعلیم سے آراستہ کر کے انھیں

ملک وملت کی خدمت کے قابل بنانا ہے، جس عمارت میں آپ حضرات تشریف فرما ہیں یہ عمارت مدرسہ جعفر اور مدرسہ خیرات خاں سے ضم کر کے تیار کیا گیا ہے اور اسی کو یونیورسٹی کی شکل دی گئی ہے، اس ادارہ میں صرف اسلامی علوم کی تدریس یونیورسٹی کے انداز میں کی جاتی ہے، اسلامی علوم کے علاوہ علمائے کرام کو اور کن علوم کا جاننا ضروری ہے ان علوم سے بھی انہیں آراستہ کیا جاتا ہے۔ اس کے نصاب درس کا معیار بھی عصری جامعات سے کسی طرح کم نہیں ہے، اس نصاب کو ان تمام مراحل سے گزارنا پڑتا ہے جن مراحل سے عصری علوم کا نصاب گزرتا ہے، باضابطہ اکیڈمک کونسل سے اس کی منظوری حاصل کی جاتی ہے، پھر اسے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ حکومت ایران اس کا باضابطہ امتحان منعقد کراتی ہے، کئی ممالک کے طلبہ اس دانش گاہ میں زیر تعلیم ہیں۔ یہاں قرآن کریم، کلام، فقہ وغیرہ کی تعلیم ڈاکٹریٹ کی سطح تک دی جاتی ہے۔ گریجویشن کی سطح پر فارسی زبان، عربی زبان، تاریخ اسلام، تاریخ عالم اسلام اور اسلامی معاشیات جیسے اہم مضامین شامل درس ہیں''۔

جلسہ کے آخر میں وفد کے بعض ممبران نے اظہار خیال کیا، ڈاکٹر امجد اقبال نے ہندوستان میں جدید فارسی زبان کے فروغ اور اس کے تحفظ و بقا کی بات کہی، میں نے کہا کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ جس طرح ایران کی دوسری جامعات کا جامعہ ہمدرد سے معادلہ ہے اسی طرح دانش گاہ علوم اسلامی رضوی کا بھی جامعہ ہمدرد سے معادلہ ہو جاتا تاکہ جامعہ ہمدرد کے طلبہ اس ادارہ سے استفادہ کر سکتے، اگر دینی علوم کو یونیورسٹی کے انداز میں طلبہ کے ذہن و دماغ میں ڈالا جائے یہ اس دور میں اچھی کوشش ہوگی، ہندوستان میں اگر اس طرح کا کوئی ادارہ قائم ہو تو اس کے دوررس نتائج برآمد ہو سکتے ہیں، ممکن ہے کہ جامعہ فیضان اشفاق ناگور جس کے ارباب حل وعقد مستقبل میں اسے یونیورسٹی کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں اور ڈاکٹر امجد اقبال جس کے ڈائرکٹر ہیں اس طرف توجہ فرمائیں۔

دانش گاہ علوم اسلامی کی زیارت اور علما سے ملاقاتوں کے بعد ہم لوگ آستانہ امام علی رضا کے لنگر خانہ کی طرف بڑھے، ہمارے خیال میں دنیا بھر میں واحد لنگر خانہ ہے جس کا مہمان بننا لوگ اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں، جب بھی میں ایران گیا تو مشہد ضرور حاضری ہوئی اور ایک بار اس لنگر خانہ میں تبرک کھانے کا موقع ملا، یہ واضح رہے کہ اس لنگر خانہ میں روزانہ بلاناغہ ۴۰۰۰ ہزار افراد دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں، بڑے اہتمام سے مرغ قورمہ، پلاؤ اور روٹیوں سے مہمانوں کی ضیافت کی جاتی ہے۔ بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ ہم لوگوں نے کھانا کھایا اور بارگاہ امام میں اپنی عقیدتوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حرم مطہر کی طرف چل پڑے، اس آستانہ کے جتنے دروازے ہیں سب امام کی بارگاہ میں حاضری کے لئے کھلتے ہیں، دوپہر تین بجے بڑی بھیڑ تھی، ایک دروازہ جس میں تھوڑی گنجائش نظر آئی اسی دروازہ سے ہم لوگ اندر کی طرف داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ آستانہ کے پاس پہونچ گئے، خواہش تھی کی ضریح مبارک جو ایک آ ہنی جالی میں تھا اسے بوسہ دوں مگر وہ روپیوں سے اٹا تھا، آہنی جالی چھونا ہی مشکل تھا، تھک ہار کر وہیں ایک گوشہ میں

کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی اور پھر وہیں بیٹھ کر کچھ اوراد و ظائف میں مشغول ہو گئے، جب بھیڑ کچھ کم ہوئی تو میں چپکے سے اٹھا اور مزار مبارک کی جالی کا بوسہ دیا، کچھ نذرانہ پیش کیا اور جالی پکڑ کر کچھ پڑھنا ہی چاہتا تھا کہ زائرین کے غول نے ایسا دھکا دیا کہ ہم مزار سے بہت دور جا کھڑے ہوئے اور پھر وہیں سے کچھ پڑھ کر باہر نکلنے میں ہی عافیت سمجھی، باہر نکلتے وقت اس حصہ سے گزر ہوا جہاں اسی آستانہ کے اندر شیخ بہاء الدین عاملی کی قبر ہے، شیخ بہاء الدین صفوی، شاہ عباس صفوی کے وزیر اعظم تھے اور ایران کے خوبصورت شہر اِصفہان کے معمار تھے، انہوں نے جوہری توانائی پر کئی ایک رسالہ لکھا تھا، وہ تقریباً تین سو کتابوں کے مصنف تھے، ان کی جوہری توانائی پر مشتمل رسالوں کے سبب ہی اہل ایران کے لئے جوہری توانائی کا حصول ممکن ہو سکا۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال یا چار سو سال قبل کے بزرگ ہیں، کچھ دیر وہاں رکے اور ان کی زندگی اور کارناموں کے بارے میں سوچتے رہے۔ گزرتے گزرتے مشائخ کرام کی عظمتوں کے تعلق سے گفتگو چل ہی رہی تھی کہ ایک بہت اچھا شعر مرتضیٰ پاشا قادری حیدرآبادی کا زبان سے صادر ہوا جو بالکل آج کے حسب حال تھا، وہ اشعار آپ بھی سن لیجئے اور اپنے دل و دماغ مشائخ و بزرگان دین کی محبت سے تازہ دم کر لیجئے۔

عاشق نہ شدی لذت جاناں چہ شناسی　　تا سر نہ دہی ہمت مرداں چہ شناسی
امروز ندیدی اگر تو روئے صنم را　　فردا بہ قیامت رخ جاناں چہ شناسی
از عرش ز بالا روم بالا ز بالا　　جولانی جاناں در رہ جاناں چہ شناسی
سودا گر مسکیں کہ شدہ بندہ مژگاں　　اے مدعی تو عظمت پیراں چہ شناسی

وہاں سے فراغت کے بعد ارادہ یہ ہوا کہ کچھ ہندوستانی احباب کے لئے ایرانی سوغات خرید لئے جائیں، مگر کچھ احباب نے کہا پہلے ہوٹل میں آرام کر لیا جائے بہر حال اتفاق اسی پر ہوا کہ ہم لوگ پہلے ہوٹل چلیں گے اور آرام کرنے کے بعد پھر بازار آیا جائے گا، کہا جاتا ہے کہ ایران میں کہیں زعفران اگر اچھا ملتا ہے تو وہ مشہد ہے، بازار رضا میں خریداری کے لئے ہم لوگ گئے، ڈاکٹر اقبال نے اپنی اہلیہ کے لئے نقاب اور کچھ دوسری چیزیں خریدیں، کچھ یہی حال مولانا معین الحق علیمی اور ہمارے دوسرے احباب کا تھا، وقت کافی ہو چکا تھا اس لئے خریداری مکمل نہ ہو سکی، چوں کہ دوسرے دن صبح تربت جام جانا تھا اس لئے آرام بھی ضروری تھا، آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک ہم لوگ ہوٹل ایشیا آ گئے، رات وہاں گزاری، صبح ناشتہ کے فوراً بعد ہی ہم لوگ تربت جام کے لئے نکل پڑے۔

تربت جام

تربت جام بڑا ٹھنڈا علاقہ ہے، مشہد اس سے تھوڑا کم، جس کے پاس ٹھنڈی کی حفاظت کے لئے لباس تھے سب نے زیب تن کر لئے اور پھر ہندوستانی قافلہ تربت جام کے لئے ۲۷/ اپریل ۲۰۱۷ء کو صبح ۸/ بجے نکل پڑا، سوا دو گھنٹہ کی مسافت کے بعد حسین اور خوش نما مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہم لوگ تربت جام پہونچے، تربت جام کی شہرت کی وجہ یہ ہے کہ وہاں حضرت شیخ احمد

جام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار اقدس ہے اور اسی سے متصل ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جس کا نام ''مدرسہ جامعہ احمدیہ'' ہے اور خاص بات یہ ہے کہ وہ اہل سنت کا علاقہ ہے، وہاں خانقاہ اور ادارہ سے وابستہ تمام لوگ ہی اہل سنت سے تعلق رکھنے والے ملے۔ وہاں کے صاحب سجادہ اور امام جمعہ اور مدرسہ کے مینیجنگ ڈائرکٹر حضرت مولانا شرف الدین احمدی جامی نے جو شیخ احمد جام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تیسویں نسل سے تعلق رکھتے ہیں ہم لوگوں کا پُر تپاک خیر مقدم کیا، ہم لوگ ان کی خانقاہ میں گئے، مدرسہ کے تمام مدرسین بھی وہیں آ گئے، جن علما سے ہماری ملاقاتیں ہوئیں ان میں مولانا امان اللہ۔ مولانا منصور عابدی، مولانا عبدالحمید احمدی، مولانا امیر احمدی، مولانا سالمی، مولانا حسین جامی احمدی، مولانا جواں شیر داؤدی، مولانا اکبر المکرمی، مولانا محمد احمدی، مولانا عبدالواحد رمضان نیشاپوری اور مولانا سید معصوم عبداللہی زیدی تھے، ان کے علما کے بارے میں صاحب سجادہ نے فرمایا کہ:

''تمام حضرات بڑے باصلاحیت ہیں، سب ہی صاحب تصنیف ہونے کے علاوہ، خطابت اور درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے ہیں، مدرسہ احمدیہ کے علاوہ دانش گاہوں میں یہ حضرات درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ مولانا شرف الدین نے بتایا کہ ہمارے جد اعلیٰ صحابی رسول تھے اور وہ ایسے صحابی رسول تھے جنھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ردا عطا کی تھی اور علما کی تکریم کا حکم دیا تھا۔ وہ سرایا وغزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ خلفائے کرام کے ساتھ بھی ان کے خصوصی مراسم تھے، شیخ الاسلام احمد جام کے والد عرب سے خراسان آئے، وہ جسمانی اعتبار سے بہت قوی اور توانا تھے، انہیں کے گھر حضرت شیخ احمد جام کی ۴۴۶ھ میں ولادت ہوئی۔ جب شیخ احمد جام کی عمر ۲۲ رسال کی ہوئی تو تلاش حق میں گھر سے باہر نکل گئے، جنگل کا راستہ لیا، ایک زمانہ تک وہ جنگل ہی میں ریاضت ومجاہدہ کرتے رہے، ریاضت کی تکمیل کے بعد تربت جام کے قریب ایک آبادی میں تشریف لائے اور وہاں مسجد نور کے نام سے ایک مسجد کی تعمیر فرمائی، ایک ہزار سال ہو گئے وہ مسجد بحمدہٖ تعالیٰ اب بھی برقرار ہے۔ ۴۰ سال کی عمر کے بعد سعد آباد تشریف لائے آپ کی آمد کے بعد یہ شہر ''تربت جام'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔

شیخ احمد جام نے روایتی تعلیم نہیں حاصل کی تھی، اپنے والد ماجد کی طرح وہ قوی اور توانا تھے، پہلوانی کا شغل تھا، ریاضت ومجاہدہ کے دوران انھیں الہام ہوا اور نور علم سے ان کا سینۂ بے کینہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ اور علوم وفنون کا گنجینہ بن گیا، متعدد کرامتیں صادر ہوئیں۔ ۱۴ کتابیں آپ کے نوک قلم سے منظر عام پر آئیں۔ شاعری بھی کرتے تھے۔ سلطان سنجر کے زمانہ میں آپ موجود تھے، اس وقت ملحدین کی کثرت تھی، آپ نے ۶۰ ہزار ملحدین کو مشرف بہ اسلام کیا، شیخ احمد جام کی اولاد میں کئی ایک نے بغرض اشاعت اسلام دوسرے

ممالک کی طرف ہجرت کی، ان کے مریدین پورے عالم اسلام میں پھیل گئے، خلق خدا میں آپ کی بے حد مقبولیت تھی، خود بادشاہ ہمایوں آپ کی زیارت کے لئے تربت جام حاضر ہوا تھا، جس کا ذکر شیخ احمد جام کی میوزیم میں تحریری شکل میں موجود ہے جس کا راقم نے بچشم خود معاینہ کیا ہے، یہ شعر ہمایوں نے قبر کی ایک پتھر پر ۱۴ر شوال المکرم ۹۵۱ھ کو بروز شنبہ تحریر کیا تھا جو اس طرح ہے۔

ای رحمت تو عذر پذیر ہمہ کس   ظاہر بہ جناب تو ضمیر ہمہ کس
درگاہ و در تو قبلہ گاہ ہمہ کس   لطفت بہ کرشمہ دستگیر ہمہ کس

آپ کی اولاد اور بادشاہ ہمایوں کی اولاد میں بڑی قرابت داری تھی، ۹۶۰ سال قبل انھوں نے ہی تربت جام میں اس خانقاہ کی تعمیر فرمائی تھی، جس کا فیضان بحمدہٖ تعالیٰ اب بھی جاری وساری ہے۔ ''اورادفتحیہ'' جس کا اہتمام روزانہ صبح کشمیر میں کیا جاتا ہے شیخ احمد جام کی خانقاہ میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ تلاوت کی جاتی ہے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

۹۶۰ سال قبل عاشورہ روز جمعہ ۵۴۶ھ میں آپ کا وصال ہوا اور اسی خانقاہ کے سامنے آپ کی تدفین عمل میں آئی، دفن کے بعد آپ کی قبر پر پستہ کا درخت خود رونما ہوا اور وہیں کچھ آپ کی اولاد کی بھی قبریں ان پر بھی پستہ کا درخت نکلا ہوا ہے، آپ کی اولاد کی جہاں جہاں قبریں ہیں صاحب سجادہ مولانا شرف الدین کے کہنے کے مطابق سب کی قبروں پر پستہ کا درخت اگا ہوا ہے، گویا کہ یہ درخت زمین وآسمان کے درمیان ایک رابطہ ہے۔

ہر سال عرس کی تقریبات بڑے تزک واحتشام کے ساتھ اس خانقاہ میں منائی جاتی ہیں، جس کے تیسویں سجادہ نشین امام جمعہ مولانا شرف الدین جامی ہیں، ان کا تعلق مذہب احناف سے ہے مگر اہل تشیع اور اہل سنت سب وہاں ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرتے ہیں، شہر تربت جام میں سنیوں کے چالیس مساجد اور مدرسہ احمدیہ کے علاوہ اور بھی چار مدارس ہیں، سب لوگ باہم اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، اس معاملہ میں بھی یہ شہر، ''شہر وحدت'' کے نام سے مشہور ہے۔ مشرقی ایران جیسے خراسان، بلوچستان، اور گلستان صوبوں میں سنیوں کی تعداد زیادہ ہے اور زیادہ تر حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے ہیں، وہ سب حضرات اپنی تمام تقریبات اپنے مسلک کے مطابق انجام دیتے ہیں، حکومت سے انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ سلسلہ قادریہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے ماننے والے بھی ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

صاحب سجادہ کی گفتگو کے بعد وفود کے کچھ ممبران نے بھی اظہار خیال کیا، میں نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجھے اس وقت بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کیوں کہ جب میں اپنی کتاب ''جانشین غریب نواز'' جو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے حالات

وکمالات پر مشتمل ہے لکھ رہا تھا اس وقت شیخ احمد جام کا یہ شعر سامنے آیا تھا، جب سے دل میں یہ تمنا تھی کہ کاش میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا، مجھے بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ برسوں کی یہ تمنا آج پوری ہو رہی ہے اور میں ان کے حضور حاضر ہوں جن کے ایک شعر پر جانشین غریب نواز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی جان دے دی تھی۔

واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن شیخ علی سجستانی کی خانقاہ میں محفل سماع گرم تھی، اس محفل میں بڑے بڑے اولیاے کرام، مشائخ عظام موجود تھے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی بھی اس محفل میں موجود تھے،قوال صلاح الدین اور ان کے دونوں بیٹے کریم الدین ونصیر الدین یہ غزل پڑھ رہے تھے۔

عاشق رویت کجا بیند بکس
بستہ مویت کجا یابد خلاص

(تمہارے چہرہ کا عاشق تمہارے علاوہ دوسرے کو کہاں دیکھتا ہے اور تمہارے زلف گرہ گیر کے قیدی کو رہائی کہاں ملتی ہے؟)۔

اس غزل کے بعد ان قوالوں نے شیخ احمد جام کی یہ غزل پڑھی جس کے اس مصرع پر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کو وجد آ گیا۔

کشتگان خنجر تسلیم را　　　ہر زماں از غیب جان دیگر است

جب قوال اس شعر پر پہنچے تو خواجہ قطب الدین بختیار کا کی پر وجد طاری ہو گیا اور آپ کی کیفیت حیرت انگیز ہو گئی، شعر کے مصرعہ اول پر آپ بالکل بے ہوش ہو جاتے اور جب قوال مصرعہ ثانی پڑھتا تو آپ کو ہوش آ جاتا، حالت وجد میں آپ دس دس گز اوپر اچھلتے، یہ معاملہ تین دن تک برابر چلتا رہا، حضرت خواجہ کے ہر مو سے ذات الٰہی کی تسبیح جاری تھی۔خون کے قطرے بہنے لگے، ان قطرات میں ایک قطرہ زمین پر ٹپکتا تو اللہ کے نام کا نقش بن جاتا، چوتھے دن آپ کے بدن کے ہر عضو سے سبحان اللہ کی آواز آنے لگی، جب قوال شعر کا پہلا مصرعہ پڑھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ خواجہ قطب اس جہان سے چلے گئے ہیں مگر جب قوال شعر کا دوسرا مصرع پڑھتے تو خواجہ قطب زندہ ہو کر جست لگانے لگتے اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، جب آپ کی یہ حالت لوگوں سے نہ دیکھی گئی تو قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدر الدین غزنوی آپ کو وہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے،آپ نے قوالوں کو وہاں طلب کر لیا اور بار بار وہی شعر پڑھواتے رہے اور اسی پر وجد کرتے رہے، نماز کا وقت ہوتا تو وضو بناتے اور نماز کی ادائیگی فرماتے، پھر قوالوں کو وہی شعر پڑھنے کا حکم دیتے،خود خواجہ قطب الدین فرماتے ہیں۔

’’ہم تین دن رات اسی شعر میں مدہوش رہے پھر جب ہم گھر آئے تو پھر بھی قوالوں سے یہی شعر سنتے چنانچہ کئی دن رات مجھے اپنے آپ کی کچھ شد بد نہ تھی، اسی طرح ہم نے سات دن اور سات راتیں اس شعر کے سننے میں

گزار دیں، ہر مرتبہ جب پڑھنے والے یہ شعر پڑھتے تو ہم پر ایک خاص قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی جس کا بیان ہم نہیں کر سکتے‘‘۔ (فوائد السالکین ص ۱۴)

جب اس واقعہ کو پورے سات دن ہو گئے تو آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی، ہڈیاں جسم مبارک میں اپنی جگہ نہیں رہیں، طبیب حاذق شمس الدین جو آپ کے مرید تھے انھوں نے نبض دیکھی اور کہا کہ مرض عشق ہے عشق نے دل اور جگر سوختہ کر دیا ہے، اس کا علاج میرے پاس نہیں، سر اقدس قاضی حمید الدین ناگوری کے زانو پر تھا اور پیر شیخ بدر الدین غزنوی کے پہلو میں اور اسی حالت میں جان قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ گفتگو کے اختتام پر ’’جانشین غریب نواز‘‘ نامی کتاب میں نے صاحب سجادہ کی خدمت میں پیش کی اور دعاؤں کا طلب گار رہوا۔

خانقاہ کی میٹنگ کے بعد خانقاہ اور اس خانقاہ کی میوزیم دیکھنے گئے، مزار اقدس پر فاتحہ پڑھی، پھر میوزیم دیکھا، اس میں وہ نادر و نایاب آثار بھی دیکھیں جو سلاطین وقت نے پیش کی تھیں، اس میوزیم میں سلطان اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا وہ قرآن کریم بھی ہے جس کی کتابت میں ڈھائی کلو سونا لگا تھا۔ اس خانقاہ کا جو صدر دروازہ ہے اس کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کو ہندوستان میں بنایا گیا تھا، تیار کرنے کے بعد اسے ۷۳۳ھ میں یہاں لاکر نصب کیا گیا تھا۔ فیروز شاہ کے زمانہ کی مسجد بھی اسی خانقاہ سے متصل ابھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ ہمارے بعض احباب نے مسجد میں جاکر ظہر کی نماز ادا کی اور ہم نے خانقاہ میں اس جگہ ظہر کی نماز ادا کی جس مخصوص جگہ حضرت شیخ احمد جام نماز پڑھتے تھے، ہم لوگ مدرسہ احمدیہ میں گئے، کچھ طلبہ اور اساتذہ سے وہاں ملاقاتیں ہوئیں، ان کی درسگاہوں کو دیکھا گیا ’’کتابخانہ مزار شیخ احمد جام‘‘ کی زیارت ہوئی، اس لائبریری میں میں نے اپنی ایک کتاب ’’متنبی۔ ایک تحقیقی مطالعہ‘‘ پیش کی اور کچھ طلبہ جو مازندران کے علاقہ کے تھے ان سے ملاقاتیں ہوئیں۔

اس دن کی ضیافت صاحب سجادہ حضرت مولانا شرف الدین جامی کی طرف سے تھی، اس لئے صاحب سجادہ کے فرزند ارجمند کے ہمراہ ہم لوگ ایک ہوٹل میں گئے اور وہاں ظہرانہ لیا، جب ہم لوگ کھانے سے فارغ ہوئے وہیں لوگوں سے اجازت لی اور پھر مشہد کے لئے تقریباً دو بجے دن میں واپس چل پڑے۔

طوس

تربت جام سے واپسی کرتے ہوئے ہی یہ طے ہوا کہ ہم راستہ میں طوس کے لئے مڑ جائیں گے، اگر مشہد چلے گئے تو واپسی مشکل ہو جائے گی اور پھر وقت ہی نہیں بچے گا اس لئے ادھر ہی سے ہم لوگ طوس چلیں، چنانچہ پروگرام کے مطابق ہم لوگ ہارونیہ طوس چلے گئے، جہاں ہم لوگوں نے حضرت امام ابو حامد غزالی کی خستہ حال خانقاہ اور اس خانقاہ کے سامنے کھلے آسمان کے نیچے ان کی قبر کی زیارت کی اور نمناک آنکھوں سے فاتحہ پڑھا، طابران تو اب آباد نہیں البتہ ان کا مدرسہ جو طابران میں تھا کھنڈرات کی شکل میں اب بھی

وہاں موجود ہے، حکومت نے اس پر سائبان بنادئے ہیں تاکہ اسے مزید خراب ہونے سے بچایا جاسکے، امام غزالی کی خستہ حالت مزار وخانقاہ کو دیکھ کر دکھ ہوا، جس کا احسان پورے عالم اسلام پر ہے آج وہ کھلے آسمان کے نیچے بے یارومددگار ہے، کاش حکومت ایران اس طرف توجہ کرتی، ہم نے یہی بات ایرانی حکومت کی پارلیمنٹ میں ایک میٹنگ کے درمیان اٹھائی تھی، خدا کرے ڈاکٹر محمود زادہ کو میری بات یاد رہے اور ارباب حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کرانے میں وہ کامیاب ہوں۔

فردوسی کو شاہنامہ اسلام کے لئے مدتوں یاد رکھا جائے گا، اس کا مقبرہ تو ایسا بنایا گیا جیسا کہ ہندوستان میں تاج محل ہے۔ یہ مقبرہ مزار امام غزالی سے صرف دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، اس سفر میں تنگئ وقت کے باعث ہم وہاں نہیں جاسکے البتہ اس سے پہلے کے دو سفر میں اس مقبرہ کی زیارت ہوچکی ہے۔ مزار امام غزالی کی زیارت کے واسطے جب ہم لوگ مشہد کے لئے روانہ ہوئے تھے تو ارادہ یہ تھا کہ جلد پہونچ کر کچھ خریداری کرلیں گے اور ڈاکٹر امجد اقبال کو ایک اچھی سی ٹوپی اسی دوکان سے دلادیں گے جہاں سات سال قبل میں نے پانچ ہزار میں خریدی تھی مگر مشہد پہونچتے پہونچتے اتنا وقت نہیں رہ گیا کہ بازار جاسکیں کیوں کہ آٹھ بجے شب بذریعہ طیارہ تہران کے لئے نکلنا تھا اس لئے سیدھے ہوٹل آگئے، کچھ دیر آرام کیا، چائے پی گئی اور پھر اول وقت میں کھانا کھا کر ہم لوگ آقائی روشنی اور آقائی نخی کی معیت ورہنمائی میں مشہد ایرپورٹ کے لئے نکل پڑے۔ وقت سے جہاز روانہ ہوا جس کے سبب ہم لوگ ہوٹل امیر تہران میں ۱ ربجے پہونچ گئے، رات زیادہ ہوچکی تھی اس لئے ہم لوگ اپنے کمروں میں گئے اور بغیر کسی تمہید کے اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔

۲۸ ر اپریل ۲۰۱۷ء کو ہم لوگوں کو ہندوستان کا بھی سفر کرنا تھا۔ اور کچھ بچوں اور احباب کے لئے سوغات بھی لینے تھے اس لئے ہم چند لوگ جنہیں خریداری کرنی تھی آقائی روشنی کے ساتھ مارکیٹ کی طرف دس بجے روانہ ہوگئے، فکس پرائز کی دوکان پر گئے یہ ملبوسات کی اچھی دوکان تھی، وہاں سے اپنے بچوں کے لئے اسکارف خریدے، ڈاکٹر امجد اقبال اور مولانا معین الحق علیمی نے خریداری کی لیکن سب سے زیادہ شاپنگ ہمارے رفیق سفر عالی جناب مرتضیٰ پاشا قادری حیدرآبادی نے کی، ان کے پاس ڈالر تھے، اس لئے انھوں نے ہندوستانی روپیوں کے حساب سے کئی ہزار کا سامان خریدا، کتابوں کی دوکان پر بھی گئے، ہمارے پاس تومان ختم ہو چکے تھے اور خریداری بھی تقریباً مکمل ہوچکی تھی لیکن اس دکان میں کئی ایک اچھی کتابیں تھیں جن کی طباعت اعلیٰ اور معیاری تھی، جن شعرا کے دواوین صرف سن رکھے تھے وہ بھی وہاں دیکھنے کو ملے، ان کتابوں کی زیارت سے ہی دل باغ باغ ہوگیا، اس وقت میرے زیر قلم ''عرفان تصوف'' تھی، اس کتاب میں میں نے ایک جگہ صوفی ابوالوقت اور صوفی ابن الوقت کی بحث کی ہے اس تعلق سے مولانا جلال الدین بلخی رومی نے اپنی مثنوی میں کچھ لکھا ہے، وہ اشعار تو ہمیں مل گئے مگر مثنوی کا جو نسخہ ہندوستان میں دستیاب ہے وہ اشعار ان میں دستیاب نہیں، اس لئے تمام دفاتر پر مشتمل ''مثنوی معنوی'' جسے نکلسن کی تحقیق کے مطابق کاظم عابدینی مطلق نے شائع کیا ہے وہاں نظر آیا، اٹھا کر دیکھا

اور دیکھتا ہی رہ گیا، مرتضیٰ پاشا قادری نے کہا کہ آپ اس کتاب کو اتنا غور سے دیکھ رہے ہیں کیا اس کی ضرورت ہے، میرے منھ سے بے ساختہ ''ہاں'' نکل گیا تو انھوں نے فوراً ہی کہا اگر آپ برا نہ مانیں تو میری طرف سے اسے ہدیۃً قبول کر لیں، کہتے ہیں کہ علم کے معاملہ میں شرمانا نہیں چاہئے، میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کتاب اپنے قبضہ میں کر لی، انھوں نے اس کی قیمت ادا کی اور ہم لوگ مٹھائیوں کی دوکان پر گئے، جو ہمارے پاس تھوڑے بہت تومان بچے تھے ان کی میں نے انجیر خرید لی، اس طرح ہم لوگ اپنی جیبیں خالی کر کے ہوٹل واپس آ گئے، کھانا کھایا گیا نماز ظہر ادا کی گئی اور سامان کی پیکنگ میں لگ گئے کیوں کہ چار بجے امام خمینی انٹرنیشنل ایر پورٹ کے لئے نکلنا تھا ،اس لئے بلا کسی تاخیر کے ہم لوگ طے شدہ پروگرام کے مطابق تین بجے ایر پورٹ کے لئے نکل پڑے، ۹/ بجے ماہان ایرویز کی فلائٹ تھی جس کا نمبر W 5 . 071 تھا، قلندری ایر پورٹ پر ہمارا انتظار کر رہے تھے، تھوڑی ہی دیر ہم ان سے بات کر پائے تھے، پھر انھیں الوداع کیا اور پھر ایر پورٹ کی کاروائیوں میں منہمک ہو گئے۔ ۹/ بجے تہران سے سفر شروع ہوا اور تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کی اڑان کے بعد ہم لوگ ہندوستان ''اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایر پورٹ'' دہلی پہونچ گئے، اس طرح ایران کا وہ جو سفر ۲۲/ اپریل ۲۰۱۷ء کو شروع ہوا وہ جناب حیدر رضا ضابط حیدر آبادی کی اطمینان بخش قیادت میں ۲۹/ اپریل ۲۰۱۷ء کی صبح پانچ بجے بحسن و خوبی اختتام پذیر ہو گیا۔

حیدر آباد

مولانا معین الحق علیمی اور ہم دونوں نے ایک ساتھ سفر سال گزشتہ خانہ فرہنگ جمہوریہ اسلامی ایران کی دعوت پر حیدر آباد کا کیا تھا، وہاں سالار جنگ میوزیم کے اشتراک سے ۲۲/ جون ۲۰۱۹ء کو ایک قرآن کانفرنس تھی، مولانا نے میرے ہمراہ اس میں شرکت کی اور ہند و بیرون کے اکابر ارباب علم و دانش سے علمی روابط پیدا کئے اور تبادلہ خیال کیا۔ مولانا معین الحق علیمی کی ادارہ میں آمد اور راقم السطور کے صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ ملنے کی خوشی میں حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر محمد مستان صاحب قبلہ بانی و سربراہ جامعۃ المؤمنات مغل پورہ حیدر آباد نے اپنے ادارہ **جامعة المومنات** میں ایک جلسہ تہنیت بھی رکھا گیا جس میں حیدر آباد کی مشہور شخصیات نے شرکت کی اور دار العلوم علیمیہ کی تعلیمی و تعمیری سرگرمیوں کے تعلق سے مولانا علیمی کی خدمات کو سراہا۔ جس کی تفصیل ۲۳/ جون ۲۰۱۹ء کو حیدر آباد کے روزنامہ منصف، روزنامہ رہنمائے دکن اور روزنامہ اعتماد اور دیگر اخبارات میں مولانا معین الحق علیمی کی تصویر کے ساتھ میں شائع ہوئی۔

اس سال ہالینڈ کی دعوت تھی، اگر مرض کرونا (کووڈ ۱۹) کے باعث لاک ڈاؤن کا معاملہ درمیان میں حائل نہ ہو گیا ہوتا تو اب تک آمد و رفت کے کاغذات درست ہو گیے ہوتے مگر یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مرضی رب کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے۔ **آمین یارب العالمین**۔

مقالات

اداس ہیں ترے جانے سے وادیاں دل کی

حضرت علامہ **قمر الحسن قمرؔ بستوی** صاحب قبلہ

ہوسٹن، امریکہ

علیمی دربار ہوٹل مصطفیٰ بازار ممبئی کے کیشئر کاؤنٹر پر جلوہ فرما، وجیہ وشکیل، نفاست پسند ملنسار، خوش اخلاق اور سنجیدگی کے باوجود زیر لب تبسم ریزیاں، سفید جاموں میں ملبوس، عطر شاں کیفیت کے ساتھ بیٹھے جس شخص کو دیکھا جاتا، وہ مولانا معین الحق علیمی ہوتے، عالمانہ سج دھج کے ساتھ زمرۂ علما میں مثل شمع فروزاں نظر آتے، جب بھی جاتے کسی نہ کسی عالم کو ان سے محو کلام پاتے۔ عجب مقناطیسیت تھی، یوپی، بہار، گجرات اور دیگر صوبوں کے شناساں وغیر شناساں سبھی مولانا معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس ملنے جاتے اور ممبئی کی مشہور ضیافت ''چائے پانی'' کا آرڈر ہوجاتا۔ رات کو ۱۲؍ بجے تک یہ مناظر دیکھے جاتے، خاموش طبیعت تھے، مسائل میں الجھتے نہیں تھے، بس دین کا کام ان کا ہدف ہوتا، مسلکی ترجیحات کو زمین پر کیسے اتارا جائے اس کا ہدف جانتے تھے، بڑے علم دوست تھے۔ اہل سنت کی ساری تقریبات مصطفیٰ بازار میں انہیں کی سرپرستی میں انجام پاتیں، عید میلاد النبی ﷺ، عاشورۂ محرم الحرام، گیارہویں شریف، عرس امام احمد رضا علیہ الرحمہ، عرس مبلغ اسلام علیہ الرحمہ وغیرہ، اس کے لیے وہ جماعت کے چیدہ اور قدآور علما کو منتخب کرتے، انہوں نے اپنا ایک کیرئر بنایا تھا جس کو وہ پوری تن من دھن سے انجام دیتے، میں نے پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامیؔ علیہ الرحمہ جیسے اکابر علما کو وہاں تقریر کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہ میں اپنے دور کی بات کر رہا ہوں جن دنوں ممبئی میں قیام تھا۔ میرے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں اور بھی ترقی ہوئی، ممبئی کے علما میں ایک معیار قائم کر رکھا تھا انہوں نے، کوئی بھی بڑا پروگرام ہوتا ان کی شرکت ناگزیر ہوتی، دسمبر ۲۰۱۵ء میں سنی دعوت اسلامی کے سہ روزہ پروگرام میں بھی ان کی شرکت تھی، میری یہ ان سے یہ آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد سے فون پر علیک سلیک رہی مگر بالمشافہ شرف ملاقات میسر نہ ہوسکا، حالانکہ اس کے بعد میں دوبارہ وطن آ گیا لیکن وہ اس وقت ممبئی میں موجود تھے۔

مادر علمی جامعہ اشرفیہ میں وہ ہمارے ہم درس تھے، مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم بھی ہم درس ہیں ان کی اپنائیت کا بھی عجیب حال

تھا، ایک بار تو جب میں انڈیا گیا اور اپنے غریب خانہ پر تھا تو وہ خود ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب کے ساتھ میرے غریب خانہ ملنے آئے ،ایک سفر میں زبردستی دارالعلوم علیمیہ میں بلا کر استقبالیہ بھی دیا، دینی خدمات کے حوالے سے ہر مخلص شخص سے ان کا اخلاق متعلق ہوتا ،فراغت کے بعد انہوں نے تدریسی فریضہ انجام نہیں دیا، اپنے کاروبار میں لگ گئے ،مگر شاید دینی اور علمی تصورات سے کبھی وہ خالی رہے ہوں، ممبئی میں جب قیام تھا تو ایک مرتبہ عاشورہ محرم الحرام کے پروگرام کے لیے فرمایا ''اس سال آپ کو ہمارے یہاں دس روزہ خطاب کرنا ہے'' میں نے ان کی خواہش کی تکمیل کی اور دس روزہ پروگرام کیا، انہوں نے اپنے علم کی کبھی نا قدری نہیں کی۔ اپنی صدارت کے زمانے میں انہوں نے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کو اوج ثریا تک پہونچا دیا۔ ان کی دو باتیں ایسی ہیں جو آب زر سے لکھی جائیں گی، ایک تو انہوں نے جامعہ علیمیہ کے ناظم تعلیمات کے لئے ڈاکٹر غلام یحیٰ کا انتخاب کیا۔ مولانا انجم نے چونکہ دینی مدارس اور عصری اداروں سے بھی تعلیم پائی ہے اس لیے وہ تعلیمی شعبے کو فروغ دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم علیمیہ کو اپنے اعتبار سے چلانا شروع کیا جس سے تعلیمی نظام میں خاطر خواہ فائدہ ہوا، اگرچہ مغربی ممالک کے طرز تعلیم کے مقابل میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے مگر ایک دیدہ ور کی رہبری نے ادارے کو تعلیمی میدان میں بہت اوپر اٹھا دیا۔ دوسری بات یہ کہ اچھے مدرسین کا انتخاب کیا، اور کسی ادارے کو کامیاب بنانے میں یہ دونوں چیزیں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں، باہری ممالک سے معادلہ بھی کرایا، عراق سے صدام یونیورسٹی اور مصر سے جامع ازہر میں، پھر تعلیمی سرپرستی کے لیے اپنے استاذ شیخ التفسیر حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ کے لیے وہ ہمیشہ فکرمند رہتے، جب کبھی ہندوستان جانا ہوا اور ان سے ملاقات ہوئی تو وہ بلا کم و کاست ادارے کا ذکر خیر کرتے۔ جیسے علیمیہ ان کی روح کی گہرائیوں میں اترا ہوا ہو۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کے معتمد خاص تھے۔ جن دنوں ممبئی میں تھا لیبیا سے واپسی کے بعد، ایک بار قائد اہل سنت انڈیا تشریف لائے ،جمدا شاہی سے واپسی پر ممبئی میں قیام تھا، مولانا معین صاحب نے ائمہ مساجد کو بلایا میں بھی حاضر ہوا، لیبیا کے تأثرات معلوم کرنے کے لیے۔ حضرت نے مہدی داڑھی میں لگا رکھی تھی اور مولانا معین صاحب ایک خانہ زاد غلام کی طرح آگے پیچھے دوڑ رہے تھے اس سے محسوس ہوا کہ قائد اہل سنت ان کو کتنا نوازتے تھے۔

دارالعلوم علیمیہ کو نہ صرف علمی میدان میں خود کفیل کیا بلکہ عمارات میں بھی بڑی خوش آئند پیش رفت ہوئی کہ دیکھتے دیکھتے عمارتوں کا ایک شہر بسا دیا۔ ایک بار علیمیہ میں حاضر ہوا تو مولانا نے خود جگہ جگہ لے جا کر دکھایا۔ لائبریری دیکھ کر مجھے بے حد مسرت

ہوئی کہ طلبہ کو خارجی امور کی معلومات کے لئے دیکھا کہ اردو، عربی اور انگریزی کے اخبارات میز پر رکھے ہوئے ملے۔ پوچھنے پر بتایا کہ طلبہ کو اس کی ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ معلومات عامہ کے لیے اخبارات ورسائل کا مطالعہ کریں، اس لیے ان کے لیے یہ بندوبست کیا گیا ہے، یہ ایک مثبت فکر تھی جو عالمی تناظر میں دین کے ایک طالب علم کے فکری ارتقا کے لیے موزوں بلکہ مفید تر تھی۔ انہوں نے ادارے کو ہر نہج پر پروان چڑھایا۔ علمی، تعمیری، اقتصادی، اور تشہیر میں بھی۔ ان کی خواہش تھی کہ ایک منفرد ادارہ کی شکل میں علیمیہ کی امیج (Image) کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے، میرے نزدیک اپنے اس کردار میں وہ مکمل کامیاب رہے اور دنیا نے دیکھا کہ علیمیہ نے اتنی جلد کتنی حیرت انگیز ترقی کر ڈالی۔

واٹس ایپ پر ۲۲ مئی ۲۰۲۰ء ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ بروز سنیچر ایک دردانگیز خبر پڑھ کر سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی کہ مولانا معین الحق علیمی اب اس دار فانی میں نہیں رہے، چند روز قبل مولانا شفیق الرحمن عزیزی صاحب سے ہالینڈ میں گفتگو ہوئی تھی اور یہ عندیہ مل گیا تھا کہ حالت ٹھیک نہیں ہے اور ہوش میں بھی نہیں ہیں، دعائیں کی گئیں مگر اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ کے مصداق قضا وقدر کا فیصلہ ان کے حق میں بھی نازل ہوگیا۔ دعاے مغفرت کی گئی، نیک طینت، پاکیزہ اخلاق، دیندار، علم دوست، متواضع، معاملہ فہم اور کم گو تھے۔ ان کے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے کہ جو ممبئی سے لے کر جمدا شاہی تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ اپنی ذات میں درس کے باوجود انجمن تھے، میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک مخلص دوست سے میں محروم ہوگیا۔ اب ان کی یادیں ہیں اور تصورات میں بیتے لمحات، وہ کیا گئے انجمن کو بے رونق کر گئے، زمرۂ احباب میں ان کی ہر ادا کو برسوں یاد کیا جائے گا۔

وہ گیا سرگرمی محفل کو لے کر ساتھ میں
اس لئے سب لگ رہے ہیں جام و میخانہ اداس

اللہ تعالیٰ ان کے اعمال خیر کو قبول فرمائے، سیئات کو عفو ودرگزر فرمائے، دینی خدمات پر درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں ان کا مقام ہو، رب کریم ان سے راضی ہو اور رسول رحمت ﷺ کا صدقہ کرم برزخ میں ان کی یاوری فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور دار العلوم علیمیہ کو ان کا بدل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مقالات

معین العلماء ایک مثالی شخصیت

مفتی **عبدالمجید** صاحب قبلہ، اندھیری، ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ صیام بہت درد و کرب میں گزر رہا تھا، ہر جانب سے علما و فضلا، احباب و متعلقین، عزیز و اقارب کے وصال کی خبریں موصول ہورہی تھیں، ان خبروں کو سن سن کر سراپا غم بن چکا تھا، دل بیٹھ گیا تھا، نیندیں اڑ گئیں۔ رمضان المبارک کی ۲۹ ویں شب تھی، رات کو بہت دیر تک درود شریف کا ورد کرتا رہا، غنودگی طاری ہوئی، بستر پر لیٹ گیا۔ رات کے 01:30 بجے جب میں بیدار ہوا تو میرا بڑا بیٹا عزیزی فرحان رضا خان جیلانی سلمہ بڑی تیزی کے ساتھ اپنے بیڈروم سے میرے پاس آیا اور بولا ''پاپا رات ساڑھے ۱۲ بجے ایک بڑی دلخراش خبر موبائل پر موصول ہوئی ہے، اس وقت صدموں پر صدمے برداشت کرتے جارہے ہیں، اگر دل و دماغ قوت برداشت کا متحمل ہو تو میں بتاؤں، مگر وہ آپ کے لیے عظیم صدمے کا باعث ہوگی، میں نے چاہا کہ اسی وقت بتادوں مگر آنکھوں میں نیند کے بجائے اشکوں کے چشمے ابلتے ہیں اس لئے اس غم کو ابھی تک شیئر نہ کرسکا'' میں نے کہا میاں جلدی بتاؤ کیا کسی کا انتقال ہو گیا؟ کہا ہاں! حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی صاحب اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ تعجب سے پوچھا کیا؟ بتایا کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ سنتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ زلزلہ آ گیا ہو اور بلڈنگ تہ و بالا ہورہی ہو۔ ترجیع پڑھی، دعاے مغفرت کی، نماز تہجد کے بعد قرآن کریم کی تلاوت و ایصال ثواب کا سلسلہ فجر کے بعد تک جاری رہا۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

سألتُ جبريل عن اصحاب العلم ،فقال :هم سُرج اُمّتك فى الدنيا والآخرة طوبىٰ لمن عرفهم والويل لمن انكرهم و ابغضهم ۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے اصحاب علم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ کی امت کے چراغ ہیں، بشارت ہو جنہوں نے انہیں پہچانا اور خرابی ہے جنہوں نے انہیں نہ پہچانا اور ان سے بغض رکھا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مآ مِن مؤمن يحزن بموتِ عالمٍ اِلّا كَتَبَ اللهُ لهٗ ثَوابَ اَلفِ عالمٍ و الفِ شهيدٍ ۔ جو کوئی مومن کسی عالم

کی موت سے غمگین ورنجیدہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ایک ہزار عالم اور ہزار شہید کا ثواب لکھتا ہے۔

نیز فرمایا:

موت العالِم موتُ العالَم   عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔

حضرت مولانا موصوف کی وفات پر غم بتقاضائے فطرت ہے، جانے والے نہ جانے روزانہ کتنے اس دنیا سے جاتے ہیں، مگر کچھ ایسے اللہ کے نیک صالح داعی بندے ہوتے ہیں جن سے ایک جہاں وابستہ ہوتا ہے۔ جب وہ جاتے ہیں تو ان کے ساتھ ایک جہاں چلا جاتا ہے۔

موصوف کی وفات کی خبر ذہن نے قبول کیا، کیوں کہ رمضان المبارک میں کئی بار مختلف اوقات میں فون کیا مگر کوئی رابطہ نہ ہوسکا، نقاہت کافی حد تک بڑھ چکی تھی۔ کچھ دنوں پہلے موبائل پر ایک گھنٹے سے زائد گفتگو ہوتی رہی، شوگر کی وجہ سے کمزوری کا اظہار کرتے رہے، بتانے لگے کہ "ابھی کچھ دنوں پہلے دلی گیا تھا، واپسی پر جب دلی ایئر پورٹ پر ہوائی جہاز میں بیٹھا تو میں بیہوش ہوگیا، ممبئی مصطفیٰ بازار میرے گھر پہونچایا گیا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو ہاسپٹل میں پایا، تب سے مرض کے ساتھ کمزوری نے اور شدت اختیار کرلی ہے" آخر وہ وقت بھی آگیا جس سے کسی مخلوق کو رستگاری نہیں، کیا معلوم تھا کہ یہ آخری گفتگو ہے، اب اس کے بعد شرف کلام حاصل نہ ہوسکے گا۔

حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی جدائی کا مجھے بے پناہ صدمہ ہے اور میری جگہ جو بھی ہوتا اس کو یہ ہونا ہی چاہیے، اس لیے کہ ان کے احسانات کی ایک طویل داستان مجھ سے متعلق ہے۔ میری ابتدائی تعلیم گاؤں کے قریب دیوبندی ادارے میں ہوئی، دیوبندی مولوی کو معلوم تھا کہ اس بچے کے گھر والے اسے پڑھانا چاہتے ہیں اور عنقریب اسے کسی سنی ادارہ میں داخل کریں گے، فوراً ان لوگوں نے ضلع بستی کے ایک بڑے ادارے میں لے جاکر داخلہ کرادیا، ایک ماہ بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ آپ کے والد ماجد مجاہد اہل سنت الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کو معلوم ہوا تو فوراً مجھے وطن سے ممبئی بلوایا۔ سنی محمدیہ ممبئی کے قیام کے روز اول سے آپ کا اس ادارہ میں بڑا زبردست تعاون رہا۔ حضور اشرف العلماء علامہ سید حامد اشرف صاحب بانی دارالعلوم محمدیہ سے گفتگو کر کے درمیان سال میرا داخلہ کرایا۔ یہ ۷۱، ۱۹۷۰ء کی بات ہے، اس وقت سے لے کر تاحیات ایسی باہمی محبت اخوت اور مزاج میں ہم آہنگی رہی کہ اس خوشبو اور حلاوت میں کبھی بو اور ترشی نہ آنے پائی۔

دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں حفظ کیا، حضرت ممدوح نے اعدادیہ سے ثالثہ تک پڑھا۔ اس کے بعد وہ ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور تشریف لے گئے، میرا حفظ جب ختم ہوگیا۔ تو محمدیہ ہی میں اعدادیہ کی کتابیں پڑھنے کے بعد ۱۹۷۵ء میں الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور مجھے بھی لے گئے، جماعت اولیٰ میں میرا داخلہ کرایا اور اپنے ساتھ ایک کمرہ میں رکھا۔(یہ مولانا موصوف کا میرے اوپر بہت بڑا اکرم تھا کیوں کہ بھیڑ بھاڑ نہ مجھے کل پسند تھی نہ آج، اس لیے آج تک میں کسی عرس کی تقریب میں نہ حاضر ہوسکا) سارے طلبہ کی طرح ہم دونوں بھی ناشتہ اپنے ہاتھ سے بنانے، پکانے میں بلکہ اس کے سارے لوازمات میں برابر شریک رہتے، وہ سبزی وسالن بہت عمدہ بناتے، اور میں روٹی بناتا۔ کبھی کبھی فرصت ہوتی تو اس میں بھی شریک ہوجاتے، یہ تعلّی اور تفوق کبھی ان کے گردنہ آسکا کہ میں ان کا محسن، رئیس زادہ، منتہی طالب علم، اور یہ مبتدی طالب علم، میری بدولت ان کو قصبہ میں آرام دہ دوآدمیوں کا رہائشی کمرہ مل گیا ہے تو ان کو جیسے چاہوں استعمال کروں، وہ میرے اوپر رحم کرتے میں ان کی توقیر کرتا۔

حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من لم یرحم صغیرنا و لم یؤقر کبیرنا فلیس منا: جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور جو ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔ اگر لوگ اس حدیث پر عمل کرلیں تو ساری دنیا امن وامان کا گہوارہ بن جائے، جس سال میری جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فراغت ہوئی اس سال آپ عرس حضور حافظ ملت میں تشریف لے گئے اور میری حوصلہ افزائی فرمائی، چوں کہ میں بھی ان کی دستار کے موقع پر ساتھ ساتھ رہا یہ اضافی موانست ہر موڑ پر برقرار رہی۔

۱۹۸۳ء میں فراغت کے بعد جب میں ممبئی میں آیا تو مجھے دینی خدمات کے لیے جگہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی، برادر بزرگ نے امامت وخلافت اور تدریس کے لئے مسجد و دارالعلوم کا انتخاب خود فرمایا، بلکہ مجھے اپنے ساتھ لے جاکر درسگاہ میں بٹھایا، نیز فرمایا کہ اگر آ پ چاہیں تو آپ کے لئے دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بھی منتظر ہے۔ عروس البلاد کے آنچل کی ہوا جس کو لگ جاتی ہے اس کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔

حضرت مولانا علیمی علیہ الرحمہ وہ سعید وخوش نصیب ہیں کہ قدم قدم پر کامیابیاں آپ کے دامن جدو جہد سے وابستہ رہیں، اور آپ جماعتی سطح پر نمایاں کام انجام دیتے چلے گئے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، کامیابیوں کے چند اسباب ہیں۔

(۱) استقلال اور جدو جہد۔

(۲) اخلاص اور والد ماجد کے عزائم کی تکمیل۔

(۳) اساتذۂ کرام اور صالحین کی دعائیں۔

(۴) علمی واشاعتی خدمات کا جذبۂ صادق وغیر ذالک۔

مولانا موصوف کی فراغت کے بعد محدث جلیل حضرت علامہ عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث الجامعۃ

الاشرفیہ مجھ سے فرمانے لگے: ''حافظ صاحب! مولانا معین الحق جامعہ کے سارے طلبہ میں سیرت وصورت، کردار وگفتار، ادب واخلاق اور علمی جہت سے بھی ممتاز رہے'' عام طور پر رئیسوں کے لڑکے پڑھتے کم ہیں خرچ زیادہ کرتے ہیں، اور پیروں کے لڑکے الامان و الحفیظ! نہ پڑھتے ہیں نہ پڑھنے دیتے ہیں۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

طالب علمی کے زمانے میں کسی حد تک ٹھونکے پیٹے ٹھیک رہتے ہیں، مگر دارالعلوم کی چہار دیواری سے باہر گئے تو بس خدا ہی خیر کرے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ بدھو قوم جبہ قبہ دیکھ کر ہاتھ پاؤں چومتی ہے اور ہتھیلی میں بغیر کچھ رکھے مصافحہ نہیں کرتی ہے نہ کہ علم وتقویٰ کی بنا پر آتی ہے، مگر ان میں بعض ہیرے بھی نکل آتے ہیں، مولانا علیمی موصوف ہر معاملہ میں نہایت محتاط تھے۔ اشرفیہ میں اساتذہ و طلبہ نے کبھی ان پر انگشت نمائی نہیں کی، سب انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔

میں نے وہ دور بھی دیکھا ہے کہ جب حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے تیس ایکڑ زمین پر علم وفن کا شہر آباد کرنے کے لئے، الجامعۃ الاشرفیہ (عربی یونیورسٹی) کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت چندے کے لیے علمائے اشرفیہ کا وفد حافظ ملت کی قیادت میں ممبئی آیا، جناب الحاج شمس الحق علیمی کا مکان وفد اشرفیہ کا مہمان خانہ بنا، اور آپ کے گھر کا بچہ بچہ ان نورانی وروحانی وفد کا میزبان تھا، اس پر بس نہیں بلکہ الحاج علیمی مرحوم صاحب نے اپنے بس سے کہیں زیادہ دو کمرہ بنوانے کے لیے رقم بھی دی۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔**

علیمی صاحب مرحوم دارالعلوم علیمیہ کے روح رواں کے ساتھ تاحیات الجامعۃ الاشرفیہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے، اور نہ جانے کتنے اداروں کے رکن تھے، اوران کی امداد بھی کرتے رہے ان سب کے باوجود مولانا علیمی صاحب کے اندر انانیت، نخوت، تکبر اور پدرم سلطان بود کا شائبہ نہ پایا جاتا تھا۔

حضرت ممدوح علیہ الرحمہ تضییع اوقات لایعنی باتوں سے سخت گریز کرتے، آپ کے اوقات، مطالعہ کتب میں گزرتے، ایک بار مجھے درسگاہ میں ''شرح تہذیب'' سمجھ میں نہیں آئی، عشا بعد میں نے کہا کہ: یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آرہی ہے، ذرا اسے سمجھا دیجئے، فرمایا ٹھیک ہے سمجھا دوں گا، رات کو اپنی درسی کتابوں کے مطالعہ سے فرصت نہ ملی تو فجر بعد ناشتہ پکاتے اور سمجھاتے جارہے ہیں۔

آپ کا نام اپنی جماعت میں اول نمبر پر ہوتا، اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ کے صف اول کے ممتاز طلبہ میں تو تھے ہی، الٰہ آباد بورڈ میں فاضل ادب میں فرسٹ ڈویزن پاس کیا۔ جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ جامعہ ازہر مصر جانے کی تیاری کررہے تھے، مشیت الٰہی آپ کے والد ماجد کا اچانک انتقال ہوگیا۔ کاروباری اور گھریلو ذمہ داریاں آپ کے سر آگئیں، جس کی وجہ سے جامعہ ازہر

مصر کا سفر نہ کر سکے، مگر وہ ادبی ذوق بہر حال باقی رہا۔

فراغت کے بعد شوال المکرم میں حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے ایک موقع پر فرمایا ”مولانا معین الحق علیمی صاحب ایک باصلاحیت عالم ہیں، کاروبار کے ساتھ اگر معمولی توجہ مطالعہ کی طرف کر دیں تو دار العلوم محمدیہ کے شیخ الحدیث ہو سکتے ہیں“۔

دار العلوم علیمیہ کے عروج و ارتقاء کا سنہرا دور: جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ مولانا معین الحق علیمی جامعہ ازہر مصر جانے کی تیاریوں میں تھے کہ آپ کے والد ماجد مرحوم ایک حادثہ میں فوت ہو گئے۔ کاروباری اور عائلی ڈھیروں ذمہ داریوں کے ساتھ دار العلوم علیمیہ کی ذمہ داری جمدا شاہی کے سربر آوردہ لوگوں نے آپ کے کندھوں پر ڈال دی، ہمت مرداں مدد خدا، آپ نے دار العلوم کی صدارت کی اہم ذمہ داری بھی قبول کر لی، کوئی آسان کام نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی ہمت اور توانائی اور اس قدر مقناطیسیت اور تسخیری صلاحیت عطا فرمائی کہ دیکھتے دیکھتے دار العلوم اوج ثریا کی بلندیوں پر پہنچ گیا، برصغیر کے علمائے کرام داد و تحسین اور دعاؤں سے نوازتے رہے، اور عش عش کرتے رہے، خالق کائنات نے دار العلوم علیمیہ کو عروج و ارتقا کو آپ کی ذات سے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت اپنی قدرت کاملہ سے جس سے بھی چاہے لے لے۔

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کی ترقی کا باطنی حال اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول مقبول ﷺ بہتر جانتے ہیں، مگر ظاہراً حضرت مولانا موصوف کے اوصاف جمیلہ، خصائل حمیدہ، علم و ادب، فکر و فن، اخلاق و اخلاص اور استقامت و استقلال کے ساتھ الجامعۃ الاشرفیہ کے سابق استاذ شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان صاحب عزیزی علیہ الرحمہ والرضوان کی سرپرستی، اور آپ کے رفیق درس مولانا ڈاکٹر پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبہ دینیات جامعہ ہمدرد دلی، میرے رفیق درس حضرت علامہ فروغ احمد صاحب سابق صدر المدرسین ادارہ ھذا کی معیت و رفاقت نے آپ کے ادارہ کو ہر طرح کی وٹامن پہنچائی جس سے دار العلوم علیمیہ پھولتا پھلتا اور بڑھتا چلا گیا۔

دار العلوم علیمیہ میں سیدی استاذی حضرت علامہ عبد اللہ خاں صاحب عزیزی علیہ الرحمہ کے اکثر تلامذہ ہی مدرس تھے۔ درس کے اوقات میں صرف درس، اس کے علاوہ مطالعے کے اوقات میں درسی کتابوں کے مطالعہ کی طرف ترغیب و تاکید کی، اساتذۂ کرام نے اپنے ذی وقار استاذ کے احکام و نصائح کو بصد احترام قبول کیا، جس سے وہاں کے تعلیمی معیار کو چار چاند لگ گیا، پھر کیا ہوا؟ نیپال، بنگال، یوپی، بہار، اور ہند کے چہار سو سے طالبان علوم نبویہ کے قافلوں کا سیلاب امڈ آیا، علمی حلقوں میں اشرفیہ کے بعد علیمیہ کی آواز سنائی دینے لگی۔

پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی دینی مدارس اور جامعات کے ماہر تعلیمات پروفیسر اور استاذ ہیں۔ یقیناً ان دوانواع کے مجمع البحرین ہیں۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس نئی پود کو کون سی اور کس طرح کی غذا فراہم کی جائے تو یہ صحت منداور صالح افراد بن کر تیار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر انجم صاحب کو ایک ماہر تعلیمات ہونے کے ناطے حضرت مولانا علیمی صاحب نے آپ کو ناظم تعلیمات کی حیثیت سے ادارہ سے منسلک کیا۔ انجم صاحب نے اپنے منصب کے اعتبار سے دارالعلوم علیمیہ کو ہندو بیرون ہند کئی یونیورسٹیوں سے معادلات کی شکل میں جوڑا۔ اس حیثیت سے اہل سنت و جماعت کی تاریخ کے اوراق میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ہندوستان کا ایک منفرد ادارہ بن گیا، یہ سہرا مولانا معین الحق علیمی اور پروفیسر انجم صاحب کے سر جاتا ہے۔

قائد اہل سنت شہزادۂ حضور مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی اور مولانا معین الحق علیمی علیہم الرحمہ کی انتھک کاوشوں کے نتیجے میں دارالعلوم علیمیہ کے فارغ شدگان طلبہ بغداد یونیورسٹی میں پہونچے۔ کچھ ہی دنوں بعد وہاں کے حالات خراب ہو گئے، تو میں نے خود دیکھا کہ آخر الذکر دونوں بزرگ ان طلبہ کے اخراجات کا انتظام ممبئی سے کرتے تھے۔ اور جب وہ طلبہ وہاں سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آئے تو اپنے ادارے میں بحیثیت استاذ ان کا انتخاب فرمایا، جملہ علوم وفنون کے ساتھ دارالعلوم علیمیہ میں عربی ادب وتحریری ذوق خوب پروان چڑھا **اللھم زِد فزِد۔**

حضرت علامہ فروغ احمد مصباحی میرے درسگاہی بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر علمی وتحریری لیاقت کے ساتھ بہت ساری صلاحیتیں اور خوبیاں عطا فرمائی، نہایت منکسر المزاج انسان ہیں، طالب علمی کے دور سے میرے گہرے دوست ہیں، کام اور صرف کام ان کی زندگی کا شیوہ ہے، حضرت علامہ عبداللہ خاں صاحب عزیزی علیہ الرحمہ کی عدم موجودگی اور وفات کے بعد بڑی سنجیدگی سے اساتذہ وطلبہ کا کاروانِ علم منزل تک پہونچایا۔ یہ انتخاب حضرت مولانا معین الحق علیہ الرحمہ کا تھا۔

ان علیمی والد اور وَلد کے ساتھ جمدا شاہی کے سرمایہ داروں اور ارکان کا بھی بھرپور ساتھ رہا، جن کی وجہ سے انہیں بہت تقویت ملتی گئی، مگر ان علیمی دیوانوں کا حال یہ تھا کہ سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، اٹھتے، بیٹھتے ہر وقت ان کی زبان اور قلب ودماغ میں جو خیالات گردش کرتے رہتے وہ علیمیہ، علیمیہ! یہ جانثار ہر وقت اپنے پیر ومرشد مبلغ اسلام قدس سرہ کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلانے کے لیے کوشاں رہتے۔

علیمی ایثار و قربانیاں: جناب الحاج شمس الحق علیمی اور حضرت مولانا معین الحق علیمی نے اپنی زندگی علوم دینیہ کی اشاعت اور علیمیہ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اہلیان جمدا شاہی بخوبی واقف ہوں گے کہ باپ بیٹے نے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا ہے، اب ایسا کوئی نظر نہیں آتا ہے۔ گاؤں میں بدعقیدہ اور صحیح العقیدہ لوگوں میں کافی معرکہ آرائی بھی ہوئی، الحاج شمس الحق علیمی اور ان کے جانثار

رفقا نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور باطل کو پسپا کر کے رکھ دیا، اور قوم کے ایمان و عمل کے تحفظ کے لیے دار العلوم علیمیہ جیسا دین کا قلعہ تیار کیا، اور علما، فضلا، حفاظ اور قرا کی صورت میں ایک بڑی فوج تیار کی، یوں کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ باپ بیٹے نے اپنا تن من دھن سب دین کی راہ میں قربان کر دیا۔ اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے: " اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۔ (الکھف :۱۸، آیت :۴۶)

مال اور بیٹے یہ دنیا کا سنگار ہیں اور باقی رہنے والی اچھی باتیں، ان کا ثواب تمہارے رب کے یہاں بہتر اور امید میں سب سے بھلی۔

باقی رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھایا جائے جو جاری رہے۔ یا کوئی نیک رسم چلایا جائے، یا مسجد، یا کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے، یا اولاد کی تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے، اسی قسم کے عمل ہیں جن پر خدا کے یہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے۔ الحاج شمس الحق علیمی صاحب مرحوم کی یہ نیک نیتی ہے کہ انھوں نے اپنے دونوں فرزندوں کو فاضل اشرفیہ بنایا۔ اور صالح فرزندوں نے اپنے والد کی نیک روش کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کے انعام سے خوب نوازے۔

مجھے یاد ہے کہ ۲۰۰۵ء میں جب میں نے اپنے گاؤں ضلع سنت کبیر نگر میں بے سروسامانی کے عالم میں ''جامعہ رضویہ'' کی بنیاد ڈالی تھی تو حضرت مولانا معین الحق علیمی مرحوم صاحب کے پاس حاضر ہوا، اس احساس کے ساتھ تعاون کی اپیل کی کہ وہ جو اتنا عظیم ادارہ چلاتے ہیں، میرے ادارے کے کشکول میں کیا ڈالیں گے، مگر پھر سوچا کہ اپنے ہیں عرض کرنے میں کیا جاتا ہے۔ جو دے اس کا بھی بھلا ہو جو نہ دے اس کا بھی بھلا ہو، فرمایا کسی دن آیئے ان شاء اللہ آپ کی کوششوں میں ہم بھی شامل ہوں گے، مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مولانا مفتی شفیق الرحمن عزیزی بھی ہالینڈ سے آئے ہوئے بغل میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کی طرف متوجہ ہو کر صورت حال بیان کیا، انہوں نے بڑے پر جوش انداز میں وعدہ کیا کہ ہالینڈ پہنچ کر آپ کے ادارے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں گا اور میرے حق میں ایک نہایت خوبصورت جملہ استعمال کیا کہ: ماشاء اللہ آپ اس قدر جگر سوزی کر رہے ہیں، آپ کا تعاون ضرور کرنا چاہئے اس خوش کن جملے سے میرا سینا ۵۶ انچ کا ہو گیا۔

حسن ظن اور حسین تصورات کے ساتھ واپس ہوا، حسب وعدہ کچھ دنوں بعد برادر بزرگ حضرت مولانا معین الحق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، علیمی دربار ہوٹل میں ملاقات ہوئی، فوراً گھر جا کر ایک خطیر رقم لا کر مجھے دیا، خوشی سے میرا سینہ پھول کر گر گز ہو گیا۔ یقینا آپ فیاض ابن فیاض تھے، میرے مولیٰ تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں، اس صدقۂ جاریہ کے صدقے میں ان کی قبر میں بے حساب رحمتیں نازل فرما۔

ادارہ قائم ہوئے کئی برس ہو گئے، دومنزلہ شاندار عمارت مکمل تیار ہوگئی، پوری آن بان شان اور رنگ و رغن کے ساتھ کھڑی اپنے بہی خواہوں کو دعائیں دے رہی ہے، صدیق محترم حضرت علامہ مولانا شفیق الرحمن صاحب سے امید ہے کہ جب وہ ہالینڈ پہونچیں گے تو اپنے پہنچنے کی اطلاع فقیر غفرلہ المجید کو ضرور کریں گے، رہی بھول چوک تو۔"الانسان مرکب من الخطاء و النسیان"۔

دارالعلوم علیمیہ آپ کے والد گرامی نے قائم کیا، مگر اس میں توسیع وترقی آپ کے عہدۂ صدارت میں ہوئی۔ دارالعلوم علیمیہ نسواں، حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر شاندار علیمی لائبریری، اور دارالافتاء وغیرہ آپ کے دور صدارت میں قائم ہوا، کس کس کا نام گنایا جائے، جمدا شاہی جا کر کوئی اپنے ماتھے کی نگاہوں سے مشاہدہ کرے تو اندازہ ہوگا کہ مولانا علیمی علیہ الرحمہ کے دینی کاموں میں اللہ تعالیٰ نے کتنی برکت عطا فرمائی۔

عرصہ سے شوگر کے مریض تھے، اس عرض کا عریض بہتر جانتا ہے کہ اس کے لئے رمضان کے روزے کیسے گزرتے ہیں، آپ ماہ صیام میں روزے کی حالت میں کبھی تنہا اور کبھی اساتذۂ علیمیہ کے ساتھ مخیر حضرات کے یہاں جاتے، سخت گرمی میں اگر کوئی عصر ومغرب کے درمیان بلاتا چلے جاتے، آپ ایک رئیس، ورئیس زادے، اور جید عالم دین ہونے کے باوجود دارالعلوم علیمیہ کے لئے دامن پسارے رہتے۔ آپ نے اپنے ادارہ کا کوئی خاص محصل نہ رکھا تھا، اس لئے کہ ۴۰، ۵۰ فیصد تو انہیں کی جھولی میں چلا جاتا ہے ، لہذا بنفس نفیس اپنے ادارہ کے معاونین کے پاس جاتے، آپ ممبئی میں اتنے مشہور ومقبول تھے کہ ممبئی کے رؤسا اور صاحب اقتدار آپ کو دیکھ کر لپک کر مصافحہ کرتے، سفرا اور محصلین کی صف میں نہیں کھڑا ہونے دیتے بلکہ اپنا مہمان بناتے۔

آپ بہت خوش پوش تھے، اللہ تعالیٰ نے احسن تقویم پر پیدا فرمایا، شکیل وجیہ، گورا رنگ، سڈول جسم، اس پر جب کوئی لباس پہن لیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ واضع لباس نے یہ لباس آپ ہی کے لئے وضع کیا تھا، جب ہم دارالعلوم محمدیہ ممبئی میں پڑھنے جاتے تو وہ ہماری غیر شعوری اور نوعمری تھی، مگر میں نے بچپن سے بوڑھاپے تک دیکھا، برسوں خلوت وجلوت میں رہے، مگر کبھی بھی خلاف وضع کوئی لباس زیب تن نہ فرمایا، عالمانہ وضع قطع میں آپ اور ہی خوبصورت نظر آئے اُجلے لباس میں سنگ مرمر کا تراشیدہ مجسمہ معلوم ہوتے، کون ایسی نگاہ ہے جس کو یہ موہنی صورت نہ بھائے اور اس کو خوش آمدید نہ کہے، آپ عوام وخواص میں یکساں محبوب نظر تھے۔

ایک بار میں نے اپنے ادارے کی مالی تنگی کی شکایت کی، فرمانے لگے حافظ جی، مایوس نہ ہوں ایک دن وہ تھا جب ہم دارالعلوم علیمیہ کے لئے ہوٹل کے سامنے فٹ پاتھ پر رمضان کے مہینے میں آٹھ آٹھ آنے اور چار چار آنے کی کھجوریں بیچا کرتے تھے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ جمدا شاہی کا ایک رئیس زادہ آٹھ آٹھ آنے اور چار چار آنے کی کھجوریں بیچنے میں عار محسوس نہیں کرتا، اس لئے کہ وہ جو کر رہا تھا وہ دین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کر رہا تھا، اس سے یہ بھی پتا چلا کہ دین کی راہ میں چلنے والے سالار قافلہ کے سامنے بڑی

کٹھنائیاں اور خاردار وادیاں بھی آتی ہیں، جس سے گزرنا بڑا صبر آزما اور دشوار ہوتا ہے۔

القاب کے ساتھ ناانصافی: چند برسوں پہلے ہر کس و ناکس کو ''علامہ، مولانا'' لکھا جانے لگا تھا اس کے بعد ہرا یرو غیرو کو ''مفتی'' لکھا جانے لگا، اس کے بعد ہر شبراتی جمعراتی کو ''مفکر ملت'' بنادیا گیا، اور اب کورونا وائرس کی طرح ''اعظم'' نے جنم لے لیا ہے اور اب ''مجدد'' کی قطار باقی رہ گئی، خدا خیر کرے۔

ہندوستان کے ایک بہت بڑے اردو و عربی مترجم و مصنف، محقق و ادیب اور حقیقی مفکر نے ربع صدی قبل لکھا تھا کہ اگر اسی طرح القاب کا بے جا استعمال ہوتا رہا تو اس کے ساتھ زنا بالجبر ہوگا، استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ آج وہ دور ہم اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، اور فاسق و فاجر بدّھو، جمن خیرو، پیروں نے لفظ ''پیر طریقت، رہبر شریعت'' پر خوبصورت غلاف ڈال کر اس کا عرس کر ڈالا۔

مگر مولانا علیمی موصوف جن کے تبحر علمی کے قائل اور معترف ان کے اساتذۂ کرام بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب علیہ الرحمہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، محدث جلیل حضرت علامہ حافظ عبدالشکور صاحب شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ اور گروہ علما تھے۔ انہوں نے ایسے القاب وغیرہ اپنے لئے کبھی پسند نہیں کیا، ایک بار ایک خطیب نے دوران تقریر آپ کو ''معین ملت'' کہہ دیا آپ نے ناگواری کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریاکاری سے محفوظ فرمائے۔

اشاعتی خدمات: خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام، حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں کی تعداد ہندوستان میں معلوم نہیں جب کہ اسی سرزمین پر آنکھیں کھولیں، یہیں کے اسکول میں تعلیم حاصل کی، مدارس دینیہ اور اپنے خاندانی بزرگوں نیز مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی قدست اسرارھم سے علوم شریعت و طریقت سے مالا مال ہو کر ہندو بیرون ہند درجنوں ممالک کا تبلیغی و روحانی دورہ کیا، پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم آپ کی تبلیغ سے اسلام کی حقانیت سمجھ کر آپ کے دست اقدس پر توبہ کر کے مشرف با سلام ہوئے، لاکھوں کی تعداد میں مرید ہوئے، موریشس کے جھوٹے سے جزیرہ میں چالیس ہزار آپ کے مرید تھے، درجنوں اسکول و کالج، مساجد و مدارس، یتیم خانہ و بیوہ خانہ، مسلم تنظیمیں، اسلامی میگزینیں اور محبت سے رفاہی کام کئے۔ مگر کسی نے حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، تعمیری، تنظیمی اور رفاہی کارناموں پر وہ کام نہ کیا جو الحاج شمس الحق علیمی اور ان کے فرزند حضرت مولانا معین الحق علیمی نے کام انجام دیا، اور نہ اب تک دنیا کے کسی گوشے سے سنا گیا۔

حضرت موصوف علیہ الرحمہ نے اپنے عہد صدارت میں حضرت مولانا صادق رضا مصباحی اور مولانا کمال احمد علیمی نظامی، استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی ادارت میں ۹۱۲ صفحات پر مشتمل صوری و معنوی حیثیت سے خوب سے خوب تر نمبر نکالا۔ حضرت مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی وفات کے ۶۵ سال ہو چکے ہیں، اتنی مدت کے بعد اتنا وقیع اور شاندار نمبر نکالنا آپ کا اہم کارنامہ ہے۔ اس کے

بعد پروفیسر غلام یحیٰ انجم مصباحی کی کتاب جو خانوادۂ علیمیہ پر ہے، اسے منظر عام پر لائے۔ ماہنامے نکالے گئے، اور کئی ایسے اشاعتی کام دار العلوم علیمیہ کے پلیٹ فارم سے معرض وجود میں آئے اور نہ جانے کتنے ادارے آپ کے مرہون منت ہیں۔

مجالس محرم الحرام: آپ کے والد ماجد مرحوم جہاں بدعقیدوں کی فاسد ہوا ذرہ برابر محسوس کرتے وہاں طوفان آنے سے پہلے اس کے انسداد کی کوشش کرتے، مخالف جس بھیس اور جس انداز میں آتا اس پر اسی طریقے سے وار کر کے زیر کر دیتے، اسی کی ایک کڑی مصطفی بازار میں دس روزہ مجالس محرم الحرام ہے اور عاشورہ کو خطیب مشرق، پاسبان ملت، حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت و نظامت میں بعد ظہر اپنے پیر و مرشد مبلغ اسلام قدس سرہ کا تاریخی عرس مناتے جس میں چوٹی کے اکابر علما و شعرا اسٹیج پر رونق افروز ہوتے۔

لائق و فائق حساس عالم دین فرزند نے دس روزہ مجالس محرم الحرام کے ساتھ بارہ روزہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافل کا اضافہ کیا، اور کسی ذی علم بالغ النظر خطیب کو مدعو کرتے، اور اس کے اخراجات زیادہ تر اپنی جیب سے ادا کرتے، مرض کی شدت کے باوجود آپ کا حوصلہ اور دینی جذبہ اور جوان تھا۔ جس زمانے میں ہم دار العلوم محمدیہ میں پڑھتے تھے، حضرت موصوف نے محرم الحرام کی مجلس میں کسی مقرر سے ایک شعر سنا تھا۔ جب دار العلوم میں جاتے تو اسے بار بار پڑھتے۔ یہی شعر آپ کی زندگی کا تصور بنا میں نے دیکھا کہ کمزوری و نقاہت کے باوجود آپ کی زندگی زندہ دلی کا ثبوت دیتی رہی، اور آخر وقت تک اسی شعر کے سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھال کر زندہ دلی کا ثبوت پیش کرتے رہے۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

آج اس عالم سے جانے کے بعد دار العلوم علیمیہ رو رہا ہے، علیمی لائبریری رو رہی ہے، اہلیان جمدا و احباب رو رہے ہیں، اعزا و اقربا رو رہے ہیں، جن کے آپ مربی تھے وہ رو رہے ہیں، علیمیہ کی مسجد کے در و دیوار رو رہے ہیں۔

میری آنکھیں کبھی کبھی اشکبار ہو جاتی ہیں اور مجھ سے سوال کرتی ہیں، عبد المجید! تیرا ہم نوالہ ہم پیالہ تجھ سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا تھا اور تو اسے الوداع کہنے کے لیے اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا، زبان حال سے جواب دیا، تالا بندی نے معذور و مجبور کر دیا اس لیے قریب ہو کر دور ہو گیا۔

رب کریم ان کی قبر میں رحمت و انوار کے ساون بھادوں برسائے، منور معطر فرمائے، ان کی دینی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائے، ان کے بال بال کی مغفرت فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ **آمین بجاہ حبیبہ الکریم** ﷺ۔

مقالات

آہ! مولانا معین العلماء

حضرت علامہ ڈاکٹر **شکیل احمد اعظمی** صاحب
صدرالمدرسین جامعہ مدینۃ العربیہ دوست پور، سلطان پور

معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ کی مقناطیسی شخصیت بڑی خوبیوں کی حامل تھی، وہ ایک دردمند دل رکھتے تھے۔ ایک نبض شناس عالم دین تھے۔ تعمیری ذہن اور مثبت فکر رکھتے تھے۔ وجیہہ چہرہ، پرکشش قدوقامت، فاخرانہ لباس اور عالمانہ وقار کی وجہ سے نہ صرف بزم احباب بلکہ ارباب علم ودانش کی انجمن میں بھی نمایاں نظر آتے تھے، وہ خود دانشور، مفکر، مدبر، اور اعلیٰ تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے۔ وہ کم سخن اور کثیر العمل تھے۔ اپنے والد الحاج شمس الحق علیمی کے لگائے ہوئے شجر ثمر دار دارالعلوم علیمیہ (جمدا شاہی) سے انہیں عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ آپ کے دور صدارت میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی نے غیر معمولی شہرت حاصل کی، اس کے تعلیمی وتعمیری فروغ میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ قدرت نے اس ادارہ کی خدمت کے لیے آپ کو منتخب فرمالیا تھا ،صرف علیمیہ کے کاموں کے لیے سال میں کئی سفر ممبئی سے کرتے تھے۔ اور وطن پہنچتے ہی دارالعلوم علیمیہ کی ضروریات کی تکمیل میں لگ جاتے تھے۔ آپ کے دور ہی میں ادارہ آفاقی شہرتوں کا حامل ہو چکا تھا مگر آپ اسے بہت اونچا اور سربلند دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے اس کی خدمت کو آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا، علیمی لائبریری، مبلغ اسلام سیمینار و کانفرنس، مبلغ اسلام نمبر، یونیورسٹیز سے معادلے، القصر النورانی ہر جگہ آپ کو معین العلماء کے خلوص کی مہک محسوس ہوگی۔

معین العلماء انتہائی اخلاق مند، مخلص عالم دین تھے۔ بزرگوں کا ادب واحترام، اصاغرین پر شفقت، غریبوں پر حسن التفات، علما کی قدردانی اور طلبہ پر نظر کرم آپ کا طرۂ امتیاز تھا، اپنے اساتذہ کا بڑا احترام کرتے تھے، خصوصیت کے ساتھ بحرالعلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ اور شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ جب ممبئی پہنچتے تو آپ ان کے لیے فرش راہ بن جاتے، اور ان کی خدمات میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے، آپ اپنے اساتذہ کے سعادت مند شاگرد تھے، انہیں بزرگوں کی دعاؤں کے سائبان میں آپ اور آپ کا ادارہ ہمیشہ شاہ راہ ارتقا پر گامزن رہا۔

آپ کی گراں قدر شخصیت میں گوناگوں خوبیاں جلوہ گر تھیں۔ حضرت علامہ الحاج فروغ احمد اعظمی مدظلہ النورانی کی کتاب ''قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت'' پر آپ کا تأثر پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے، کہ آپ ایک ماہر قلم کار بھی تھے مگر کاروباری مشغولیات نے اس طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا۔

حضرت معین العلماء کے وصال کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

مقالات

معین العلماء: شخص و عکس

حضرت مولانا ڈاکٹر **غلام جابر شمس** پورنوی صاحب
جنرل سکریٹری: مرکز برکات رضا ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، میرا روڈ بمبئی

گوری گوری نگت۔۔۔۔ مائل بہ درازی، قدرے نکلتا قد۔۔۔۔ اجلی کشادہ پیشانی۔۔۔۔ جس پر لگے کہ کہکشاں کی رنگینی رقص کر رہی ہو۔۔۔۔ ذہانت کے آثار وانوار لیے عقابی سی چمک دار آنکھیں۔۔۔۔ اونچی، سیدھی ستواں سی ناک۔۔۔۔ پتلے، پتلے سرخ، سرخ تنی ہوئی کمان کی طرح ترشے ہوئے دونوں لب۔۔۔۔ انار کی رعنائی لیے رخسار۔۔۔۔ مہندی کی لالی سے سرسبز مشت بھر ڈاڑھی۔۔۔۔ چہرہ ایسا لگے کہ انڈے کی زردی۔۔۔۔ یا گلاب کی پنکھڑیوں کا غازہ وآمیزہ مل دیا گیا ہو۔۔۔۔ جناح کیپ زیب سر۔۔۔۔ کبھی پیرہن اور صدری اور کبھی شیروانی زیب تن۔۔۔۔ ایسا خوش لباس اور جامہ زیب کہ بھرے ہجوم میں بھی یکا وتنہا دکھائی دے۔

ایسا سراپا۔۔۔۔ ایسا پیکر، جس سے علم۔۔۔۔ اخلاق۔۔۔۔ حلم۔۔۔۔ مروت۔۔۔۔ خاک ساری۔۔۔۔ فروتنی۔۔۔۔ وضع داری۔۔۔۔ مذہبی تہذیب۔۔۔۔ مشرقی ثقافت۔۔۔۔ اور حسن نظم کے بھبوکے پھوٹ رہے ہوں۔۔۔۔ شرارے چھوٹ رہے ہوں۔۔۔۔ صبح کی سادگی پھیلی ہوئی ہو۔۔۔۔ شبنمی فوہار برس رہی ہو۔۔۔۔

ہاں! تو یہ کون تھا جس کی یہ چہرہ نویسی۔۔۔۔ پیکر تراشی کی جا رہی ہے؟ ہاں! جی تو سن لیں، مگر ذرا کان لگا کر اور آنکھیں کھول کر۔۔۔۔ یہ تھے نرم دم گفتگو۔۔۔۔ گرم دم جستجو۔۔۔۔ حضرت مولانا محمد معین الحق علیمی (سابق ناظم اعلیٰ: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی (یو۔ پی۔)

جمداشاہی،ضلع بستی (یو۔پی۔) کاایک گاؤں ہے۔جناب شمس الحق علیمی مرحوم،اسی گاؤں کے باشندہ تھے۔روزی روزگار کی تلاش میں بمبئی آئے اور پھر یہیں کے ہوکر رہ گئے۔رب کریم نے ایسا کرم فرمایا کہ دھنی منی ہوگئے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ممتاز خلیفہ مبلغ اسلام حضرت شاہ محمد عبدالعلیم قادری میرٹھی علیہ الرحمہ کے دامن علم وحکمت سے کیا وابستہ ہوئے کہ نصیبہ جاگ اٹھا۔اور دین وعلم دین کے خدمت گار بن بیٹھے۔اپنی بستی جمداشاہی میں مدرسۂ علیمیہ کی بنیاد ڈالی۔کل تلک جو بستی گم نام تھی،اس مدرسہ کے سبب نیک نام ومشہور آفاق ہوئی۔انھیں بامراد شخص جناب شمس الحق مرحوم کے سعادت مند فرزند تھے حضرت علامہ مولانا محمد معین الحق علیمی قادری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۹۹۰ء کی دہائی میں غلام جابر جب بمبئی آیا تو نام ورعلما کی صف میں ان کو بھی کھڑا پایا۔کئی ملاقاتین ہوئیں،مگر رسمی، رسمی سی۔۔۔۔ہلکی،ہلکی اور سرسری سی۔اپنی پی۔ایچ۔ڈی۔کے دوران بھی ان سے ملا تھا۔ماہ محرم کے عرس علیمی (مصطفی بازار) میں بھی ملاقات رہی۔آخری ملاقات امام احمد رضا سیمینار،پونہ میں ہوئی تھی۔جب کبھی ملتے،خندہ پیشانی اور خوش روئی سے ملتے۔میری تحقیقاتی مہم پر خوش ہوتے،چھپی ہوئی کتابیں دیکھتے تو دل کھول کر دعائیں دیتے۔

ایسی خوب رو،خوش خلق اور خوش فکر شخصیت کا اٹھ جانا نہ صرف خاندان کے لیے بلکہ اہل سنت کی ساری علمی برادری کا عظیم خسارہ ہے۔رب قدیر انھیں جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،ان کے اہل خانہ اور تمام متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے،آمین

بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

۱۳/جون ۲۰۲۰ء

مقالات

حضرت مولانا معین الحق علیمی : یادوں کے نقوش

مولانا **غلام مصطفیٰ رضوی** صاحب

نوری مشن، مالیگاؤں

جون اتوار کی صبح تھی۔ پونہ کی سرزمین پر ذکرِ رضا کی بزم سجی ہوئی تھی۔ ملک کے دانش کدوں کے اساتذہ، جامعات کے فضلا اور درس گاہوں کے اساتذہ و مہتمم موجود تھے۔ بزم کا عنوان تھا ''نیشنل سیمینار آن امام احمد رضا'' بات جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ہوتو نور کی چادرتن جاتی ہے۔ ماحول دل کش ہوجاتا ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت نے متاعِ عشقِ رسول ﷺ کی حفاظت کی۔ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے ایثار کی مثال قائم کی۔ دل ونگاہ کو چمکا دیا۔ اسلاف کی خدمات کی یاد تازہ کردی۔

سیمینار کی پہلی نشست کا اختتام راقم کے مقالہ پر ہوا، جس کا موضوع ''فروغِ علم وتعلیم میں افکارِ رضا کی ضیاباریوں'' کے عنوان سے معنون تھا۔ بڑی سنجیدگی سے سُنا گیا۔ اس وقت حضرت مولانا معین الحق علیمی سامنے کی عام نشست پر تشریف فرما تھے۔ مقالہ سماعت کیا اور بڑی توجہ سے سنا۔

ظہرانے کا وقفہ ہوا۔ دسترخوان سج گیا۔ کئی سفیرانِ رضا بزم میں موجود تھے۔ راقم نے اسی موقع پر حضرت مولانا معین الحق علیمیؔ سے پہلی ملاقات کی۔ نعمتوں کے روبرو یہ ملاقات ہوئی۔ حضرت کم سخن اور خوش مزاج تھے۔ سادگی طبیعت کا خاصہ تھی۔ بعد از نماز وطعام سیمینار کی دوسری نشست آراستہ ہوئی۔ جس کی صدارت کے لیے حضرت مولانا معین الحق علیمیؔ کے نام کا اعلان ہوا۔ حضرت نے معذرت کی، لیکن منتظمین کے پیہم اصرار پر منصبِ صدارت کو زینت بخشی۔

بہرکیف! یہ شخصیت کا پہلا جلوہ تھا جو سیدی اعلیٰ حضرت کے حوالے سے منعقدہ ایک تقریب میں مشاہدہ ہوا۔ پھر ماہِ صیام کی بہاروں میں یہ روح فرسا خبر ملی کہ حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ہم نے نوری مشن کی طرف سے ایک بزم میں ایصالِ ثواب کیا۔ ان کی خدمات کا ذکر کیا۔

حضرت مولانا معین الحق علیمی کی شخصیت کئی جہتوں سے ممتاز ہے۔ وہ بہترین منتظم، قابل مہتمم تھے۔ علم دوست اور فروغِ علم دین کی راہ کے مسافر تھے۔ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی آبیاری میں آپ کا خونِ جگر شامل ہے۔ فروغِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مبلغ تھے۔ کیوں کہ دارالعلوم علیمیہ مشنِ رضا کا نمائندہ ہے۔ مبلغِ اسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی کے اسم گرامی سے منسوب ہے۔ جنھوں نے عالمی سطح پر اعلیٰ حضرت کے مشنِ عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو عام کی اور جہانِ سنیت مہک مہک اُٹھا۔ اسی کی اشاعت وتوسیع کے شجرِ علمی کا نام دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ہے۔ جس کے ایک باغباں تھے حضرت مولانا معین الحق علیمی ۔

اللہ تعالیٰ! حضرت مولانا معین الحق علیمی کی خدمات کو قبول فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ ان کی تحریک دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے علمی شجر کا سایہ دراز ہو، جس کے سائے میں محبت رسول ﷺ کے سیکڑوں کارواں فروکش ہوں اور چمن زارِ سنیت معطر ہو۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

(اعلیٰ حضرت)

۱۳؍شوال المکرم ۱۴۴۱ھ

مقالات

معین العلماء کچھ یادیں کچھ باتیں، یادوں کے نقوش

از: حضرت علامہ **فاروق احمد** نظامی علیمی
پرنسپل جامعہ علیمیہ نسواں جمدا شاہی، بستی

معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب علیہ الرحمہ سے سب سے پہلی ملاقات ۱۹۹۷ء میں ہوئی، اس وقت میں دارالعلوم علیمیہ میں جماعت ثالثہ کا طالب علم تھا، حضرت علامہ نفیس احمد مصباحی کے یہاں سے شرح تہذیب پڑھ کر اپنے رفیق درس ایک طالب علم کی عیادت کے لیے دارالعلوم کی پہلی بلڈنگ کی جانب بڑھ ہی رہا تھا، کہ اچانک طلبہ میں شور ہوا کہ ممبئی سے حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب آئے ہیں، ایک خوش جمال، وجیہ چہرہ نگاہوں کے سامنے تھا، جو طلبہ پر نہایت شفیق اور طبیعت نہایت شاہانہ، لباس فاخرہ میں جیسے کوئی شہزادہ معلوم ہو رہے تھے۔ بڑھ کر خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے ملاقات کی، طلبہ کی بھیڑ لگ گئی۔ ان سے خیریت پوچھتے اور کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ میں جلد ہی آپ لوگوں کی میٹنگ لیتا ہوں۔

حضرت مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ جب ممبئی سے جمدا شاہی تشریف لاتے تو حضرت مولانا امید علی صدیقی صاحب قبلہ کے کمرے میں قیام فرماتے، مطالعہ میں یکسوئی اور رفقائے درس کے شور وغل سے ہٹ کر پڑھنے کی خاطر راقم الحروف بھی اسی کمرے میں رہتا تھا، اس طرح وقتاً فوقتاً حضرت کی خدمت کا موقع ملتا رہا۔ دارالعلوم کے انتظام وانصرام، تعلیمی سرگرمیاں، طلبہ کی شکایتیں اور ان کا حل، اساتذہ وطلبہ کی الگ الگ میٹنگ، دارالعلوم کے دیگر معاملات حل کرنے کے بعد ہی ممبئی تشریف لے جاتے، از ثالثہ تا فضیلت تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد حضرت علامہ قمر عالم صاحب قبلہ اشرفی مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ علینا کے ایما پر، تعلیم وتعلم کی غرض سے رائے پور جانا ہوا، لیکن نا مساعد حالات کے پیش نظر واپس آنا پڑا، اساتذہ سے ملاقات کی غرض سے دارالعلوم آیا کہ استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات ہوئی، سارے حالات بتائے تو حضرت نے فرمایا کہ ممبئی سے مولانا معین الحق علیمی صاحب کا فون آیا تھا، کوئی امامت کی جگہ ہے، آپ ذہن میں تھے لیکن بروقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بات نہ بن پائی، ٹھیک ہے، آپ ابھی جہاں ہیں کام کیجئے، پھر حضرت سے بات کر کے بتاتا ہوں، گھر واپس آیا اور اسی دن بذریعہ فون حضرت معین العلماء معین الحق علیمی صاحب سے رابطہ کیا، تو حضرت نے فرمایا ''کہ فوراً آج ہی چلے آؤ اور گاڑی پر بیٹھ

جاؤ'' والدگرامی سے اجازت لے کر ممبئی کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ ممبئی پہونچنے پر صبح سویرے مصطفیٰ بازار کے علیمی دربار ہوٹل میں ملاقات ہوئی، ایک ہفتہ گزرا تھا کہ کرلا سے سیٹھ عبدالمجید صاحب کا فون آیا۔ کہ اپنے یہاں سے جو مولانا پڑھ کے آئے ہیں انہیں بھیجئے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت مولانا معراج الحق بغدادی حضرت کے پاس موجود تھے، ان سے معین العلماء نے فرمایا کہ مولانا کو کسی طرح کرلا پہونچا یئے، ممبئی میں نئے نئے ہیں، راستہ نہیں جانتے، کرلا روانہ کرنے سے پہلے بڑے شفقت بھرے انداز میں فرمایا کہ''مولانا! ممبئی کی امامت پانی کا بلبلہ ہوتی ہے''۔ پھر فرمایا کہ امامت کے لئے چند چیزوں کی پابندی نہایت ضروری ہے (۱) سنت مصلے پر پڑھنا تاکہ لوگ بدگمان نہ ہوں۔ (۲) دعا تعویذ کو پیشہ نہ بنانا۔ (۳) بغیر بلائے بلا ضرورت کسی کی دکان یا مکان پر نہ جانا۔ (۴) عالمانہ وقار اور شان کے ساتھ رہنا۔

یقیناً معین العلماء کے کلمات میں شفقت و اخلاص تھا جن سے مجھے بڑی تقویت ملی۔ اور ان کی بتائی ہوئی نصیحت آمیز باتوں پر عمل کر کے میں نے امامت کی دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزاری، یہ سب کچھ حضرت کی نگاہِ توجہ اور خصوصی نوازشات کا ثمرہ تھا۔

معین العلماء اور علیمی برادران پر نوازشات

یوں تو معین العلماء علیہ الرحمہ شروع ہی سے علما نواز تھے، لیکن اگر کوئی یہ کہتا کہ میں دارالعلوم علیمیہ سے فارغ ہوں، تو سنتے ہی چہرہ کھل جاتا، فوراً ہوٹل کے ملازمین کو حکم جاری کرتے ہوئے فرماتے کہ پانی لاؤ، چائے لاؤ، ضرورتیں پوچھتے، اگر کہیں جگہ نہیں لگی ہے تو تسلی دیتے اور فرماتے کہ جب تک جگہ نہیں مل جاتی ہے، آپ میرے ہوٹل میں چائے ناشتہ، دونوں ٹائم کا کھانا کھائیں، اور یہیں رہیں، ہر موڑ پر دارالعلوم کے علیمی برادران کو نیک مشورہ دیتے، انہیں آگے بڑھانے کی کوشش کرتے، حوصلہ افزائی فرماتے، ہمیشہ دارالعلوم کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے، دارالعلوم کے فارغین اور ان میں لائق فائق ذی استعداد، باصلاحیت طلبہ کی فہرست ان کی نگاہوں کے سامنے رہتی، ہندو بیرون ہند علیمی برادران کو خدمت دین متین کے لیے بھیجتے، ضروری ومفید مشوروں سے نوازتے، اپنی جیب خاص سے تعاون فرماتے، یہی وجہ ہے کہ آج چمن علیمیہ سے نکلے ہوئے ہزاروں پھول اپنی علمی خوشبوؤں سے مشام جاں کو معطر کئے ہوئے ہیں۔ اور اپنی خدمات سے قوم وملت کا نام روشن کر رہے ہیں، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک میں ہی نہیں بلکہ سب ان کے نیاز مند، وہ سب کے بہی خواہ، غم خواری، اور احساس ذمہ داری ودلدہی کی مجسم تصویر تھے۔

اکثر مہینے میں ۲/۳ بار کرلا سے مصطفی بازار بعد نماز عشا جانا ہوتا، جب بھی جانا ہوتا فرماتے کہ مولانا کھانا ساتھ میں تناول کیجئے گا، دارالعلوم کے حالات ومعاملات پر چرچا ہوتا، مجلس میں دوران گفتگو مبلغ اسلام وقائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی میاں علیہما الرحمہ کا تذکرہ ضرور کرتے، اور کوئی واقعہ ان کی حیات مقدسہ کا سنا کر جذباتی ہوجاتے اور آنکھیں نم ہوجاتیں، ان کی شفقتیں یاد آتی ہیں

تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں، سچ کہا ہے جگر مرادآبادی نے۔

جان کر من جملہ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

معین العلماء کے اکابرین اہل سنت سے خوش گوار تعلقات

معین العلماء نے الجامعۃ الاشرفیہ سے فراغت کے بعد عروس البلاد ممبئی میں مستقل سکونت اختیار کی، اور اپنے حسن اخلاق، لطف و کرم، شفقت و مروت، جود وسخا اور خاندانی شرافت کی بنیاد پر علماے اہل سنت ممبئی کے درمیان مقبول ہو گئے، علامہ سید کمیل اشرف میاں اشرفی الجیلانی، حضور اشرف العلما سید حامد اشرف صاحب اشرفی الجیلانی، علامہ عبدالرحیم صاحب قبلہ بانی دارالعلوم محبوب سبحانی کرلا، حضور سید معین میاں دامت برکاتہم العالیہ، علامہ مفتی محبوب علی صاحب اوران کے صاحبزادگان علامہ مقصود علی صاحب علیہم الرحمہ، و دیگر علماے اہل سنت علامہ عبدالجبار ماہر القادری صاحب، علامہ شاکر نوری صاحب بانی سنی دعوت اسلامی، علامہ مفتی محمود اختر صاحب و جملہ ائمہ کرام مساجد ممبئی سے گہرے تعلقات و روابط رہے، یہ تمام علما معین العلماء کو بے پناہ عزت دیتے، اپنے مشوروں میں شریک کرتے، جلسوں میں خصوصی دعوت دیتے، معین العلماء بھی ان کی عظمتوں پر قربان رہتے، اس کا اندازہ علیمی دربار ہوٹل کے سامنے منعقد سالانہ عرس علیمی میں اسٹیج پر موجود علماے کرام کے جم غفیر سے ہوتا ہے۔

معین العلماء اور سالانہ عرس علیمی

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سالانہ عرس علیمی کی بنیاد پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے حکم و ایما پر معین العلماء کے والد گرامی الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم اور ان کے رفقا نے ڈالی اور اپنی حیات میں عرس علیمی کو کامیاب بنانے کے لیے کوششیں کرتے رہے، والد گرامی کی رحلت کے بعد معین العلماء نے اس کی باگ ڈور سنبھال لی اور اپنی حیات میں اپنی قیادت میں اسے کامیاب بناتے رہے۔

یہ عرس ہر سال یوم عاشورہ کے موقع پر علیمی دربار ہوٹل کے سامنے مصطفیٰ بازار میں منعقد ہوتا ہے۔ اٹھاون سال سے مسلسل بلا ناغہ منعقد ہوتا ہے، کوئی ایسا سال نہیں گزرا ہے کہ عرس علیمی منعقد نہ ہوا ہو۔ لیکن اس سال لاک ڈاؤن اور کووڈ نائنٹین کے پیش نظر آن لائن یہ عرس منعقد کیا گیا۔ جس میں ہند و بیرون ہند سے علما و مشائخ نے شرکت کی۔ اور اپنے بیانات سے عوام اہل سنت کو محظوظ فرمایا۔ بہر حال یہ عرس عروس البلاد ممبئی کا ایک تاریخی عرس ہوتا ہے، بعد نماز ظہر عرس کا آغاز ہوتا ہے اور عصر تک جاری رہتا ہے، اور اس قدر مجمع ہوتا ہے کہ وکٹوریا روڈ بعد ظہر تا عصر بند کر دیا جاتا ہے، پوسٹر میں کسی کا نام نہیں ہوتا ہے، معین العلماء کے حسن اخلاق، اور علما سے قلبی

لگاؤ کی وجہ سے ایک دعوت پر ہزاروں علما اور خطبا کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

اس تاریخی عرس مبارک میں سرکار حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز بانی جامعہ اشرفیہ مبارکپور، قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، حضور سید العلما سید آل رسول مارہروی، حضور احسن العلما سید مصطفی حیدر حسن میاں مارہروی، مجاہد ملت علامہ شاہ حبیب الرحمٰن صاحب، پاسبان ملت علامہ مشتاق احمد نظامی صاحب، مفتی محمد شریف الحق صاحب، حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب، حضور خطیب البراہین علامہ شاہ صوفی محمد نظام الدین صاحب علیہم الرحمۃ و الرضوان ودیگرا کابرین اہل سنت نے شرکت فرما کر اہل سنن کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا ہے۔ یہ عرس اہلیان ممبئی پر سال بھر تک کافی گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے۔لوگ شرکت کے منتظر رہتے ہیں۔

اس عرس میں جہاں ایک طرف لوگ ہندوستان کے مشہور معروف علما وخطبا کے بیان سے مستفیض ہوتے ہیں۔وہیں پر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی سالانہ ترقیاتی رپورٹ اور کارکردگی عوام اہل سنت کے سامنے پیش کی جاتی ہے، علما کو پچھلے کئی سالوں سے ان کی خدمات جلیلہ پر ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے، شہزادۂ حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سرپرستی فرماتے ہیں، اوران کی دعا پر محفل کا اختتام ہوتا ہے۔

مصطفی بازار وگردونواح کے خوش عقیدہ مسلمانان اہل سنت، جماعت علیمیہ کے مستعد کارکنان، اور علاقے کے دردمند، خیر خواہان علیمیہ اپنی بے پناہ کوششوں سے اسے کامیاب بنانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے ہیں۔ان خدمات پر مصطفیٰ بازار کے لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

آئندہ عرس علیمی میں معین العلماء تو نہ رہیں گے، لیکن ان کی روحانی صدارت سے یقیناً عرس علیمی کامیابی کی منزلوں کو طے کرتا رہے گا اور مبلغ اسلام کے فیضان کو عام کرتا رہے گا۔

تاریخ وصال :۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۲/ مئی ۲۰۲۰ء رات قریب ۱۲:۳۰ پر ممبئی میں وصال ہوا۔رب تعالیٰ ان کی قبر کو انوار وتجلیات سے بھر دے اور علیمی چمن کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین!

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مقالات

معین العلماء: کچھ یادیں کچھ باتیں

از: معتمد معین العلماء، حضرت مولانا **عرفان احمد** علیمی صاحب

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی سے میری فراغت ہوئی بتاریخ ۱۴؍ستمبر بروز بدھ ۲۰۰۵ء میں،کسب معاش کے لیے عروس البلاد ممبئی کی طرف رخ کیا، کچھ دن قیام رہا لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں، بہت ہی کش مکش میں تھا،اس دوران جمدا شاہی کے رہنے والے ہمارے مخلص دوست جناب حبیب الرحمٰن صاحب جمداوی کا فون آیا، خیر خیریت پوچھنے لگے، آپ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ بھائی ابھی تک تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کروں، انہوں نے کہا میری بات آپ کے تعلق سے حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ علیمی صدر اعلیٰ دارالعلوم علیمیہ سے ہوئی ہے، حضرت اور لوگوں کی رائے یہ ہے کہ آپ ممبئی میں حضرت کے ساتھ رہ کر دارالعلوم علیمیہ کے لیے کام کریں، آپ جا کر حضرت سے ملاقات کر لیجئے۔ بہر حال میں مصطفی بازار علیمی دربار ہوٹل پہونچا، حضرت علیمی صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ کافی سالوں سے سوچ رہا تھا کہ کوئی مناسب آدمی مل جائے جو ممبئی میں رہ کر دارالعلوم علیمیہ کے لیے کام کر سکے، ادارے کے حوالے سے ہمارے بہت سارے منصوبے ہیں جو مالی کمی کے سبب پورے نہیں ہو پا رہے ہیں، قوم کے سرمایہ داروں کو دارالعلوم علیمیہ سے جوڑنا بہت ضروری ہے تاکہ ہمارا جو خواب ہے وہ شرمندۂ تعبیر ہو سکے، آپ کے بارے میں میں نے معلوم کیا ہے اس کام کو اچھے طریقے سے کر سکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ آپ دو چار دن کے بعد آجانا فرصت سے بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ بہر حال پھر میں تین دن کے بعد پہونچا اور حضرت نے ہدایات دیں کہ آپ کو یہ یہ کام کرنا ہے، آپ کے اپنے کے رہنے کے لیے ناریل واڑی قبرستان مدینہ مسجد کے ذمہ داران سے بات کر لیا ہے آپ وہاں قیام کریں اور کھانا علیمی دربار ہوٹل میں کھا لیا کریں، پھر حضرت جہاں بھی جاتے مجھ کو اپنے ساتھ لے کر جاتے اور میرا تعارف کراتے، شہر کے حالات کے بارے میں بتاتے، حضرت کی کرم فرمائی کی بنیاد پر چند مہینوں میں شہر کے بہت سارے علما اور ائمہ اور ذمہ داروں سے میری شناسائی ہوگئی، پھر اس کے بعد میں لوگوں کے بیچ دارالعلوم کا تعارف کرانے اور لوگوں کو دارالعلوم سے جوڑنے میں لگ گیا۔

میں نے ایک مرتبہ حضرت سے گزارش کی کہ شہر اور قرب و جوار کے علما، ائمہ اور ذمہ داران، خاص طور پر علیمی برادران کو مشن علیمیہ سے جوڑنے کے لیے اپنی ایک تنظیم کا ہونا بہت ضروری ہے، حضرت نے فرمایا آپ بلا تاخیر فوراً شہر کے علما، ائمہ، اور ذمہ داران کو بلا کر تنظیم کی بنیاد ڈالیں، چنانچہ پہلی میٹنگ مصطفی بازار محفل خواجہ ہند میں حضرت کی صدارت میں ۲۰۰۹ء میں رکھی گئی جس میں بڑی تعداد میں علما، ائمۂ مساجد اور ذمہ داران نے شرکت کی، پھر الحمد للہ "تنظیم علیمی مومنٹ" نے کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، حضرت کی سرپرستی میں یہ تنظیم خوب پھولی پھلی اور بہت ہی کم وقت میں شہر کی اہم تنظیموں میں علیمی مومنٹ کو شمار کیا جانے لگا، علما، مشائخ، ائمہ مساجد اور سیاسی وسماجی لوگوں کا حضرت کی وجہ سے بہت تعاون ملا۔

اپنے والد ماجد جناب سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب کی طرح آپ کو بھی دار العلوم علیمیہ سے بے پناہ لگاؤ تھا، ادارے کی تعمیر و ترقی کے لیے ہمیشہ جد وجہد میں لگے رہتے، آپ نے اپنی پوری زندگی دار العلوم کی ترقی کے لیے وقف کر رکھی تھی، زیادہ تر گفتگو میں نے آپ کو دار العلوم کے حوالے سے کرتے دیکھا، سچی بات تو یہ ہے کہ اپنے گھر اور کاروبار سے زیادہ دلچسپی آپ کو دار العلوم سے تھی۔

علما ومشائخ سے بے پناہ لگاؤ تھا، جب بھی کوئی آجاتا آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اُٹھتا، آنے والے مہمان کے لیے بچھ جاتے، مہمان نوازی اور خدمت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، جب شہر میں اکابرین اہل سنت میں سے کوئی آتا اور آپ کو معلوم ہو جاتا تو مجھ کو فون کر کے حضرت فرماتے فلاں صاحب آئے ہوئے ہیں، مولانا ملاقات کے لیے چلنا ہے، جب میں حضرت کو بتاتا کہ فلاں عالم صاحب سے میری ملاقات ہوئی تھی، میں نے ان کو مصطفیٰ بازار آنے کی دعوت دی ہے تو حضرت خوش ہو جاتے اور پہلے ہی سے آفس میں آکر بیٹھ جاتے اور آنے والے مہمان کا انتظار کرتے۔ مصطفی بازار کے اردگرد ائمہ مساجد، مؤذن حضرات اور خدام مساجد کے لیے حضرت کے حکم سے علیمی دربار ہوٹل کھلا رہتا۔ حضرت اپنے بچوں اور بھتیجوں کو بار بار تاکید فرماتے رہتے کہ اگر کوئی عالم یا حافظ صاحب ہوٹل میں آئیں تو ان سے پیسے مت لینا اگر کوئی غلطی سے لے لیتا اور حضرت کو معلوم پڑتا تو بہت ناراض ہوتے، اگر آپ سے کوئی حافظ قرآن یا عالم دین آکر کہتا کہ حضرت کھانے پینے کی تکلیف ہے تو فرماتے یہ آپ کا ہوٹل ہے یہاں آکر کھالیا کرو۔

میں نے دیکھا ہے کہ حضرت علیمی صاحب اپنے اساتذہ کی بے پناہ عزت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ تا حیات جب بھی ممبئی آتے آپ کے یہاں ہی قیام فرماتے، اگر آپ سے کسی نے اپنے یہاں ٹھہرنے کی گزارش کی تو آپ فرماتے میرا قیام علیمی صاحب کے یہاں ہی رہے گا، میں نے دیکھا ہے کہ حضرت شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ صاحب جب زندگی کے اخیر حصے میں بیمار پڑے تو سال بھر سے زیادہ حضرت کے یہاں ہی قیام تھا، علیمی صاحب

نے اپنے استاذ کے علاج معالجہ اور خدمت کرنے میں کوئی کسر نا اٹھا رکھی، جو ایک لڑکا اپنے باپ کے لئے کرسکتا ہے وہ سب کچھ آپ نے کیا، جاتے وقت حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ صاحب نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے فرمایا: مولانا معین! آپ نے میری بڑی خدمت کی ہے اگر میرا سگا لڑکا ہوتا وہ بھی اتنا نہیں کرتا جتنا آپ نے کیا ہے، آپ نے میری روح کو خوش کر دیا ہے۔ اسی طرح آپ کے استاذ حضرت علامہ یٰسں اختر مصباحی، مفتی شمیم اشرف ازہری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ افتخار احمد صاحب ساؤتھ افریقہ جب بھی یہ حضرات ممبئی آتے حضرت بے پناہ خدمت کرتے۔ دار العلوم علیمیہ کے اساتذہ اور طلبہ اور فارغین کا بڑا خیال فرماتے، اگر کوئی آجاتا تو بغیر کھلائے پلائے واپس نہیں کرتے، اگر آپ سے کوئی کام اساتذۂ علیمیہ یا فارغین علیمیہ کا ہوتا تو خصوصی دلچسپی لیتے تھے۔

اپنے ہم سبق ساتھیوں کا جتنا خیال علیمی صاحب رکھتے تھے میں نے اپنی زندگی میں کسی کو اتنا خیال کرتے نہیں دیکھا، اگر کوئی آجاتا تو شب وروز ایک کر دیتے تھے۔ حضرت مبلغ اسلام علیہ الرحمہ اور اپنے مرشد شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے، اگر کوئی آپ کے سامنے ان بزرگوں کا ذکر کرتا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔

دار العلوم علیمیہ کے حالات ناسازگار ہونے کی بنیاد پر مبلغ اسلام نمبر شائع ہونے میں مسلسل تاخیر ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا کسی اچھے لکھنے والے کا انتظام کرو یہ کام ہماری زندگی کا اہم حصہ ہے اسے پورا کرنا بہت ضروری ہے تو میں نے ایک باصلاحیت عالم دین حضرت مولانا صادق رضا مصباحی سے بات کی اور اس کام کو مکمل کرنے پر آمادہ کیا، ایک سال سے زائد عرصے تک حضرت کی نگرانی میں یہ کام ہوا اور الحمد للہ حضرت کی خصوصی کوشش سے یہ کام مکمل ہوا۔

آپ کو معین المشائخ حضرت سید معین الدین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ قادریہ کچھوچھہ مقدسہ سے بے پناہ محبت تھی، حضرت کے ہر کام میں شانہ بشانہ نظر آتے تھے، حضرت جب بھی آپ کو مذہبی، سماجی، رفاہی، سیاسی، میٹنگوں کی دعوت دیتے تو بیماری کے باوجود سب سے پہلے حاضر ہو جاتے، بہت کم ایسا دیکھا گیا ہے کہ حضرت کسی کام میں حاضر نہ رہے ہوں، اگر میں کہتا کہ حضرت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ مت جائیں تو کہتے حضرت نے فون کیا ہے، نہیں جاؤں گا تو کیا سوچیں گے جانا ضروری ہے، حضرت معین المشائخ بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، ہر کام میں آپ کو ضرور یاد فرماتے تھے، آپ سے محبت ہی کا نتیجہ تھا کہ لاک ڈاؤن ہونے کے باوجود نماز جنازہ پڑھائی اور دعا کرتے کرتے رو پڑے۔ میں نے پہلی بار حضرت کو کسی کے جنازے میں روتے ہوئے دیکھا، حضرت نے مجھ سے فرمایا علیمی صاحب کے جانے سے مجھے بے حد صدمہ پہونچا ہے، آج میں نے ایک معتمد سرپرست کو کھو دیا ہے۔ علیمی صاحب جیسا مخلص اور ملنسار انسان ملنا مشکل ہے۔ برے سے برے وقت میں بھی علیمی صاحب نے میرا

ساتھ نہیں چھوڑا، ہر کام میں شانہ بشانہ ہمارے ساتھ تھے۔

برسہا برس سے یوم عاشورہ کے موقع پر پیغام شہدائے کربلا اور عرس علیمی کا انعقاد ہوتا ہے، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اس عرس کی بنا پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ کے حکم و ایما پر حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ کے والد ماجد جناب سیٹھ شمس الحق علیمی صاحب مرحوم اور ان کے رفقا نے ڈالی، اور اس وقت سے لے کر آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ یہ محفل منعقد نہ ہوئی ہو۔

اس اجلاس میں وقت کے عظیم ترین علما، مشائخ، شعرا، خطبا اور ارباب سیاست وصحافت شرکت کرتے رہے ہیں، حضور مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وعقیدت میں یہ سارے حضرات حضرت علامہ معین الحق علیمی صاحب کی دعوت پر کھنچے چلے آتے تھے، سامعین حضرات کا جو سیلاب ہوتا ہے اس کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔

بقرعید کے بعد سے حضرت علیمی صاحب عرس کی تیاریوں میں لگ جاتے تھے، مجھ سے فرماتے مولانا عرس کا وقت قریب آرہا ہے آپ ابھی سے تیاری شروع کردیں، جب عرس کا وقت بالکل قریب آجاتا تو حضرت فرماتے: مولانا! باہر سے جو علما ممبئی آتے ہوں ان کے بارے میں معلومات حاصل کرلیا کریں تاکہ انہیں دعوت پیش کردی جائے، کوئی بھی باہر سے آنے والا چھوٹنا نہیں چاہئے، مقامی علما وائمہ مساجد، اور ذمہ داران کو بھی دعوت پیش کرتے اور فرمارتے مدارس کے لوگوں اور مساجد کے ٹرسٹیان سے بات کر کے اعلان کرادیں، بار بار مجھ سے پوچھتے کہ فلاں کو دعوت دی گئی یا نہیں؟ فلاں جگہ اعلان ہوا یا نہیں؟ جب میں کہتا کہ جی حضرت تقریباً سب کو دعوت دی جا چکی ہے تو آپ فرماتے کہ آپ دو تین دن بیٹھ کر سب کو فون بھی کر لیتے۔

۲۴/اپریل ۲۰۰۹ء بروز منگل کو میرا عقد مسنون ہوا، جب شادی کا وقت قریب آیا تو حضرت علیمی صاحب مجھ سے پوچھنے لگے مولانا شادی کے سارے انتظامات ہو گئے؟ میں نے عرض کیا حضرت تیاری چل رہی ہے، حضرت نے ایک دن بلا کر مجھ کو پچاس ہزار روپئے دیئے اور فرمایا مولانا اس رقم کو اپنے والد ماجد کو بھجوادیں اور بھی اگر ضرورت ہوگی تو ضرور بتانا، اچھے سے اپنی شادی کا اہتمام کرو۔ اور جب میں نے اپنی شادی میں حضرت کو شرکت کی گزارش کی تو آپ نے فرمایا میں ضرور شرکت کروں گا، حضرت نے اپنی پوری فیملی کے ساتھ اس ناچیز کی شادی میں شرکت فرمائی اور دعاؤں سے نوازا۔

مجھ کو ایک مرتبہ گھر سے فون آیا کہ والدہ کی طبیعت بہت خراب ہے، میں نے حضرت علیمی صاحب کو بتایا تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا آپ فوراً گھر چلے جائیں اگر وہاں کے علاج سے ناٹھیک ہوں تو انہیں ممبئی لے کر آجائیں جب میں علاج کے لیے ممبئی لے کر

آیا تو حضرت نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا، لیکن افسوس ان کی زندگی پوری ہو چکی تھی، چنانچہ ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ممبئی کے صابو صدیق ہاسپٹل میں صبح صادق کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئیں، مولانا علیمی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور ناریل واڑی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

یہ میری خوش بختی ہے کہ میرے کاموں سے حضرت بہت مطمئن رہتے تھے۔ حضرت نے میرے کاموں سے مطمئن ہو کر گورنمنٹ سروس کے لیے کوشش کی لیکن بدقسمتی سے کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ میرا دارالعلوم علیمیہ کے ایڈیڈ کے لسٹ میں نام نہ آسکا جس سے مجھ کو بے حد تکلیف ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ مولانا آپ فکر نہ کریں آپ میرے بیٹے جیسے ہیں، آپ ہمارے گھر کو اپنا گھر سمجھیں اس کے بعد سے لے کر تا حیات مجھ کو اپنے بیٹے جیسا سمجھتے اور خیال کرتے رہے۔

حضرت کے ساتھ جہاں بھی میں جاتا تو فرماتے یہ ہمارے بہت کام کے آدمی ہیں، انہوں نے ہمارا بہت ساتھ دیا، میں ان پر بہت اعتماد کرتا ہوں، یہ میرے بیٹے ہیں، اسی کرم فرمائی کی بنیاد پر شہر کے اکثر لوگ مجھ کو علیمی صاحب کا بیٹا ہی سمجھتے ہیں۔ سالوں سال ہو گئے مجھے علیمی صاحب کے یہاں رہتے ہوئے جو پیار و محبت علیمی صاحب اور آپ کے پریوار والوں سے ملا ہے اسے میں بیان نہیں کر سکتا، کبھی ایسا محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں اپنے پریوار میں نہیں ہوں۔ ہمیشہ علیمی صاحب اور آپ کے پریوار نے مجھ کو گھر کا ایک فرد سمجھا اللہ ہمارے حضرت کے پریوار والوں کو سلامت رکھے۔ آمین!

جب بھی کوئی معاملہ دارالعلوم علیمیہ کا ہوتا یا گھر سے جڑا ہوا ہوتا حضرت مجھ کو بلا کر فرماتے مولانا ایسا ایسا معاملہ ہے آپ کی کیا رائے ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا خوردہ نوازی ہو سکتی ہے۔ جب لاک ڈاؤن ہوا تو حضرت نے فرمایا مولانا آپ یہیں رہئے اور پیسے وغیرہ کی کوئی ضرورت ہو گی تو آ کر گھر سے لے لینا۔ باتیں بہت ہیں، کیا کیا لکھوں، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

مقالات

ایسے تھے ہمارے معین العلماء

مولانا **محمد تنویر رضا الأزھری** صاحب
دارالعلوم اشاعت الاسلام، پرتاول چوک مہراجگنج

آئی جوان کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

۲۹ / رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کا دن برادران علیمی بلکہ پوری دنیاے سنیت میں ایک یادگار کے طور پر قائم رہے گا۔اسی تاریخ کو شہزادۂ مبلغ اسلام قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید صادق ومعتمد خاص معین العلماء حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی نور اللہ مرقدہ کا سفر حیات مکمل ہوا۔اور آپ اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔یقیناً اس حادثہ فاجعہ کی الم ناک خبر جس جس نے سنی وہ مجسمہ حیرت بن کر رہ گیا، وہ وقت کتنا روح فرسا اور کس قدر صبر آزما تھا، یقین جانیں نوک قلم بیان سے عاجز ہے، دل صدمہ سے چور چور اور غم سے نڈھال ہوگیا، حواس مضمحل اور مختل ہو گئے۔کچھ دیر تو سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی، آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک پڑے، گزرے ہوئے لمحات تڑپانے لگے۔ذہن وفکر کو ہر طرف سے یادوں نے گھیر لیا، دل کو ساعتوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا مگر ''مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' موت تو اٹل ہے، ارشاد باری ہے:''اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ''۔

حضرت معین العلماء علیل ضرور تھے، لیکن اس نوبت کے آنے کی کسی کو توقع نہ تھی، اس طرح آپ کی اچانک رحلت سے پوری دنیاے سنیت ایک قدآور عالم دین اور بیدار مغز مفکر ومدبر سے محروم ہوگئی۔اس دور قحط الرجال میں آپ کی جدائی یقینا جماعت اہل سنت کے لیے عظیم خسارہ اور نا قابل تلافی نقصان ہے۔

کیا خبر تھی یہ اچانک حادثہ ہو جائے گا
اس زمیں کی گود میں اک آسماں سو جائے گا

بلاشبہ حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ گلستان علیمی کے گل سرسبد تھے، جن پر جماعت اہل سنت کو ناز تھا اور رہے گا، آپ ان نفوس قدسیہ میں شامل تھے جن کے نقوش فکر آنے والی قوموں کے لیے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں، قادر مطلق نے آپ کو علم وحکمت اور فکر وتدبر کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت وفروغ میں بسر فرماتے رہے، اور اخلاص وللّٰہیت سے وہ کارنامہ انجام

دیا جسے دیکھ کرعوام وخواص عش عش کر اٹھے، جماعت اہل سنت میں ایسی بلند قامت کچھ ہی شخصیات گزری ہیں جن کی مبارک زندگی اسلام و مسلمین کی خدمت میں صرف ہوئی ہے، آپ نے اسلامی تعلیمات کو جس عزم وحوصلے کے ساتھ عام کرنے کی سعی جمیل فرمائی وہ بے مثال ہے۔ مذہبی اخلاص اور اسلام وسنیت کا جذبۂ بیکراں لئے ہوئے وہ فلاحی اور تعمیری کارنامے انجام دیے جنہیں تاریخ میں زریں حرف سے لکھا جائے گا۔

حضرت معین العلماء کی شخصیت اپنی مثال آپ تھی، خالق کائنات نے آپ کو بے شمار ظاہری اور باطنی خوبیوں سے نوازا تھا، آئینے کی طرح چمکتا ہوا آپ کا گورا بدن تھا، پرکشش حسین وجمیل نورانی چہرہ، باوقار، دل آویز، متوسط جسم، دل پذیر خوبصورت آنکھیں، مثل گلاب سرخ تبسم ریز لب، مدھم اور شیریں آواز، دل فریب لب ولہجہ، اثر انگیز دلچسپ باتیں خود کم بولتے اور کوئی بولتا تو پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرماتے۔ بالکل سیدھے سادے اپنے کام سے کام رکھنے والے انسان تھے مگر آپ میں بلا کی مقناطیسیت، جاذبیت اور تسخیر تھی، اخلاق وکردار کے مہرتاباں اور اخلاص ووفا کے پیکر جمیل تھے، جو ایک بار ملاقات کر لیتا بار بار ملاقات کا جذبہ شوق رکھتا، لباس بڑا شاہانہ اور عمدہ زیب تن فرماتے، چلتے تو رفتار سے بھی شاہانہ کروفر ٹپکتا، جدھر سے گزرتے ہر کوئی ایک نظر کے لیے مشتاق رہتا، جس محفل میں بیٹھ جاتے میر مجلس اور رونق انجمن نظر آتے، ان کے گردو پیش ہمیشہ اہل علم ومحبت کا حلقہ نظر آتا۔

آپ نہایت خوش مزاج، ملنسار، خاکسار، علما نواز، اور علم پسند انسان تھے، حق گوئی، حق پسندی اور منکسر مزاجی کے پاسدار تھے، بزدلی وطوطا چشمی اور مفاد پرستی کا ان کے یہاں کوئی نام ونشان نہ تھا، مالداری، خودداری، ایمانی غیرت وحمیت اور تعمیری فکر کی پختگی انہیں اپنے آباواجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ آپ کی موروثی وضع داری، ملنساری، علما نوازی اور اخلاق کریمانہ سے یک جہان متأثر تھا، علمائے کرام ومشائخ عظام سے بڑے پرتپاک انداز میں ملاقات کرتے۔ اپنے والد محترم سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کی وفات کے بعد دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کے صدر اعلیٰ منتخب ہوئے۔ ایک عظیم ادارہ میں عہدۂ صدارت پر فائز ہونے کی وجہ سے ملک و بیرون ملک کے اکابر علما ومشائخ سے اکثر ملاقات ہوتی، آپ جس سے بھی ملتے فرحت وانبساط کے ساتھ نہایت انکساری، اور نیازمندی کا اظہار فرماتے۔

اس حقیقت سے بھی مجال انکار نہیں کہ پروردگار عالم جسے اپنا مقرب اور دین کا خادم بنانا چاہتا ہے، اس کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ وہ درسگاہوں میں جان سوزی اور دماغ سوزی کرے، بلکہ ایک خاص عطائے ربانی اور علمائے کرام ومشائخ عظام کے فیضان سے اس کے دل ودماغ علوم وحکمت اور فکروتدبر کا خزینہ ہوجاتے ہیں۔ ایسا ہی حال حضرت معین العلماء کا تھا، آپ نے کبھی درسگاہ میں بیٹھ کر تدریسی خدمات انجام نہ دیا، مگر عطائے ربانی اور فیضان اولیا سے عملی طور پر وسعت نظری، بلند فکری اور ایثار وقربانی کی بے مثل

داستانیں رقم کرتے رہے۔ اپنی جگر سوزی اور عرق ریزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی شان وشوکت اور تدبر وحکمت کے ساتھ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی کی تعمیر وترقی میں صبح ومسا کوشاں رہے، قافلہ علیمی میں قابل رشک اضافہ فرمانے کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے، علیمیہ کی تدریسی، تعمیری، اور تنظیمی امور کو بام عروج تک پہونچانے کے لیے منہمک اور مستعد رہے۔ آج دارالعلوم علیمیہ جس مقام ومرتبہ پر ہے یقینا یہ آپ کی بے لوث خدمات کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، اس کو اوج کمال تک پہونچانے میں آپ کا کلیدی کردار رہا ہے، بلاشبہ آپ کی ذات علیمیہ کے عروج وارتقا میں سرخیل اور سالارِ قافلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

تقریبا ۴۳ سال کے طویل عرصے تک اخلاص وانہماک اور تندہی کے ساتھ دارالعلوم علیمیہ کی عظیم خدمت آپ کا وہ کارنامہ ہے جسے دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی، اخلاص وایثار کے ساتھ آپ نے علیمیہ کی خدمت فرمائی اس کی مثال نادر ونایاب ہے، ادھر چند سالوں سے کئی امراض کے حملوں کی وجہ سے آپ کی طبیعت ناساز رہتی، مسلسل دوا کے سہارے ہی رہتے لیکن کثرت آلام وآزار کے باوجود صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، علیمیہ کی خدمت اور ترقی کے لیے ہمیشہ حوصلہ جوان رکھا، جسمانی قوت ضرور گھٹ گئی تھی مگر قوت ارادی میں آخر دم تک فرق نہ آیا، اپنے خون جگر سے علیمیہ کو اس قدر مضبوط کردیا کہ وہ ہندوستان کے صف اول کے اداروں میں شامل ہوگیا۔ بلاشبہ حضرت کی ذات ''یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم'' کا مصداق تھی۔

فروغ شمع تو قائم رہے گا روز محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت اپنی شخصیت میں اسم بامسمیٰ تھے، اپنے اندر دلِ دردمند رکھتے تھے، جو ہمیشہ علیمیہ اور اس کے اساتذہ وطلبہ کی کامیابی وکامرانی کے لیے دھڑکتا رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ جب کبھی ممبئ عظمیٰ سے علیمیہ جمدا شاہی تشریف لاتے، اساتذہ کرام سے ملاقات کے بعد ہر جماعت کے اول دوم پوزیشن کے طلبہ کو طلب فرما کر دارالعلوم کی تعلیمی اور ثقافتی سرگرمیوں کا جائزہ لیتے (اس طرح کئی مرتبہ دوران طالب علمی ہی حضرت سے ملاقات کا شرف ہوا، ان کی اصلاحی تربیت کے انوکھے انداز نے مجھ فقیر کو ان کا بندۂ بے دام بنادیا) اس دوران حضرت ہمیشہ ہم طلبہ کو تعلیم وتعلم کی اہمیت سے روشناس فرماتے، تعلیمی میدان میں سبقت وپیش رفت کی تاکید فرماتے۔ اور اس خصوص میں عمدہ اقدام اور مناسب تجاویز بھی ارشاد فرماتے۔ ہم میں سے اگر کسی طالب علم کو کوئی شکایت رہتی تو نہایت سنجیدگی سے اس کی شکایت سنتے اور حتی المقدور اس کا ازالہ بھی فرماتے۔ کبھی بھی اپنی گفتگو اور انداز سے بے رُخی کا ثبوت نہ دیتے، نہ درشت لہجے میں بات کرتے نہ خاطر ومدارات میں کوئی کمی آنے دیتے، اس خودغرض زمانے میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ صاحب ثروت اور ارباب مدارس اپنی آزادمزاجی اور عہدہ نشینی کے زعم میں علمائے کرام اور طلبا سے دور رہتے ہیں، لیکن ہمارے حضرت معین العلماء کے

دل میں ہمیشہ شفقت و محبت کا جذبہ موجزن رہتا تھا، اپنے اساتذہ و طلبہ کا پورا پورا احترام فرماتے، اور ان کے ساتھ ان کے مقام و مراتب کے اعتبار سے پیش آتے، کبھی ان کی بے وقعتی کو روا نہ رکھتے یقیناً یہ سب آپ کی کشادہ قلبی، وسعت ظرفی، ہمدردی اور غم گساری کی دلیل تھی۔

علمی جہاں اداس ہے محفل ہے اشکبار
افسوس آج بزم سے گوہر چلا گیا

حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ اپنے احباب کے لئے اخلاص وایثار کے پیکر تھے، علما اور طلبہ پر خلوص و محبت کے ابر باراں تھے، ہمیشہ ان کی مزاج پرسی اور خبر گیری فرماتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، جس وقت میں اور رفیق گرامی مولانا شمشاد حسین علیمی جامعۃ الازہر مصر میں زیر تعلیم تھے، ۲۰۱۲ء میں اہل مصر نے اپنے رئیس حسنی مبارک سے بغاوت کا اعلان کر دیا، جگہ جگہ احتجاج و مظاہرے شروع ہو گئے، مظاہرین اس قدر تشدد پر اتر آئے کہ بسوں اور گاڑیوں کو نذر آتش کرنے لگے، بڑے بڑے سرکاری محکمے بھی آتش بازی اور گولہ باری کے شکار ہونے لگے۔ ہمارے مسکن مدینۃ البعوث الاسلامیہ پر بھی خطرات کے بادل منڈلانے لگے، اس دوران ہم خوف و ہراس کے عالم میں تھے کہ ایک دن حضرت معین العلماء نے مولانا شمشاد علیمی کے نمبر پر فون کیا اور ہم علیمی برادران کی نہ صرف حال پُرسی فرمائی بلکہ ہر ممکن مدد کی یقین دہانی کرائی۔ یقیناً یہ حضرت کی طلبہ پر عنایت و محبت تھی آپ کے سخن دلنواز نے نازک ماحول میں بھی ہمیں بے خوف اور تازہ دم کر دیا تھا۔

حضرت کی اصاغر نوازی اور کرم فرمائی کی ایک اور داستان ملاحظہ فرماتے چلیں۔ راقم الحروف جب اکتوبر ۲۰۱۳ء میں جامعۃ الازہر سے فارغ ہو کر وطن عزیز پہونچا تو تدریس کے لیے جامعہ امام احمد رضا رتنا گیری میں تقرری عمل میں آئی۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت سے ملاقات کی خاطر علیمی دربار حاضر ہوا، جیسے ہی حضرت کی نظر مجھ فقیر پر پڑی کرسی سے اُٹھ گئے، اور والہانہ انداز میں شفقت و محبت کے ساتھ خیر مقدم فرمایا، مصافحہ و معانقہ کے بعد شاہانہ ضیافت اور خاطر داری فرمائی، برابر ہم کلامی کا شرف بھی ملتا رہا، دوران گفتگو حضرت نے فرمایا ''مولانا آپ جیسے فرزندوں پر مجھے اور علیمیہ کو فخر ہے، بہت جلد علیمیہ کے لیے آپ کو دعوت دی جائے گی'' یہ کوئی ۲۰۱۴ء کی بات ہے۔ اور واقعی ۲۰۱۵ء شوال میں اس وقت کے صدر المدرسین میرے بڑے ہی مشفق کرم فرما استاذ میرے مشیر و مربی، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی حفظہ اللہ ورعاہ نے بذریعہ فون علیمیہ میں تدریس کے لیے خواہش ظاہر فرمائی، لیکن تقدیر کو علیمیہ کا دانہ منظور نہ تھا، اس لیے کہ میں دار العلوم اشاعت الاسلام پرتاول مہراج گنج میں مستقل خادم ہونے کے قریب تھا۔ خیر اس ملاقات میں باخدا حضرت کے دلنواز اور مسرت بخش کلمات سے بے حد متأثر ہوا، کیوں کہ ان کے مقابلے مجھ بے

بضاعت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ ایک مرکزی ادارہ کے صدر اعلیٰ تھے اور میں ایک ادنیٰ طالب علم لیکن یہ حضرت کی اصاغر نوازی تھی جو اس قدر فقیر سے محبت فرماتے تھے، علاوہ ازیں جب کبھی حضرت سے ملاقات ہوتی تو خوشی وشادمانی کا اظہار فرماتے، مزید دینی کام کی ترغیب، حوصلہ افزائی اور کرم نوازی فرماتے، اپنے تجربات ومفید مشوروں سے بھی نوازتے، افسوس ہمارا یہ غم گسار اور نگہبان داغ مفارقت دے کر رخصت ہو گیا۔

بہت روتی ہے ان کے بعد میری شام تنہائی

معین العلماء صرف علما وطلبا کے ہی معین نہیں تھے بلکہ عوام وخواص ہر ایک کے تعلق سے وہ خیر خواہ اور مخلص تھے، وہ قوم وملت کے ایک عظیم خادم تھے، مسلمانوں کی پستی، زبوں حالی اور ان میں پھیلے ہوئے افتراق وانتشار سے بہت غمگین اور رنجیدہ ہو جاتے۔ اور ان کے سد باب کی طرف اپنی مساعی جمیلہ کو صرف فرماتے، جب بھی دین پر خطرات کے بادل منڈلاتے، قوم وملت کا یہ محافظ سینہ سپر ہو کر میدان میں آجاتا، اسلام ومسلمین کے خلاف کوئی آواز اٹھے، مسجد ومدرسہ کے خلاف کوئی سازش ہو یا شریعت اسلامیہ کے قانون میں حکومتی دخل اندازی، دین کا یہ حق گو سپاہی ساری مصلحت اندیشی اور حالات کی نزاکت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اعلاے کلمۃ اللہ کا علم ہاتھوں میں اُٹھائے اسلام کی آبرو بن جاتا، اپنے جذبات واحساسات اور آواز کو روزنامہ اردو ہندی اخبار ممبئی یا دیگر ذرائع سے حکومت تک پہونچانے کی کوشش کرتا، ممبئی کی سرزمین پر کوئی بھی اجتماعی دینی مسلکی اور رفاہی کام ہو تو اس میں صف اول بلکہ قائد کی حیثیت سے ہوتا، ممبئی کے پرشاسن میں بھی باوزن اور قائدانہ شخصیت محسوس کیا جاتا۔ اسلام ومسلمین کے تعلق سے جب کبھی کوئی مسئلہ کھڑا ہوتا وہاں انتظامیہ نہ صرف آپ سے مشورہ لیتی بلکہ آپ کے سامنے سرخم کر لیتی، بلا شبہ یہ سب آپ کی انسانی ہمدردی، بے لوث خدمات کا صلہ اور مبلغ اسلام وقائد اہل سنت کا فیضان کرم تھا۔

حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت ذات گرامی کا ہر گوشہ مجھ جیسے بے بضاعت کے لیے خیرہ کن ہے، ان کی تاریخ ساز آئینۂ زندگی کے کن کن گوشوں کو عقیدت مندیوں کا خراج پیش کیا جائے میرے ضبط تحریر سے باہر ہے، تحریکی، تنظیمی، اور تعمیری حوالے سے ملت اسلامیہ کو ان کی کمی بہت دیر تک شدت سے محسوس ہوتی رہے گی، اُن کی ذات جماعت اہل سنت کے لیے سرمایۂ افتخار تھی، ان کی وفات سے ایک تابندہ درخشندہ عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کا احساس ہر دردمند دل کو ہے، یہ ان کی خدمات جلیلہ کا عظیم صلہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قابل رشک موت ۲۹ ر رمضان المبارک کی شب میں عطا فرمائی۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مقالات

مولانا معین الحق علیمی علیہ الرحمہ

از: حضرت مولانا **غلام سید** علیمی علیگ صاحب
سابق استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی

غالباً 2004ء کا سال تھا، مدرسے میں ایک بڑی خاص میٹنگ ہوئی، صدر اعلیٰ اور ناظم تعلیمات طلبا سے تعلیمی صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے، ہر جماعت کے تین تین بچوں کو بلایا گیا تھا، چوں کہ میں بھی ان تین تین میں سے ایک تھا، اس لیے مجھے بھی اس میٹنگ میں شریک ہونا پڑا تھا، طلبا کھل کر بات کر رہے تھے، اور میں حیرت سے ان کا منہ دیکھ رہا تھا، حیرت اس بات پر تھی کہ یہ لوگ ان بڑے لوگوں کے سامنے بول کیسے پا رہے ہیں؟ پوری میٹنگ میں خاموش رہا اور سب کی باتیں سنتا رہا، کچھ تو سمجھ میں آئیں اور بہت کچھ سمجھ میں نہیں آئیں، میرا کام صرف اتنا تھا کہ منہ کھول کر بولنے والے کی باتیں تکتا رہوں۔ صدرِاعلیٰ حضرت علامہ معین الحق علیمی تھے جو بولنے سے زیادہ سن رہے تھے اور ناظم تعلیمات پروفیسر غلام یحییٰ انجم تھے جو سننے سے زیادہ بول رہے تھے۔

ظاہر ہے ہر دور کے طلبا کو اساتذہ سے کچھ کچھ شکایتیں رہی ہیں، اسی طرح ہمارے دورِ طالب علمی میں بھی طلبا کو شکایتیں تھیں، جس کا انھوں نے بے باکانہ اور مردانہ وار کھل کر اظہار کیا تھا، لیکن آخر میں پروفیسر صاحب نے ایک شعر پڑھ کر ہم طلبا کے مطابق سب ''کہے سنے'' پر پانی پھیر دیا، آپ نے میٹنگ کی برخاستگی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

ترے آئینے پہ غبار ہے، یہ ترے ذہن کا فشار ہے
جسے تھا سنورنے کا حوصلہ اسی آئینے میں سنور گیا

حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ کو دیکھا تو پہلے بھی تھا لیکن بالکل قریب سے دیکھنے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا، طلبا کے لیے آپ کی محبت وشفقت کا کھلی آنکھوں سے نظارہ کیا تھا، ہمارے طلبا ساتھیوں کو بڑی نرمی کے ساتھ سمجھا رہے تھے، ان کی کچھ جارحانہ شکایتوں کو ہلکی سی مسکراہٹ میں ہی نپٹا دیا کرتے تھے۔

میٹنگ کے بعد اساتذۂ کرام تک طلبا کی شکایتیں پہنچیں، جن کی شکایت زیادہ کی گئی تھی، وہ لوگ ناراض بھی ہوئے، اور جن کی نہیں کی گئی تھی، ظاہر سی بات ہے وہ خوش ہوئے، مدرسے کے ذمہ دار کے طور پر جن اساتذہ سے جواب طلب کیا گیا، وہ تو بہت ہی

ناراض ہو گئے، لیکن جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

حضرت علیمی صاحب علیہ الرحمہ کمیٹی کے ایک اہم عہدے پر تھے اور میں مدرسے کا ایک ادنیٰ طالب علم، اس لیے اس میٹنگ کے بعد حضرت سے میرا سامنا نہیں ہوا ۲۰۰۸ء میں فراغت کے بعد میں علی گڑھ چلا گیا، اور پھر وہاں سے بھوپال۔ ۲۰۱۱ء میں بھوپال میں بی۔ایڈ کر رہا تھا کہ علیمیہ میں مدرسہ جدید کاری استاذ کی خالی سیٹوں کو پُر کرنے کے لیے استاذ کی ضرورت تھی، صدر المدرسین حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی تھے، ہمارے کرم فرما ساتھی ڈاکٹر محمد سلمان رضا علیمی کی پرنسپل صاحب سے بات ہوئی، ڈاکٹر سلمان صاحب نے میرا نام پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ غلام سید سے کہہ دیں کہ وہ میرے پاس فون کریں، پیغام ملنے پر میں نے حضرت سے رابطہ کیا، حضرت نے تفصیل بتائی کہ صدر اعلیٰ مولانا معین صاحب کی خواہش ہے کہ کوئی اہل آدمی آئے، لہذا فلاں تاریخ کو مدرسے میں اس پوسٹ کے لیے انٹرویو ہے جو تحریری اور تقریری دونوں طرح کا ہے، آپ انٹرویو میں شریک ہوں اور اپنی اہلیت ثابت کریں۔۔

بہر کیف، میں امتحان اور انٹرویو میں شریک ہوا، اور چند دنوں بعد پتہ چلا کہ ۹۸ فیصد نمبرات کے ساتھ منتخب بھی ہو گیا، مگر تعلیم مکمل کرنے کی مجھے چھٹی دی گئی۔ میں تعلیم مکمل کرنے میں لگ گیا۔ بی۔ایڈ کا امتحان قریب تھا، اور بس ایک مہینہ بعد مجھے جمد اشاہی بحیثیت استاذ پہنچنا تھا کہ سننے میں آیا کہ انتظامیہ میں شدید اختلاف ہو گیا ہے اور مولانا معین الحق صاحب کو عہدۂ صدارت سے برطرف کر دیا گیا، یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ حضرت کے زمانے میں ہونے والی کارروائیوں پر بھی نظر ثانی کی جا رہی ہے۔

اس اختلاف کو ذکر کرنے کا نہ تو یہ محل ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت، کیوں کہ علیمیہ کی انتظامیہ کمیٹی میں صلح ہو چکی ہے، اور دونوں متحارب گروہ اس وقت مل کر مدرسہ چلا رہے ہیں، جب وہ لوگ ان اختلافات کو بھلا چکے ہیں تو میں کون ہوتا ہوں کہ انھیں ان تلخ تجربات کی یاد دلاؤں۔

صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے میں نے صدر المدرسین صاحب کے پاس فون کیا، حضرت کافی پریشان تھے، کیوں کہ کمیٹی کے اختلاف میں پرنسپل ہی سب سے زیادہ پستا ہے، ہر گروہ اس سے اپنی موافقت کرانا چاہتا ہے، بہر حال حضرت سے حادثے کی تصدیق ہو گئی، لیکن حضرت نے یہ بھی کہا کہ آپ کی تقرری ہو چکی ہے، اور اس پر اختلاف کا کوئی اثر نہیں پڑنا چاہیے۔

بعض احباب کے کہنے پر حضرت علیمی صاحب علیہ الرحمہ کے پاس بھی فون کیا، حضرت سے فون پر بات کرنے کا یہ پہلا موقع تھا، اس سے پہلے آپ سے کبھی بھی کسی بھی طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی، حضرت نے بھی فرمایا کہ آپ مدرسہ آیئے اور جی لگا کر کام کیجیے، اختلافات تو ہوتے رہتے ہیں، ان شاءاللہ دیر سویر حالات معمول پر آ جائیں گے، یہ طوفان بھی گزر جائے گا۔۔

بی۔ایڈ کا امتحان دے کر غالباً مارچ، اپریل 2012 میں حضرت صدرالمدسین صاحب قبلہ کی طرف سے ہری جھنڈی پا کر دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں کام کرنے پہنچ گیا۔ جون 2012ء سے باضابطہ مدرسہ جدید کاری استاذ کے عہدے سے منسلک ہوا اور مئی 2016 تک مشیئت الٰہی نے جتنا دارالعلوم علیمیہ کی خدمت لینی چاہی، میں نے کیا۔

یہ دور دارالعلوم علیمیہ کی تاریخ میں نہایت ہی سیاہ دھبّہ کے طور پر یاد رکھا جارہا ہے، اور اس وقت تک یاد رکھا جائے گا جب تک اس سے زیادہ بھیانک کوئی حادثہ رونما نہ ہوجائے، اور خدا کرے ایسا نہ ہو۔ کچھ مصلحتوں کے پیش نظر میں ان واقعات کو ہرگز نہیں لکھوں گا، اگرچہ سچ ہیں، اور میں ان کا چشم دید گواہ ہوں، کیوں کہ جن سچائیوں سے فتنے اٹھیں، وہ اسی لائق ہیں کہ انھیں دفن کردیا جائے۔ اس اٹھا پٹک کے دور میں کبھی ایک گروہ قانونی طور مضبوط ہوتا، تو کبھی دوسرا، ایک مرتبہ حضرت مولانا معین الحق علیمیؔ علیہ الرحمہ کی کورٹ کے ذریعہ بطور صدرِ اعلیٰ واپسی ہوئی، جو اگرچہ دیرپا نہیں ہوئی، لیکن اسی دوران انھوں نے میرے ساتھ بڑی عنایتیں کیں، جو ابھی تک صیغۂ راز میں ہیں، دو تین لوگوں کے علاوہ اسے کوئی بھی نہیں جانتا، مجھے نہیں معلوم کہ اس راز کا افشا کرنا صحیح ہے یا غلط، مگر میرا وجدان کہتا ہے کہ اس رازِ سربستہ کو کھولنے سے بہت سے ذمہ دارانِ مدرسہ کی اصلاح ہوسکتی ہے، جو نئے اور ناتجربہ کار اساتذہ سے ''کولہو کے بیل'' کی طرح کام تو لیتے ہیں مگر قدردانی کے نام پر انھیں صرف مایوسی ہی دے پاتے ہیں۔

دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں میری تقرری جیسا کہ میں نے ذکر کیا مدرسہ جدید کاری استاذ کے عہدے پر ہوئی تھی، حکومت ہند کی اس اسکیم میں کام کرنے والے ہی جانتے ہیں کہ اس میں کام کرنے سے بہتر یہی ہے کہ بے روزگار رہا جائے، اور یومیہ مزدوری کی جائے، یہ مان کر چلا جارہا تھا کہ حکومت کی طرف سے ملنے والا ''مان دیہ'' 6000 ہے، حالانکہ معلوم نہیں کیسے مرحوم منیجر محمد رضا صاحب کے دستخط کے ساتھ میری'' تقرری چھٹی''میں مشاہرہ 12000 لکھا ہوا تھا، جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

ان عہدوں پر کام کرنے والوں کے لیے جمدا شاہی میں یہ طریقہ ہے کہ مشاہرہ کی آدھی رقم مدرسہ ہر مہینے دے دیتا ہے، اور جس مہینے کی تنخواہ حکومت کی طرف سے آجاتی ہے، اس مہینے میں مدرسہ اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لیتا ہے۔

اگرچہ 12000 رقم مشاہرہ والا جوائننگ لیٹر ملا تھا مگر کبھی بھی 12000 تنخواہ نہیں ملی، بلکہ اس کے آدھے کا آدھا یعنی تین ہزار تنخواہ مدرسہ کی طرف سے رکھی گئی، کچھ بزرگوں نے میری کارکردگی دیکھتے ہوئے چار ہزار کرادی، یہی حال رہا یہاں تک کہ حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ دوبارہ صدر اعلیٰ ہوئے اور انھوں نے مدرسہ کی طرف سے ملنے والے چار ہزار کے علاوہ اپنی جیب خاص سے تین ہزار دینا شروع کردیا، یہ تاکید کرتے ہوئے کہ دل لگا کر کام کروں، مدرسہ چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں، انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ علیمیہ کو آپ جیسے محنتی لوگوں کی سخت ضرورت ہے۔

میری ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ اپنے محسنین کی توقعات پر کھرا اتروں، اس لیے کبھی بھی خانہ پُری کے لیے کوئی کام نہیں کیا، اور نہ ہی دکھاوے کے لئے، ورنہ تو ہر ادارے میں ایسا ہوتا ہے کہ جب ذمہ دار رہتے ہیں، تو گدھا بھی گھوڑا بننے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ معین الحق علیہ الرحمہ کچھ دن صدر رہے پھر ہٹا دیے گئے، لیکن میرا کام ویسا ہی رہا جیسا ان کے زمانے میں تھا، حالانکہ تین ہزار اضافی رقم بھی ملنی بند ہوگئی، وہ ہٹا دیے گئے لیکن جب بھی ان سے میری بات ہوئی، انھوں نے میری حوصلہ افزائی ہی کی، اور یہ کہتے رہے کہ علیمیہ چھوڑ کر کہیں کا رخ نہ کروں، کبھی بھی انھوں نے مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش نہیں کی، حالانکہ مجھ سے ان کا بہت کام بن سکتا تھا، کیوں کہ میں کمپیوٹر چلانے کی وجہ سے آفس میں اندر تک گھُسا ہوا تھا۔

زمانہ گزرتا گیا، میرے مہربان استاذ حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی مدظلہٗ کی خواہش تھی کہ میں ان کے ساتھ کام کروں، آپ اس وقت دارالعلوم علیمیہ نسواں کے پرنسپل تھے، اس وقت ایک جگہ کلرک کی خالی تھی، وہ چاہتے تھے کہ اس جگہ پر میرا تقرر ہو جائے، حضرت نے بڑی کوشش کی، پہلے مجھے راضی کیا، دو تین مرتبہ سمجھایا، پھر منتظمین کو راضی کرنے کی کوشش کی، ظاہراً کچھ لوگ راضی بھی تھے، مگر خدا جانے کیا ہوا؟

ایک رات سب طلبہ ہاسٹل سے اٹھ کر بھاگے، مدرسے میں شور مچا زلزلہ آیا ہے، میں نے بھی اپنے کمرے میں زلزلے کا جھٹکا محسوس کیا، لیکن یہ زلزلہ صرف مدرسے میں تھا، گاؤں میں نہیں، ماجرا سمجھ میں نہیں آرہا تھا، صبح کو خبر ملی کہ اس عہدے پر میری تقرری نہیں ہو پائے گی، وجہ بتائی گئی کہ میں انٹرویو میں ناکامیاب پایا گیا ہوں۔

دل میں آیا کہ اسی وقت مدرسہ چھوڑ دوں لیکن پھر مولانا معین الحق اور پھر استاذ و مربی علامہ فروغ احمد اعظمی کا خیال آیا، مولانا معین الحق صاحب کے پاس فون کیا، انھیں تمام حالات کی اطلاع پہلے ہی ہو چکی تھی، میں نے کہا: ”حضرت، اب میں یہاں رہنے کے قابل نہیں رہا۔“ حضرت بھی کچھ نہیں کہہ پائے، ان کی خاموشی کو میں نے رضا پر محمول کیا۔ یہی حال علامہ فروغ صاحب قبلہ کا تھا۔

پھر میں نے سوچا کہ تعلیمی سال پورا کر کے جاؤں گا، تعلیمی سال مکمل کیا اور پھر مستعفی ہو گیا۔ لیکن حضرت سے غائبانہ تعلقات ہمیشہ رہے، اچانک ۲۲ر مئی ۲۰۲۰ء کو خبر آئی کہ حضرت نہیں رہے، اب اس سے آگے نہیں لکھ پاؤں گا، آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اتنے مخلص، مہربان، مشفق، قدردان اور حوصلہ بڑھانے والے بزرگ کو کھو دینے پر مجھ پر کیا بیتی ہوگی۔۔۔

مقالات

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

حضرت مولانا **محمد عباس الازہری** صاحب
استاذ دار العلوم اہل سنت فیض النبی کپتان گنج ،بستی ،اتر پردیش

مخیر قوم وملت ،محب العلماء، مرید خاص ، اسیر قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی قدس سرہ ، شان علیمیہ ،فخر اشرفیہ، مقبول عوام و خواص، سر براہ اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، سرپرست مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر ممبئ، نگراں علیمی مومنٹ ممبئ، معروف عالم دین حضرت علامہ مولانا معین الحق علیمی مصباحی نوراللہ مرقدہ (ولادت :١۵ مارچ ١٩۵٩ء اور وفات : ٢٢ مئی ٢٠٢٠ء) کی اچانک رحلت ایک ایسا نا قابل تلافی خسارہ ہے جس کی بھرپائی مستقبل قریب میں نظر نہیں آتی ۔ آپ موجودہ دور میں نایاب، عبقری، جامع الکمالات شخصیت کے حامل تھے، وفاداری، پرہیزگاری اور استقامت ان کی کتاب حیات کے جلی عنوانات ہیں ۔ نابغۂ روزگار عالم دین تھے، آپ فروغ علم دین، تبلیغ اسلام، ترویج واشاعت اہل سنت میں نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔ سماج ومعاشرہ کی اصلاح وبھلائی اور فلاح وبہبود کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے ۔ صدر وسربراہ علیمیہ تھے، عظیم دانشور تھے، مخیر قوم وملت تھے، ایماندار تاجر تھے، خلیق وملنسار، نرم مزاج اور بردبار تھے، اصاغر نواز تھے اور مشکل ترین حالات میں بھی کبھی پریشان نہ ہونا ان کی امتیازی پہچان تھی ۔ آپ کی شخصیت انمول، نایاب اور عظیم تھی ۔ علم وعمل کے ساتھ منکسر المزاج عالم دین تھے ۔

آپ نے والد سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر سی مدت میں دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کو ایک مرکزی ادارہ کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ آپ کے دور میں تعمیری میدان میں ترقی ہوئی، تدریسی اعتبار سے علیمیہ جمدا شاہی کو ایک شناخت ملی اور اس طرح مختصر سی مدت میں اسے ہندوستان کے سنی مدارس اسلامیہ میں دوسرے نمبر کے مدرسہ کی حیثیت حاصل ہوگئی ۔ آپ ہمیشہ اہل سنت و جماعت کے درمیان یکجہتی اتحاد کے لیے نہ صرف کوشاں رہتے تھے بلکہ عملی طور پر یہ کام انجام دیتے تھے، آپ مخلص اور متحرک وفعال عالم دین تھے اور ہر وقت علیمیہ اور دیگر سنی اداروں کی تعمیر وترقی کے لیے متفکر رہا کرتے تھے، اور چاہے چھوٹا ہو یا بڑا سب سے یکساں طور پر ملتے تھے اور سب کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے، اور جو بھی علمائے کرام خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نمایاں تعلیمی ، تدریسی، تبلیغی ، تصنیفی، دعوتی ، سیاسی ،فلاحی ، رفاہی وغیرہ شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں ان کی بہت ہی قدر کرتے تھے ۔ جب ان لوگوں کی عروس البلاد ممبئ میں آمد ہوتی تھی تو علیمی دربار کی آفس پر ضرور مدعو کرتے تھے اور حسب استطاعت ان کی خدمت کرتے تھے، اور آپ کی یہی خاصیات سب سے نمایاں اور ممتاز ہیں اور اسی لیے خواص وعوام میں آپ کو یکساں مقبولیت تھی ۔

آپ کی زندگی میں جو چیزیں نمایاں طور پر نظر آتی تھیں، وہ سادگی، کم گوئی ،شفقت ،خدمت دین کا جذبہ ،تقویٰ ،طہارت ،

اخلاص، اخلاق، عفوودرگذر اور تحمل و برداشت وغیرہ ہیں۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ اور دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی سمیت دیگر سنی اداروں کے فروغ اور ان کی تعمیر و ترقی میں نمایاں خدمات انجام دیتے رہے، آپ اپنے والد مرحوم سیٹھ شمس الحق علیمی کے ہونہار صاحبزادے تھے، اور آپ کے مشن کو فروغ دینے میں کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے والد مرحوم کے ذریعے آغاز کیے گیے دسویں محرم الحرام کو جشن شہدائے کربلا اور عرس علیمی ہر سال نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ مناتے تھے جس میں درس وتدریس، دعوت وتبلیغ کے میدانوں میں نمایاں خدمات انجام دینے والے علمائے کرام کو''مبلغ اسلام ایوارڈ'' سے نوازتے تھے۔

مفتی اعظم ہالینڈ، شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن مصباحی عزیزی حفظہ اللہ کی معیت میں دارالعلوم اہل سنت فیض النبی کپتان گنج بستی اتر پردیش میں ایک مرتبہ تشریف لائے، تعلیمی اور تعمیری انتظام وانصرام دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ راقم الحروف جب بھی ممبئی جاتا محب گرامی حضرت علامہ محمد عرفان علیمی حفظہ اللہ صدر علیمی مومنٹ ممبئی کی معیت میں ملاقات کا شرف حاصل کرتا رہا اور ملی، دینی، تعلیمی اور قومی مسائل پر آپ کی گفتگو سننے کا موقع ملتا رہا، نوجوان مخلص اور متحرک وفعال علمائے کرام کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی علیمی دامت برکاتہم العالیہ دارالعلوم علیمیہ کے پرنسپل بنے تو بہت خوش ہوئے، اور فرماتے تھے کہ اب ہمارے علیمیہ کو ترقی وبلندی کی شاہ راہ پر گامزن ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا، آپ کو نہ نام ونمود کی طلب تھی اور نہ ہی خدمات کا صلہ چاہتے تھے، آپ نے پوری زندگی اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اس کی خوشنودی کے لیے وقف کردی تھی۔ دنیا کے کسی جاہ واعزاز اور کسی لذت وراحت سے سروکار نہیں رکھتے تھے، جس طرح مشائخ عظام اور علمائے کرام کے حلقے میں خیر الاذکیاء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کو''مصباحی صاحب'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی طرح آپ کو''علیمی صاحب'' سے جانا جاتا تھا۔

آپ کی عمدہ خدمات اور اعلیٰ عادت واطوار کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا، ہمارے درمیان سے وہ چمکتا دمکتا سورج غروب ہوگیا جس نے پوری زندگی دینی، مذہبی کاموں میں لگادی، آپ دارالعلوم علیمیہ کی عظیم تاریخ کا ایک تابناک باب ہونے کے ساتھ ہر دل عزیز تھے۔ سادگی پسند، حسن اخلاق، تواضع وانکساری، وغیرہ کا ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جس کی وجہ سے وہ ہر خاص وعام میں نہایت مقبول و محبوب تھے اور آپ کی اچانک رحلت پر ہر کوئی اعتراف کررہا ہے کہ آپ کی ذات اہل سنت وجماعت خاص کر دارالعلوم علیمیہ کے لیے ایک باد بہاری تھی، آپ کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کی تلافی ممکن نہیں ہے! اور ہم لوگوں نے ایک اچھا عالم، علیمیہ کا ایک اہم ستون کھودیا ہے۔ آپ کی وفات پوری ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خسارہ ہے۔ علیمیہ ایک تناور شجر سایہ دار سے محروم ہوگیا۔ آپ کی جملہ خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کی قبر کو نور سے منور فرمائے، صبح و شام آب ہائے رحمت ان کے مرقد کو سیراب کرتا رہے اور پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مقالات

ہندوستان میں سلسلہ علیمیہ کے سب سے بڑے ناشر و مبلغ

حضرت مولانا معین الحق علیمی صاحب قبلہ

حضرت مولانا **صادق رضا مصباحی** صاحب

دن، تاریخ یاد نہیں اور سنہ بھی ذہن کی گرفت میں نہیں، بس اتنا یاد ہے کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک کی پرشکوہ و جاذب نظر امام احمد رضا لائبریری ہے اور اس لائبریری کے وسیع و عریض اور خوبصورت ہال میں مجلس شرعی کا فقہی سیمینار اپنے شباب پر ہے ۔فقہا و مفتیان کرام کی علمی و فقہی بحثیں جاری ہیں کہ اچانک استاذ گرامی محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کسی کی آمد کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ اعلان کرتے ہیں۔ان سطور کا راقم بھی اپنے دیگر طلبہ ساتھیوں کے ساتھ سامعین کی صف میں بیٹھا ہے۔اعلان کے ساتھ ہی جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک نہایت وجیہ، خوش شکل، خوش لباس، بڑی نستعلیق شخصیت ہال میں داخل ہو رہی ہے۔حضرت مفتی صاحب قبلہ فرما رہے ہیں کہ موصوف ایک باصلاحیت عالم دین ہیں، ہم ان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اگر وہ چاہیں تو سیمینار میں جاری علمی و فقہی بحثوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔یہ شخصیت کوئی اور نہیں بلکہ ملک کے مایہ ناز تعلیمی ادارے کے سابق صدر اعلیٰ، حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی نور اللہ مرقدہ تھے۔وہ دن اور تاریخ حضرت علیمی صاحب قبلہ سے میرے تعارف کا پہلا حوالہ تھا۔پھر اس کے بعد برسوں گزر گئے البتہ اس تعارف کے دھندلے دھندلے نقوش یادداشت کے کسی خانے میں پڑے رہے اور میں ممبئی چلا آیا۔ممبئی آکر مختلف علمی اور صحافتی اداروں سے وابستہ رہا اور پھر ایک دن مصطفی بازار میں واقع علیمی آفس میں میری حاضری ہوگئی اور جب اچانک سے علیمی صاحب قبلہ کو دیکھا تو یادداشت کے کسی حصے میں پڑی وہ ماضی کی یاد روشن ہوگئی ۔ پھر اس کے بعد کئی مرتبہ مختلف امور کے سلسلے میں وہاں جانا ہوتا رہا اور کبھی کبھار بعض دیگر مقامات پر بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

مولانا معین الحق علیمی یوں تو ملک و بیرون ملک دارالعلوم علیمیہ جیسے سرمایہ افتخار تعلیمی ادارے کے صدر اعلیٰ و منتظم کی حیثیت سے معروف تھے لیکن ان کی شخصیت کے اس پہلو کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہی ہے کہ وہ ہندوستان میں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم

صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ والرضوان کے افکار و تعلیمات کے سب سے بڑے ناشر و مبلغ اور ترجمان و نمائندے بھی تھے، یوں ان کے وصال سے ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔

مولانا علیمی نہایت ملنسار، متواضع، خلیق، مہمان نواز، خوش مزاج، خوش شکل، خوش لباس، علما نواز، ہمدرد اور اہل سنت کے بڑے غم خوار شخصیت کے حامل تھے۔ وہ ممبئی کے مصطفی بازار مج گاؤں میں واقع علیمی دربار ہوٹل کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت ایسی تھی کہ ان سے ملاقات کرنے والا دل، دماغ اور آنکھیں تینوں سے بیک وقت ہم دست و ہم مجلس ہو جاتا تھا۔ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی کا قیام یوں تو ان کے والد ماجد الحاج سیٹھ شمس الحق مرحوم و مغفور کی کوششوں کا رہین منت ہے مگر اسے سجانے، سنوارنے اور بام عروج تک پہنچانے میں حضرت علیمی صاحب قبلہ نے ایک کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ علیمیہ نے ان کے عہد صدارت میں بے پناہ اور بے مثال ترقی کی، تعلیمی بھی اور تعمیری بھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ہندوستان میں جو دو چند معیاری درس گاہیں ہیں ان میں پہلے نمبر پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دوسرے نمبر پر دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی ہے۔ یہ مولانا علیمی کا ہی ذوق اور کوشش تھی کہ علیمیہ کو مابہ الامتیاز ادارہ بنا دیا تھا۔ واضح رہے کہ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی پورے ملک میں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کے افکار و تعلیمات کا واحد نمائندہ ادارہ ہے۔

مولانا علیمی صاحب قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت و ارادت رکھتے تھے۔ وہ حضرت قائد اہل سنت کے ایسے مرید تھے کہ جب بھی مجلس میں ان کا ذکر نکل آتا تو بڑے والہانہ انداز میں ان کا تذکرہ کرتے اور ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ شیئر کیا کرتے۔ قائد اہل سنت کے والد ماجد حضرت مبلغ اسلام کے وہ سچے عاشق تھے اور یہ عشق انہیں ان کے والد ماجد سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم سے ورثے میں ملا تھا۔ یہ علیمی صاحب ہی تھے جنہوں نے ۲۰۰۹ء میں دار العلوم علیمیہ میں مبلغ اسلام اور قائد اہل سنت علیہما الرحمہ کی حیات و عالمی تبلیغی خدمات پر ایک عظیم الشان سیمینار منعقد کیا تھا۔ یہ ہندوستان میں پہلا سیمینار تھا جو مبلغ اسلام جیسی نابغہ روزگار شخصیت کے حوالے سے انہوں نے منعقد کیا۔ اس سیمینار کے لیے لکھے گئے مقالات بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ یہ کام بھی مولانا علیمی صاحب قبلہ نے اپنی نگرانی میں کرایا۔ اس کام کی ترتیب و تدوین کے لیے حضرت علیمی صاحب نے مجھے شرف بخشا چنانچہ ڈھائی سالوں تک علیمی آفس ممبئی میں راقم الحروف نے یہ کام کیا اور ۹۰۰ صفحات پر مشتمل یہ عظیم الشان ضخیم مجموعہ مقالات شائع ہو کر مقبول ہوا۔ آج یہ مجموعہ مقالات دنیا بھر میں پھیلے وابستگان علیمیہ اور اہل علم و تحقیق کی نگاہوں کا سرمہ بن چکا ہے۔ اگر مولانا علیمی کوشش نہ فرماتے تو اولاً سیمینار ہی منعقد نہ ہوتا اور پھر یہ گراں قدر علمی اثاثہ کب کا ضائع ہو چکا ہوتا۔

راقم الحروف نے جب تک علیمی آفس میں کام کیااس وقت تک مولانا علیمی کونہایت قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ دارالعلوم علیمیہ اور مبلغ اسلام کی تعلیمات کے فروغ واشاعت میں مولانا علیمی نے جومساعی فرمائیں وہ ہندوستان کی علمی مذہبی تاریخ میں نہایت جلی عنوان سے لکھی جائیں گی۔ حضرت مبلغ اسلام علیہ الرحمہ بیسویں صدی میں شاید دنیا کے سب سے بڑے مبلغ تھے ،ان کا تعارف جس طرح ہونا چاہیے تھے،نہیں ہوسکا۔ یہ وہ عظیم نابغہ روزگار تھے جوصدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ انہوں نے بلا مبالغہ ہزاروں غیر مسلموں کواسلام کے دامن رحمت سے وابستہ کیااور بے شمار لوگوں کواسلام سے قریب تر کردیا۔ بلاشبہہ حضرت مبلغ اسلام اپنے عہد کے بڑے منفرد المثال شخصیت تھے مگراس کے باوجود ہندوستان میں ان کا تذکرہ صرف ضمناً کیا جاتا رہا لیکن ان کے جامع تعارف اور تعلیمات وافکار کی اشاعت کسی کے حصے میں نہ آئی۔ یہ توفیق خیراللہ عزوجل نے مولانا علیمی صاحب کے نصیبے میں لکھی تھی چنانچہ انہوں نے اس کے لیے اپنی بہترین کوششیں صرف کیں۔ حضرت مبلغ اسلام کی تعلیمات کے فروغ کے لیے ان کے کئی بڑے منصوبے تھے مگر اچانک حالات نے پلٹا کھایااور وہ دارالعلوم علیمیہ کے عہدۂ صدارت سے علاحدہ ہوگئے،لیکن اس علاحدگی کے باوجودان کا اوڑھنا بچھونا دارالعلوم علیمیہ ہی تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ علیمیہ ان کی رگ وپے میں پیوست ہے اوران کی شریانوں میں خون بن کر دوڑتا ہےاور کیوں نہ ہوتا کہ علیمیہ ان کے والد ماجد کا لگایا ہوا پودہ ہے جسے انہوں نے شجر سایہ دار بنادیااوراس کے پھل پھول نے ایک علمی دنیا کواس کا اسیر بنالیا۔ علیمیہ اگرایک طرف ان کے مرشد طریقت حضرت قائد اہل سنت کے والد ماجد حضرت مبلغ اسلام کے افکار کا ترجمان تھا تو دوسری طرف ان کے والد ماجد کی قائم کردہ وراثت تھی چنانچہ وہ اسے کیسے فراموش کرسکتے تھے۔ انہوں نے فراغت کے بعد اپنی پوری زندگی دارالعلوم علیمیہ کے استحکام اور حضرت مبلغ اسلام کی تعلیمات کے فروغ کے لیے وقف کردی۔

ایک وقت ایسا آیا جب وہ علیمیہ کے عہدۂ صدارت سے مستعفی ہوگئے اوردارالعلوم علیمیہ کا ترجمان ماہ نامہ پیام حرم جودراصل مبلغ اسلام کے افکار کی تبلیغ واشاعت کے لیے جاری کیا گیا تھا، بند ہوگیا تو بھی انہوں نے اس کے تسلسل کوتعطل کا شکار نہ ہونے دیا، چنانچہ ممبئی سے اس کی اشاعت ہونے لگی۔ مولانا علیمی صاحب نے اس کی ادارت کا اہم فریضہ راقم الحروف کے حوالے کردیا۔ یہ رسالہ کئی ماہ تک غالباً چار ماہ تک ممبئی سے شائع ہوتا رہا۔ پھر جب علیمیہ کے معاملات کی ڈور سلجھ گئی پھراسے یہاں سے بند کردیا گیا۔

مولانا علیمی ایک مخلص ،دردمند اور بڑے مشفق انسان واقع ہوئے تھے۔ صلاحیتوں کے قدرداں بھی تھے اوراس کے لیے اپنی طرف سے بھرپور کوشش بھی فرمایا کرتے تھے چنانچہ کئی باصلاحیت علما کوانہوں نے اپنے ذاتی تعلقات کی بنیاد پر بیرون ملک خدمت دین کے لیے بھیجا۔ ہندوستان کے تقریباً سبھی نمائندہ علماومشائخ سے ان کے بڑے قریبی مراسم تھے۔ مہمان نوازایسے کہ کوئی بھی مہمان ان کے حسن اخلاق اورفیاضی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں جاتا تھا۔ علمانوازایسے کہ علماومشائخ بھی ان کے گرویدہ تھے۔

ان کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ مصطفی بازار میں ہر سال دس محرم الحرام شریف کو عرس علیمی کا تسلسل جو گزشتہ کئی دہائیوں سے ہوتا چلا آرہا تھا، کو برقرار رکھا۔ اس عرس کی بنیاد ان کے والد ماجد نے قائم کی تھی۔ مولانا علیمی نے کبھی تسلسل کی اس لڑی کو ٹوٹنے نہ دیا اور اسی آن بان شان کے ساتھ اس کا انعقاد کرتے جس طرح ان کے والد ماجد کے زمانے میں ہوتا ہے۔ اس محفل پاک میں ملک کے بڑے بڑے نامور علما، خطبا، مشائخ اور شعرا تشریف لا چکے ہیں اور اب تک آتے رہے ہیں۔ ان شاءاللہ یہ تسلسل جاری رہے گا۔

مولانا علیمی صاحب قبلہ کے گھرانے سے چوں کہ حضرت مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کے بڑے گہرے روابط تھے۔ ان کے والد حضرت مبلغ اسلام کے مرید صادق تھے۔ مبلغ اسلام جب بھی تبلیغ اسلام کے لیے ممبئی سے کسی بیرون ملک کے لیے رخت سفر باندھتے تو میرٹھ سے سیدھے سیٹھ شمس الحق مرحوم کے گھر ممبئی تشریف لاتے اور انہی کے گھر قیام کرتے۔ مولانا علیمی چوں کہ اندرون خانہ کے راز دار تھے۔ ان سے ہمیں مبلغ اسلام کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل ہو جاتیں جو دوسرے نہیں جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے مبلغ اسلام نمبر کی ترتیب و تدوین کے دوران یہ خیال آیا کہ کیوں نہ علیمی صاحب قبلہ سے یہ اہم اور قیمتی معلومات لے کے سپرد قلم کردی جائیں اور اسے نمبر میں شامل کر دیا جائے۔ چنانچہ میں نے اس کے لیے کئی سوالات مرتب کیے کہ ان کے جواب علیمی صاحب سے دریافت کروں گا لیکن وہ چوں کہ اکثر بیمار رہتے تھے۔ شوگر کے مریض تھے اور اس وقت دارالعلوم علیمیہ کا معاملہ بھی شباب پر تھا۔ انہیں ہر وقت علیمیہ کے طلبہ کے مستقبل کی دھن سوار رہتی تھی اور وہ اس کے لیے بہت تگ ودو کر رہے تھے۔ میں نے کئی مرتبہ کوشش کی مگر یہ کوشش بارآور نہ ہوئی۔ کاش یہ معلومات مل جاتیں تو یہ بہت قیمتی اور وقیع ہوتیں۔

ان کا حلقہ اثر دنیا کے کئی ممالک تک وسیع تھا۔ خود انہوں نے بھی کئی ممالک کا دورہ کیا تھا۔ ان کے وصال سے صرف مجھے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے بے شمار علما، صلحا، مشائخ اور ارباب علم و دانش کو گہرا دکھ ہوا ہے۔ اپنے مرض سے یوں تو وہ کئی برسوں سے لڑ رہے تھے مگر رمضان المبارک کی انتیسوں شب میں ساڑھے بارہ بجے کے قریب ان کا مرض جیت گیا اور وہ ہار گئے اور وہ ایسی جگہ چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ صبح قیامت میں مجھے یقین ہے کہ حضرت مبلغ اسلام کے پہلو میں ان سے ملاقات ہو سکے گی۔ یہ ان کی سعادت مندی ہی ہے کہ ان کا وصال رمضان المبارک کی آخری شب قدر میں ہوا۔ اللہ کریم ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور انہیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

مقالات

آہ! میرے ماموں نہ رہے

از: شہزادۂ مفتی اعظم ہالینڈ، شفیق ملت، حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن دامت برکاتھم وداماد حضرت معین العلماء
حضرت مولانا **انس الرحمٰن نورانی** مصباحی، دی ہیگ ہالینڈ

الموت حق! دنیا میں آنے والا ہر انسان یہ جانتا ہے کہ اسے موت کا مزا چکھنا ہے، لیکن موت بھی لوگوں کو ایک سبق دے کر جاتی ہے کہ دنیا فانی ہے باقی ذات صرف اللہ کی ہے۔

ہم وہ رات نہیں بھول سکتے جب کہ پوری دنیا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا واستغفار کر رہی تھی اور ہم سب گھر میں بیٹھ کر اللہ کے مقدس مہینے کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے عبادتوں میں مشغول تھے، زبانوں پر قصیدہ غوثیہ کا ورد تھا، اسی درمیان والد گرامی حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمن صاحب گھر تشریف لائے جب کہ یہ ان کے گھر آنے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے ان کی طرف دیکھا، چہرے پر غم ظاہر تھا، میں سوچنے لگا کہ کیا بات ہے، والد گرامی نے بتایا کہ ماموں نہ رہے۔ ایک لمحے کے لیے سکتہ کی کیفیت ہوگئ، دل گھبرانے لگا، آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات چھلکنے لگے۔ والد صاحب نے اشارہ کیا قصیدہ غوثیہ کا ورد جاری رکھو اور ان کی آنکھیں زبان حال سے کہہ رہی تھیں کہ بیٹا صبر رکھو! معین العلماء معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا ہے، وہ ہمیں داغ فرقت دے کر اپنے رب حقیقی سے جا ملے ہیں۔ اور میرا دل کہتا رہا ''آہ! ہمارے ماموں جان نہ رہے''۔

وہ رشتے میں ہمارے ماموں تھے مگر کردار میں ہمیشہ والد کا حق ادا کیا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں، خود اس بات کو رو رو کر میرے دو چچازاد بھائی محمد اشہب اور محمد وقاص بیان کرتے ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے: ''بھائی! ہم کو اب کون ممبئ میں ڈانٹے گا، ہمیں اب ہر سال رمضان میں بلا کر نماز کے لیے، کبھی روزے کے لیے کون شوق دلائے گا۔ ہم اپنے ماموں معین العلما کے پاس ہر سال رمضان میں حاضر ہوتے تھے اور پورے رمضان ماموں کے پاس گزارتے تھے۔ مصطفیٰ بازار کی گلیاں اب سونی ہوگئ ہیں، اب کون ہے جس کے چلنے سے اس کا پتہ اس کی خوشبوؤں سے لگائیں گے۔ میرے ماموں جب چلتے تھے تو کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کہ آپ کہاں ہیں۔ اگر آپ مصطفی بازار میں رہتے تو علیمی دربار ہوٹل میں کھانا کھانے والے آپ کی خوشبوؤں سے سمجھ جاتے تھے کہ علیمی صاحب یہیں موجود ہیں''۔

میں اپنی بات بھی بیان کردوں، میرے مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلے کے وقت والد گرامی کے ساتھ ماموں بھی موجود تھے۔ اس وقت انہوں نے مجھے چند نصیحتیں فرمائیں:

۱۔ بیٹا! محنت سے پڑھنا، وقت ضائع مت کرنا، بہت دور سے آئے ہو۔

۲۔ بیٹا! حضور حافظ ملت کے مزار پاک پر جاتے رہنا، وہاں سے تم کو فیض حاصل ہوگا اور اسی فیض سے تمہاری

پڑھائی میں برکت ہوگی۔

۳۔ بیٹا! وقت پر پڑھنا اور وقت پر سونا اور پڑھائی کے لیے ایک خاص وقت متعین کرنا۔حضور حافظ ملت ہمیشہ جلدی سونے اور تہجد کے وقت اٹھ کر پڑھنے کی تلقین فرماتے اور کہتے: یہ بہت بابرکت وقت ہے جس میں تم کو ہر چیز جلدی یاد ہوگی۔

وہ چھ سال کا عرصہ جب کہ ماں باپ سے دور رہنے کا غم تھا لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ اس دوری کو میرے ماموں نے دور کیا۔ اس عرصے میں اللہ نے مجھے ایک بڑی نعمت سے نوازا ہے، اور وہ ہے میرے ماموں کی خدمت۔ اس کو بیان کرنے میں میں ذرا بھی تکلف نہیں، کیوں کہ یہ وہ انمول وقت ہے جس نے مجھے بہت کچھ سکھایا ہے۔ چھٹیوں میں جب بھی ممبئی جانا ہوتا تو میرا اس طرح خیال فرماتے ''بیٹا انس کہاں ہے''،''بیٹا انس نے کھانا کھایا''،''بیٹا آو میرے پاس بیٹھو'' ہم بیٹھ کر باتیں کرتے اور میں ان سے زمانہ طالب علمی کے قصے سنتا۔ میں پروردگار عالم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ لمحہ میرے حصہ زندگی میں آیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر طالب علم کو ایک ایسے رہنما کی ضرورت ہے جو ہمہ وقت اس کی رہنمائی فرما سکے۔ میرے لیے وہ رہبر ورہنما میرے ماموں تھے۔

اب الجامعۃ الاشرفیہ میں میرا آخری سال بچا تھا اور دستار بندی کا وقت قریب ہوا– میں نے دستار بندی سے پہلے ماموں سے عرض کیا: ''میں آپ سے دستار فضیلت کے موقع پر کچھ مانگنا چاہتا ہوں'' انہوں نے مسکرا کر کہا: ''کیا ہے بیٹا؟'' میں نے کہا: ''آپ کے پاس حضور مبلغ اسلام کی شال ہے جو آپ کو نانا مرحوم سے ملی ہے۔ آپ اگر مجھے اس قابل سمجھیں تو میں یہ امانت اپنے پاس رکھ لوں'' آپ نے بطیب خاطر میری درخواست قبول کر لی، الحمد للہ آج یہ امانت میرے پاس ہے جس کو محفلوں میں ہمیشہ ساتھ رکھتا ہوں۔ اسی دوران انہوں نے مجھے ایک نصیحت فرمائی اور یہ ان کی میرے لیے آخری نصیحت تھی، جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

''بیٹا! اب تمہارے سر پر دستار فضیلت کا تاج سجنے جا رہا ہے۔ عالم باعمل بننا، اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھانا، ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے سب کچھ کرنا، دکھاوے کے لیے کچھ مت کرنا! حضور مبلغ اسلام اور حضور قائد اہل سنت کے میدان تبلیغ میں طرز عمل کو آئینہ بنا کر ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا۔ تب ہی فلاح و کامیابی کی منزلیں طے کر پاؤ گے۔''

جسے آشناؤں کا پاس تھا وہ وفا شعار چلا گیا　　　سنے کون قصہ درد دل مرا غمگسار چلا گیا

ہم اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ مولی تعالی اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میرے ماموں کو جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے، اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

شرکائے غم:

محمد انس نورانی مصباحی

(خادم جامعۃ مدینۃ السلام، دے ہیگ، ہالینڈ)

محمد اشہب الرحمٰن نورانی

محمد وقاص نورانی

مقالات

پاسبان علیمیہ علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ

از: **محمد طیب علیمی**
جامعہ علیمیہ جمدا شاہی، بستی

جامع صفات اور فرد فرید شخصیت کا نام حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان تھا، اخلاص وایثار کے پیکر، اخلاق حسنہ کے خوگر، نیک صورت، نیک سیرت، علم وفن کے آبشار، باوقار، وضع دار، پاسدار، خوش گفتار، خوش کردار، علما نواز، مشائخ کے محبوب نظر، فیضان مبلغ اسلام وقائد ملت اسلامیہ کے مظہر، علیمیت کے علمبردار، جمدا شاہی کے شعار۔ آپ جیسی تاریخ ساز شخصیت کی وفات کا مطلب ایک تابندہ کا عہد کا خاتمہ ہے، جس کا احساس ہر دردمند دل کو ہے۔ بلاشبہ آپ کی رحلت ملت کا عظیم خسارہ ہے، جس پر ملک وبیرون ملک میں آپ کے جاننے ماننے والے، عوام وخواص اور علیمی برادری کا طبقہ غم واندوہ اور گہرے رنج والم سے دوچار ہے۔

جزوی طور پر گونا گوں چھوٹی بڑی دینی، ملی اور سماجی خدمات کے علاوہ مکمل انہماک اور تندہی کے ساتھ تین دہائیوں پر مشتمل طویل عرصہ تک دارالعلوم علیمیہ کی عظیم خدمت آپ کا وہ کارنامہ ہے جسے دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کے عہد صدارت سے پہلے یہ دارالعلوم ایک عام دینی ادارہ تھا، لیکن آپ کا بطور صدر منتخب ہونا اور اس کے بعد حضور شیخ القران علیہ الرحمہ کی آمد ایسا فال نیک ثابت ہوا کہ علیمیہ نے ترقی کی وہ اڑان بھری کہ دیکھتے ہی دیکھتے صف اول کے اداروں میں نمایاں نظر آنے لگا، بلکہ صرف ایک دہائی کے اندر اپنی بعض خصوصیات وامتیازات میں تمام اداروں پر بھی سبقت لے گیا۔

اکیسویں صدی کی پہلی دہائی بالخصوص آپ کی خدمات کا زریں دور ہے، جس میں آپ کی غیر معمولی دلچسپی اور محنت کی بنا پر دارالعلوم علیمیہ نے تعلیمی، تعمیری اور اشاعتی میدان میں حیرت انگیز ترقی کی۔ آج یہ ادارہ جس مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہے یقینا اس میں آپ کا خون جگر شامل ہے، جس اخلاص کے ساتھ آپ نے علیمی چمن کی خدمت کی ہے اس کی مثال نادر ونایاب ہے۔

کسی بھی ادارے کا تعمیری ڈھانچہ اپنی جگہ پر اہمیت کا حامل ضرور ہے لیکن تعلیمی ڈھانچہ کی اہمیت سب پر مقدم اور سب سے اہم ہے، اس نہج سے جب حضرت علامہ معین الحق علیمی مصباحی علیہ الرحمہ کی کارکردگی دیکھی جاتی ہے تو یہ حقیقت صاف نظر آتی ہے کہ آپ نے علیمیہ کو ایک مضبوط تعلیمی اسٹاف فراہم کرنے کے لئے کس قدر جدوجہد کی ہے۔ افراد سازی، افراد شناشی، اور افراد تلاشی، تینوں زاویوں پر نظر رکھتے ہوئے آپ نے ایک مستحکم تعلیمی ڈھانچہ کی تشکیل فرمائی۔ اس باب میں ایک بہت ہی اہم نکتہ یہ ہے کہ تدریسی

اسٹاف کے انتخاب میں حضرت علامہ علیمی علیہ الرحمہ ہمیشہ مخلص رہے، کہیں بھی عصبیت اور خودغرضی کا دخل نہیں۔

یہ بھی آپ کی بڑی خوبی تھی کہ تجارت پیشہ ہونے کے باوجود عالمانہ وقار اور علمی وزن میں کمی نہ آئی، چال ڈھال اور رکھ رکھاؤ سے باضابطگی، شستہ مزاجی اور علمیت کا اظہار ہوتا تھا۔ علمی مزاج کی بنا پر بہت سارے علما، مشائخ اور ہونہار طلبہ سے مراسم اور تعلقات تھے، اور حسب حال آپ سب کو نبھاتے بھی تھے، بلکہ اپنے اسی وصف کی وجہ سے علمی شعبوں سے متعلق نو واردین یا بالکل اجنبی لوگوں کو بھی بہت جلد خود سے مانوس کر لیتے تھے۔

تھے تو خاموش مزاج، تاہم بولنے کا سلیقہ خوب آتا تھا، علما، فضلا اور اہل دانش وبینش کے ساتھ ہونے والی مجلسوں میں بڑی دل چسپی سے گویا ہوتے، آپ کے ہم نشینوں کو بہر حال اس بات کا اعتراف ہے کہ نہایت معقول، منطقی اور علمی گفتگو کرتے تھے۔ آپ کی گفتگو میں بلا کی کشش اور شیرینی تھی، دوران کلام کبھی کبھی ظریفانہ اور پر لطف باتیں بھی بہت خوبصورتی اور بلاغت کے ساتھ چٹکی لیتے ہوئے کہہ دیتے تھے، جن سے سامعین حسب ذوق محظوظ ہوتے تھے۔

مبارک پور کے نامور فاضل ہونے کے ساتھ سیٹھ ابن سیٹھ بھی تھے، علمی لیاقت وصلاحیت اور ذہانت وفطانت میں مشہور تھے۔ خاص طور پر عربی ادب میں اچھی دسترس رکھتے تھے۔ ہم لوگوں نے دوران طالب علمی سن رکھا تھا کہ آپ کو مصباح اللغات پوری حفظ تھی، بات بہر حال مبالغہ پر مبنی تھی، تاہم اس سے اتنا تو ضرور سمجھ میں آتا تھا کہ مفردات عربیہ کا ایک ذخیرہ آپ کے ذہن میں اسٹور تھا۔ منہ لگو ہونے کی وجہ سے ایک مرتبہ میں نے حضرت سے پوچھ ہی لیا کہ یہ بات کس حد تک درست ہے؟ مگر حضرت نے کوئی جواب دینے کے بجائے ہنس کر ٹال دیا۔ البتہ یہ میرے مشاہدے کی بات ہے کہ آپ کو بہت سے عربی اشعار یاد تھے، علیمی لائبریری میں عربی ادب کی کئی کتابوں پر آپ کا نام آپ کی اپنی خوبصورت تحریر میں لکھا ہوا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ کے زمانۂ طالب علمی کی کتابیں ہیں، جن سے آپ کے ادبی ذوق کا ثبوت ملتا ہے، انہیں میں جاحظ کی مشہور زمانہ کتاب ''البیان والتبیین'' بھی ہے۔ حضرت کی خاص نشست گاہ علیمی آفس ممبئی میں بھی عمدہ کتابوں کا خزانہ موجود تھا، جو ان کے علمی ذوق کی دلیل ہے۔

دوران گفتگو ایک مرتبہ علیمی آفس ممبئی میں حضرت نے اپنے خانہ دل میں دبی ہوئی ایک آرزو کا بڑی حسرت و دردمندی کے ساتھ اظہار فرمایا کہ میں نے بھی بہت محنت ولگن سے تعلیم حاصل کیا تھا، لیکن .... اتنا ہی کہہ کر اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش میں لگ گئے اور بات پوری نہ کر سکے۔ میرے دل نے کہا کہ حضرت اگر کسی درس گاہ میں بیٹھ کر طلبہ کو علم ومعرفت کا جام پلاتے یا کسی اور ذریعہ سے علم کی نشر واشاعت کرتے تو شاید وہ اتنا بڑا دینی وملی کارنامہ نہ ہوتا جو کارنامہ علیمیہ جیسے ادارے کی باگ ڈور سنبھال کر انجام دے رہے ہیں، جہاں سے ہر سال فرزندان توحید کا ایک قافلہ فارغ التحصیل ہو کر مختلف محاذوں پر ملک وملت کے لیے کام کر رہا ہے۔

آپ اپنے اساتذہ اور اکابر ومشائخ کے بہت مودب اور شکر گزار تھے۔ اس تعلق سے ہم نے بہتوں سے سنا، مگر دو نمونے

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کا حد درجہ خیال کرتے اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شکیب ارسلان صاحب قبلہ کی بھی بہت خاطر و تواضع کرتے۔ چوں کہ رسمی تعلیم و تربیت جو عموماً اساتذہ کرام کا فرض منصبی ہے، اس کے علاوہ بھی حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ آپ کے ساتھ خصوصی شفقت و محبت کا برتاو فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے تعلق خاطر کا معاملہ کچھ اور تھا۔

یوں ہی شیخ القرآن علامہ عبداللہ خاں عزیزی علیہ الرحمہ بھی آپ کے خاص استاذ تھے، آپ سے بڑی محبت فرماتے تھے، یہی خاص لگاو سبب بنا کہ جب حضور شیخ القرآن نے اپنے استاذ حضور بحر العلوم کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کو الوداع کہہ دیا (حالاں کہ وہ اشرفیہ کے کافی سینئر، بلند پایہ اور اہم استاذ تھے) تو اس وقت حضرت علامہ معین الحق علیمی اپنی ذاتی کوششوں سے ان کو دار العلوم علیمیہ لے آئے، یہ سن 1986ء کی بات ہے، آپ کی صدارت کا ابتدائی زمانہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا حضور شیخ القرآن بڑی شان کے ساتھ علیمیہ میں رہے، معین العلماء ان کی خدمت کرتے رہے اور وہ رات دن ایک کئے ادارے کی زلف سنواری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ تخریب کار افراد کی چیرا دستیوں نے ماحول پراگندہ کر دیا، بالآخر حضور شیخ القرآن علیمیہ سے روناہی چلے گئے۔ مگر اس واقعے میں ایک قابل افسوس امر یہ تھا کہ شیخ القرآن کے خلاف ماحول سازی کے گندے مقصد کے لیے حضرت علیمی صاحب جیسے نیاز مند شاگرد کے منصب صدارت کا بھی استعمال کیا گیا تھا، البتہ بعد کے حالات نے یہ واضح کر دیا کہ علیمی صاحب کسی موہوم دباو میں تھے، چاروناچار حالات کے آگے انہیں مجبور ہونا پڑا تھا، جس کا قلق علیمی صاحب کو ستاتا رہا، تاہم اس کا کفارہ انہوں نے ادا کر کے خود کو سرخرو کر لیا تھا۔

حضور شیخ القرآن روناہی میں بارہ برس کا عرصہ گزار چکے تھے، ادھر علیمیہ میں حالات موافق ہو چکے تھے۔ علیمی صاحب بھی اس عمر اور درجے کو پہونچ چکے تھے کہ کسی طرح کے دباو کا تصور ممکن نہ تھا، لہذا دوبارہ آپ اپنی نیاز مندانہ کوشش سے حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کو شیخ الجامعہ اور سرپرست کے طور پر روناہی سے لے کر آئے، ایسا لگتا تھا کہ حضرت شیخ القرآن بھی انتظار میں بیٹھے تھے، فوراً رخت سفر باندھ لیا۔

میں اپنی بات کہتا ہوں کہ جب میں نے سنا کہ حضرت شیخ القرآن دوبارہ تشریف لا رہے ہیں تو مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا، کیوں کہ ماضی کے سنگین احوال سے مجھے قدرے واقفیت تھی، لیکن اسی اثنا میں نبیرۂ حضور حافظ ملت حضرت مولانا فیضان عزیزی علیمی صاحب روناہی سے علیمیہ پڑھنے کے لیے آ گئے، اتفاق سے میری ہی جماعت میں ان کا داخلہ ہوا، پھر ان کے بارے میں جب معلوم ہوا تو یقین ہو گیا کہ حضرت ضرور آئیں گے، کیوں کہ مولانا فیضان عزیزی حضرت کے پاس حضور حافظ ملت کی امانت کے طور تھے۔

خیر مجھے کہنا یہ ہے کہ 2008ء میں جب حضور شیخ القرآن نے سرزمین جمدا شاہی کو دوبارہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے

مشرف فرمایا، اس وقت سے اخیر عمر تک حضرت علیمی صاحب نے جو خدمت کی وہ بیان سے باہر ہے، ہر ممکن سہولت مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ نیاز مندی کا عالم دیدنی تھا۔حضرت شیخ القرآن خوب دعاوں سے نوازتے اور محفلوں میں موقع بموقع ذکر وستائش بھی کرتے۔ایک موقع پر تو یہاں تک فرمایا کہ اگر میرے جسم کا ایک ایک رونگٹا مولانا معین الحق علیمی کا شکریہ ادا کرے پھر بھی ان کی خدمات کا شکریہ میں ادانہیں کرسکتا۔اس مبالغہ آمیز تعبیر میں صرف مبالغہ ہی نہیں ہے، بلکہ حضرت علیمی صاحب علیہ الرحمہ کی عظیم خدمت کی بہت دقیق عکاسی ہے۔

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے پاس صلبی اولاد نہ تھی ،مگر آپ کہتے تھے کہ اگر کوئی میرا حقیقی بیٹا ہوتا تو وہ میری ایسی خدمت نہ کرسکتا ،جس طرح مولانا معین الحق علیمی نے میرا خیال رکھا ہے۔کافی زمانے سے حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کو سانس کی تکلیف تھی ،جو بڑھاپے میں اور زیادہ ہوگئی تھی ،جسے دیکھتے ہوئے علیمی صاحب نے حضرت کے لیے آکسیجن مشین اور ایک جنریٹر کا بندوبست کردیا تھا۔ٹھنڈی کے زمانے میں ممبئی بلاتے ،حضرت کبھی جاتے ،کبھی نہ جاتے۔شوگر وغیرہ کے بھی مریض تھے،بیماری جب شدید ہوجاتی توبھی ممبئی میں فورا بلالیتے ،اعلی سہولیات سے لیس ہاسپٹل میں علاج کرواتے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خدمت کے لئے اپنے اوقات وقف کیئے رہتے۔

ان گہرے تعلقات کی ایک اور بڑی وجہ تھی ،وہ یہ کہ علیمیہ آنے کے بعد حضور شیخ القرآن کے رگ وپے میں علیمیہ کی محبت رچ بس گئی تھی ،اس کی تعمیر وترقی کے لئے جنون کی حد تک عشق ہوگیا تھا،حتی کہ فترہ انقطاع میں بھی اس کی محبت سرد نہ ہوئی،علیمیہ ان کے دل ،دماغ اور فکر پر چھایا رہا،اتنے سنگین حالات سے دوچار ہونے کے باوجود کبھی بھی ادارے کی بدخواہی نہ کی ،حالاں کہ اس وقت جیل تک جانے کی نوبت آچکی تھی اور کورٹ کچہری کے چکر پہ چکر لگانے پڑے تھے۔ایسا اس لئے تھا کہ آپ نے اس ادارے کو ایک تحریک اور پلیٹ فارم کے طور پر پروان چڑھایا تھا اور اسے اپنے خون جگر سے سینچ کر عروج وارتقا کی منزلوں سے آشنا کرایا تھا۔اس بنا پر بھی علامہ علیمی صاحب کو آپ سے اس قدر لگاو تھا، کیوں کہ علیمیہ بالخصوص ان کے والد ماجد مجاہد سنیت اور ان کے رفقا کا لگایا ہوا وہ چمن تھا،جس کی بنیاد میں ان کا حقیقی لہوشامل ہے،جیسا کہ علیمیہ کی تاریخ سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ مدرسہ علیمیہ کی تاسیس کے سلسلے میں آبادی کے فریق مخالف دیوبندی گروہ سے ہاتھا پائی ہوئی تھی ،جس مدبھیڑ میں الحاج سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم زخمی ہوگئے تھے۔

الغرض جب حضرت علیمی صاحب نے چمن علیمی کی آبیاری کے لئے شیخ القرآن جیسا دیدہ ور،مخلص اور فعال باغباں پایا تو اپنی سکت بھر ان کی قدردانی اور خدمت میں کمی نہ ہونے دی۔

مجھے طالب علمی کے زمانے میں حضرت علیمی صاحب سے پہلی بار ملاقات کا شرف ہر جماعت کے نمائندہ طلبہ کے ساتھ ایک

میٹنگ میں ملا، اس وقت میں جماعت ثانیہ میں تھا، وہ میرے لئے ایک عجیب وغریب میٹنگ تھی، مگر چھوٹی جماعت کا ہونے کی وجہ سے مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوئی، ہاں بڑی جماعت کے بعض طلبہ ہمت اور موقع پا کر خوب بھڑاس نکال رہے تھے، بعد میں ہمیں سمجھ آئی کہ ہمارے وہ بڑے ساتھی بالکلیہ حق بجانب نہ تھے، کیوں کہ ہمارے جو اساتذہ مخلصانہ طور پر ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ کر ہماری تعلیم وتربیت کرنے والے تھے انہیں کی زیادہ تر شکایتیں کی جارہی تھیں۔ ایک مقام آیا جہاں میں بھی کچھ بولنے کے لیے خود کو آمادہ کیے مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ ہوا یوں کہ ادارہ کے ناظم تعلیمات حضرت ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب نے کہا کہ کوئی طالب علم عربی میں گفتگو کرے، کئی بار انہوں نے کہا مگر ہم طلبہ تکلف یا کسی اور وجہ سے بول نہیں رہے تھے، بالآخر انہوں نے عربی میں سوال کرنا شروع کیا، موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں بھی جواب دینے لگا، میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے بہت اچھا جواب دیا تھا، تاہم چھوٹی جماعت میں ہونے کے باوجود میری بے باکی اور سلاست کو دیکھتے ہوئے حضرت اور ڈاکٹر صاحب متوجہ ہوئے، بولے کہ آپ ماشاء اللہ کافی دل چسپی سے عربی بولتے ہیں، کیا وجہ ہے اس کی؟ اس وقت میں دفاع کی نیت سے بہت چہک کر بولا کہ یہ ہمارے فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا معراج الحق بغدادی صاحب کی تربیت کا نتیجہ ہے، ان کے علاوہ چاہ کر بھی کسی اور کے دفاع میں کچھ نہ کہہ سکا، کیوں کہ اس وقت ناتجربہ کار اور علم وفن کے رموز سے ناآشنا تھا۔ ہاں کئی سالوں بعد میرے فارغ التحصیل ہونے کے قریب ایک مرتبہ خصوصی طور پر حضرت نے مجھ سے استاذ گرامی حضرت علامہ امید علی صدیقی دام ظلہ کے بارے میں بہت زور دے کر پوچھا اور کھل کر بتانے کو کہا تو میں نے جواباً عرض کیا کہ آج جب کہ فارسی زبان وادب سے بڑی بے رغبتی ہو چکی ہے، طلبہ تو درکنار اساتذہ بھی اس موضوع کو اہمیت نہیں دیتے ہیں، ایسے میں ہمیں فخر ہے کہ ہمارے ادارے میں ایک ایسے استاذ ہیں جو ادبیات ایران پر اچھی نظر رکھتے ہیں اور فارسی زبان کی تعلیم بڑی دل چسپی سے دیتے ہیں، پھر میں نے بتایا کہ ہماری جماعت کو حضرت نے دیباچہ سمیت گلستان سعدی کے اکثر ابواب، سخن نو اور شعر باستاں وغیرہ معتد بہ مقدار میں پڑھایا تھا۔۔۔۔۔۔ شاید شگوفہ باز لوگوں نے شکایت کی تھی۔

جماعت ثانیہ کی ملاقات کے بعد تین سالوں تک کوئی اور موقع نہ ملا، لمبا وقفہ ہونے کی وجہ سے حضرت کے ذہن سے میری تصویر محو ہو چکی تھی۔ جماعت خامسہ کی بات ہے، ایک دن چھٹی سے قبل آخری گھنٹی میں خارجی مطالعہ اور کوئی کتاب نکالنے کی غرض سے علیمی لائبریری گیا، اس وقت لائبریری مسجد کے اتر جانب والی بلڈنگ میں تھی، استاذ گرامی حضرت علامہ محب احمد صاحب قبلہ قادری لائبریری کی دیکھ بھال کرتے تھے، آپ نے میرے شوق مطالعہ وکتب بینی کو دیکھتے ہوئے لائبریری سے بھرپور استفادہ کی عملی اجازت دے رکھی تھی، یہ حضرت کا بہت بڑا احسان تھا، میں کوئی بھی کتاب لائبریری سے ایشو کروالیتا، بلکہ کبھی کبھار حضرت چابی میرے حوالے فرما دیتے، چھٹی وغیرہ کے موقع پر لائبریری میں جا کر اندر سے بند کر کے مطالعہ وتحقیق اور حوالہ جات کی تخریج وغیرہ کا شغل رکھتا تھا۔ اس دن جب لائبریری پہونچا تو دیکھا کہ صدر ادارہ تشریف فرما ہیں، چپراسی چائے لینے گیا ہوا تھا، مجھے کپ دھلنے کے

لیے کہا گیا۔اتفاق سے میں سر پر عمامہ باندھے ہوئے تھا،لیکن نہ سفید، نہ ہرا،حضرت نے پوچھا کہ آپ کس جماعت سے منسلک ہیں؟ حضرت کی مراد بھانپ کرعرض گزار ہوا کہ حضور مبلغ اسلام کی تحریک سے وابستگی رکھتا ہوں، رہی بات عمامے کی تو کوئی بھی عمامہ باندھ لیا کرتا ہوں، چوں کہ مطالعہ کے ذریعہ اوراساتذہ کرام بالخصوص استاذ گرامی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی اوراستاذ گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی دام ظلہما سے سن سن کر حضور مبلغ اسلام، حضور قائد اہل سنت اور خانوادہ علیمیہ کے دیگر افراد کے افکار و نظریات اوران کی ہمہ جہت خدمات سے بہت متاثر تھا اس لئے بلا تامل بول پڑا، میرے اس جواب سے حضرت بہت خوش ہوئے اور دعاوں سے نوازا۔

اس ملاقات کے بعد سے میرا مختصر ہیولیٰ حضرت کے حاشیہ ذہن پر کہیں نہ کہیں نقش رہا،جمعہ اشاہی جب آتے، اکثر وقت ادارے میں دیتے، آمنا سامنا ہونے پر جب بھی حضرت سے سلام کرتا تو خصوصی توجہ فرماتے اور کبھی کبھار قیام گاہ پر آنے کو بولتے۔

جشن زریں جو حضرت کا زریں کارنامہ ہے، اسی جشن میں میری دستار عالمیت ہوئی تھی، عالمی سیمینار و کانفرنس کے بعد مبلغ اسلام نمبر کی اشاعت کا کام جنگی پیمانے پر شروع ہو گیا تھا، اگر چہ حالات کے کروٹ لینے کی وجہ سے اشاعت ملتوی ہوتی رہی، یہاں تک کہ چھ سالوں کے بعد 2015 میں یہ نمبر منظر عام پر آسکا، عالمیت کے بعد میں نے درجہ فضیلت میں داخلہ لے لیا تھا، طالب علم ہونے کے ناطے اس نمبر میں مضمون نہیں لکھ سکتا تھا،لیکن اس عظیم تاریخی کام میں میری شمولیت ہو ہی گئی، حضرت علیمی صاحب نے'' سلطنت مصطفیٰ کا سفیر'' مولفہ حضرت مفتی نسیم اشرف حبیبی ڈربن ساوتھ افریقہ کا ایک نسخہ اپنے ہاتھوں سے مجھے دیا، دیتے وقت آپ نے فرمایا یہ کتاب حضور مبلغ اسلام کی حیات وخدمات کے اہم گوشوں پر مشتمل ہے، اس کی تلخیص کر دیں تا کہ اسے نمبر میں شامل اشاعت کر لیا جائے۔ نیز استاذ گرامی حضرت حافظ منصور عالم صاحب قبلہ کے ذریعہ حضرت نے ایک آڈیو کیسٹ میرے حوالے کروائی، جس میں 1952ء کی ریکارڈ شدہ مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی ایک اہم تقریر تھی، مجھے حکم ہوا کہ یہ تقریر قلمبند کر دوں، چنانچہ وہ تلخیص اور یہ تقریر مبلغ اسلام نمبر میں شائع ہوئی۔

میں اپنی فراغت کے بعد رمضان میں ممبئی گیا ہوا تھا،عید کے دوسرے دن حضرت سے ملنے گیا،اس وقت میری تقرری وغیرہ کی بات نہ تھی، حضرت نے عیدی دی، اوراسی کے ساتھ فرمایا: اب آپ طالب علم نہیں، فارغ التحصیل ہوکر مولانا بن گئے ہیں، بڑی ٹوپی اورصدری وغیرہ پہنا کیجیے، پھر اپنے ساتھ بمبئی کی ایک بڑی دوکان'' بابو بھائی جگجیون داس'' پر لے گئے، میرے لیے 80 سینٹی میٹر صدری کا کپڑا خریدا، جو اس وقت ایک ہزار روپیہ کا تھا، اوراسی کے ساتھ کرتا پائجامہ کا بہت نفیس کپڑا بھی خرید کر دیا،اس سے پہلے میں نے اتنا عمدہ کپڑا کبھی نہیں پہنا تھا،اس کے بعد بھی مختلف اوقات میں موقع بموقع ایسے ہی نوازتے رہے، جو میرے نزدیک آپ کے حد درجہ خلوص وللّٰہیت کی بین دلیل ہے۔آپ ڈھنڈورچی نہ تھے، بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ بندگان خدا کی دل بستگی اور

خیر خواہی کیا کرتے تھے۔

2011ء میں فراغت کے بعد مجھے ادارہ میں مدرس کے طور پر کام کا موقع ملا، حضرت علیمی صاحب اخلاص اور شفقت کے ساتھ ہر موڑ پر رہنمائی فرماتے اور ذہنی وفکری تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ حضور مبلغ اسلام کے مشن پر کام کرنے اور مادر علمی دار العلوم علیمیہ سے محبت، وفاداری اور اس کی مخلصانہ خدمت کی برابر تلقین فرماتے، گاہے بگاہے خود فون کر کے خیریت پوچھتے اور ہمت افزائی کرتے۔ اگر چہ میری تقرری کے بعد بہت جلد حالات منقلب ہو گئے تھے، مگر آپ نے اپنے طرز عمل میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ نہ صرف ادارہ کے تئیں مخلص رہے بلکہ مجھ جیسے غیر مفید اور غیر مضر لوگوں سے بھی خاطر و مدارات اور خیر خواہی کا معاملہ جاری رکھا اور اس خصوص میں کسی سیاست وغیرہ کو راہ نہ لینے دیا۔ بار بار یہی کہتے کہ حالات نازک ہیں، ادارہ اپنے وجود و بقا کی لڑائی سے جوجھ رہا ہے، آپ لوگ بس دعا کریں اور حضرت صدر المدرسین علامہ فروغ احمد صاحب اعظمی کی اطاعت واعانت کر کے ادارہ کی تعلیمی پوزیشن کی حفاظت کریں، ان جملوں سے ہم لوگ حضرت کا بے پناہ اخلاص اور ادارے کا واقعی درد محسوس کرتے تھے۔

آپ کی ذات جس طرح ملک و بیرون ملک مختلف خطوں میں متعارف ہے اسی طرح میرے علاقے کے پڑھے لکھے لوگ اور بہت سارے عوام وخواص بھی دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی اور حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ضلع بلرام پور میں علیمیہ کے درجنوں فارغین اور پڑھے ہوئے جگہ جگہ موجود ہیں، خود میرے گاؤں میں مجھ سمیت ایک درجن افراد کو علیمیہ سے تعلیمی نسبت کا شرف حاصل ہے، میرے گاؤں ست متصل دو چار گاؤں میں علیمیہ کے فیض یافتگان کی مجموعی تعداد دو درجن کے قریب ہے، ہمارا پورا علاقہ حضرت کی وفات کے غم میں سوگوار تھا، میرے علاقے کے ایک حساس اور دردمند عالم دین حضرت مفتی سلیم احمد نعیمی نے حضرت کی خدمات کو سراہتے ہوئے اپنے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

29 رمضان کو بعد نماز ظہر میرے گاؤں کی مسجد میں حضرت کی روح کو ایصال ثواب کرنے کے لیے ایک محفل منعقد ہوئی، قرآن خوانی ہوئی، نعت ومنقبت کے اشعار پڑھے گئے، میں نے حضرت کی حیات وخدمات کے حوالے سے بیان کیا، ادارہ کے ایک نامور فاضل حضرت علامہ مولانا شفیق احمد علیمی استاذ دار العلوم محمدیہ رام نگر، لار ضلع دیوریا کی رقت آمیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا، اس محفل میں آبادی کے نمازی پرہیزگار بندگان خدا اور طالبان علوم نبویہ کے علاوہ مخیر قوم وملت الحاج قاری محمد مسلم خان مکی، فضل رحمانیہ پچپڑوا کے استاذ مولانا مسعود رضا صاحب، علی گڑھ طبیہ کالج میں زیر تعلیم مولانا مطیع الرحمٰن علیمی مصباحی بطور خاص موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی خدمات کو قبول فرما کر بہترین صلہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

مقالات

معین العلماء اور جامعہ علیمیہ

غلام غوث طربؔ علیمی نظامی
جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی، بستی

حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمہ عالم تھے، فاضل تھے، تاجر تھے، مگر ان سب سے بڑھ کر وہ ایک اچھے انسان تھے، انسانیت نواز اور بشر دوست تھے، مادیت پرستی کے اس دور میں جب کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار رو بہ زوال ہیں، دنیا کی ہر ڈگری اور ہر منصب حاصل کرنا آسان ہے، مگر انسانیت ایک ایسی جنس نایاب ہے جو چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی بڑی مشکل سے ملتی ہے، آدمیوں کے اس گھنے جنگل میں جسے دنیا کہتے ہیں، انسان خال خال ہی نظر آتے ہیں، معین العلماء علیہ الرحمہ انھیں خال خال نظر آنے والے انسانوں میں سے ایک عظیم انسان تھے۔

شرافت و سنجیدگی، نظافت و نفاست، حلم و بردباری اور اصاغر نوازی آپ کی شخصیت کے اہم ترکیبی عناصر تھے، ابھرتا ہوا قد، ایسے شیشہ رو کہ زمانۂ طالب علمی میں ایک مدت تک بہت سارے رفقا کو ان کے سید زادہ ہونے کا گمان گزرتا رہا، کشادہ جبین جس پر عظمت و بزرگی کی درخشندہ عبارت تحریر تھی، آنکھوں میں ذہانت و فطانت کی گہرائی اور عزم و حوصلے کی چمک، ناک ایسی سڈول کہ عزت کا نشان معلوم ہوتی، صاف ستھری جلد، چمپئی رنگت، سلیقے سے تراشے ہوئے بال، گھنی مگر چھوٹی مونچھوں کے نیچے گلاب کی پتیوں کی مانند پتلے گلابی ہونٹوں پر مچلتی ہوئی ایسی نقرئی مسکراہٹ جو پژمردہ کلیوں میں حیات نو کی روح پھونک دے، خوش پوش، خوش کردار، خوش رفتار، عادات و اطوار سے شاہانہ وقار جھلکتا، ''نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو'' کا مظہر، شبنمی لب و لہجہ کے مالک، خود بہت کم بولتے تھے، ان کی خاموشیاں زیادہ بولتی تھیں، آپ کے حکمت افزا سکوت نے خدا جانے کتنے لوگوں کی قوت گویائی کا بھرم رکھ لیا تھا، فکر و نظر کی بلندی، سخن کی دل نوازی اور جان و جگر کی پر سوزی آپ کی امتیازی خصوصیات تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تجارت کے میدان میں رہتے ہوئے بھی آپ نے ہمیشہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کو مشعل راہ بنایا، غرض کہ مقناطیسیت کے جتنے بھی اسباب و دواعی تھے ان میں سے اکثر آپ کی شخصیت میں موجود تھے، میر کا ایک شعر یاد آ رہا ہے ؎

ایک دو ہوں تو سحر چشم کہوں
کارخانہ ہے واں تو جادو کا

مگر آپ کی شخصیت کی مقناطیسیت جادوگروں کی جادوگری یا شعبدہ بازوں کی شعبدہ بازی کی طرح نظر کا فریب نہیں تھی، بلکہ وہ اپنا ایک مستحکم وجود رکھتی تھی، آپ کی حیات مستعار کا پورا دورانیہ جہد مسلسل اور سعی پیہم سے عبارت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا، والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ کی فکر و نظر کا مکمل ارتکاز ان کے لگائے ہوئے چمن ''جامعہ علیمیہ'' کی تعمیر و ترقی پر رہا، تقریباً ساڑھے تین دہائیوں پر محیط اپنے عہد صدارت میں آپ نے اپنی بہترین ادارتی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کو ترقی کے نئے آفاق سے روشناس کرایا، آپ نے ادارے کے اخراجات کی فراہمی کو انفرادیت کے حصار سے نکال کر اجتماعیت سے آشنا کیا، اور اس سلسلے میں آپ نے ادارہ کی تعمیر و ترقی کی خاطر اپنی عزت نفس کو قربان کرنے میں بھی ذرہ برابر پس و پیش نہیں کیا، رئیس اور رئیس زادہ ہونے کے باوجود رمضان شریف میں روزہ رکھ کر اہل ثروت حضرات کے یہاں جانا اور ان سے علیمیہ کے لیے چندہ مانگنا آپ جیسی عظیم شخصیت کے شایان شان نہ تھا، مگر پھر بھی بھوکے پیاسے رہ کر اور اپنی عزت و عظمت کی پرواہ کیے بغیر آپ نے اس راہ کو بھی طے کیا تاکہ آپ کی جان سے زیادہ پیارا ادارہ تعلیم و تعلم کی راہ میں امتیازی نشانات ثبت کر سکے۔

۲۰۱۰ء میں جب میں نے جامعہ علیمیہ میں جماعت اعدادیہ میں داخلہ لیا تو اس وقت جامعہ علیمیہ کے سادہ اوراق پر در و دیوار کی صورت میں ایک نئی عمارت کا نقش ابھر رہا تھا، اس سے پہلے میں ایک عالی شان عمارت کا مجوزہ نقشہ ''پیام حرم'' کے آخری صفحہ پر دیکھا کرتا تھا جواب میری نگاہوں کے سامنے حقیقت میں ڈھل رہا تھا، کاغذی نقوش پیکر یت کا لبادہ اوڑھ رہے تھے، تصور تصویر میں منتقل ہو رہا تھا، تقریباً ایک منزلہ کا کام مکمل ہو گیا تھا، وقت گزرتا گیا اور رفتہ رفتہ ان کچھ واضح، کچھ موہوم نقوش نے 25x20 کے اٹھائیس کمروں، 33x33 کے دو ہال، دو مہمان خانوں، آٹھ آفس روم اور ایک ڈوم پر مشتمل بلند و بالا، دیدہ زیب، دومنزلہ درس گاہی عمارت کی شکل اختیار کر لی، یہ عمارت تھی ''القصر النورانی''، جو جامعہ علیمیہ کے مؤسس روحانی خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند امام انقلاب، قائد ملت اسلامیہ، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی قدس سرہ العزیز کی جانب منسوب ہے، اس عمارت کے بالائی حصہ پر تین پر شکوہ گنبد بنے ہوئے ہیں، جو اس کی دل کشی میں چار چاند لگاتے ہیں، درمیانی گنبد کی تعمیر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار مبارک کے گنبد کی نقل کی گئی ہے، جس سے ادارہ کی مسلکی شناخت کی وضاحت ہوتی ہے، یہ عمارت حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کے زریں عہد صدارت میں ہونے والی تعمیری ترقی کی سنہری یادگار اور جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کی سب سے خوب صورت عمارت ہے، اس عمارت کی تعمیر میں آپ کی فکری جمالیات کا جوہر قابل دید و داد ہے، واضح رہے کہ اس عمارت کی تعمیر میں الحاج وصی الدین خان، الحاج شہنشاہ حسین خان برکاتی و برادران کا سب سے بڑا خصوصی تعاون شامل رہا ہے، اگر ان کا یہ خصوصی تعاون حاصل نہ ہوتا تو شاید یہ عمارت اتنی جلدی پایۂ تکمیل تک نہ پہونچ پاتی۔

''نورانی مسجد'' کی تعمیر جدید بھی آپ ہی کے عہد صدارت کی مرہون منت ہے، اس کا تعمیراتی کام ابھی آخری مراحل میں

ہے، جدید سہولیات سے ہم آہنگ اس خوب صورت مسجد کا مجوزہ نقشہ دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ترقی یافتہ ملک کی کوئی عالی شان، پرشکوہ مسجد اٹھا کر جمدا شاہی کی سرزمین پر رکھ دی گئی ہو، اس کی اندرونی و بیرونی خوب صورتی اور جاذبیت کا اندازہ صرف اسے دیکھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں قدیم درس گاہی عمارت ''نورانی دارالاقامہ'' کی تعمیر بھی آپ کے عہد صدارت میں ہونے والی تعمیری ترقیات کے باب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، تقریباً ڈیڑھ درجن کمروں اور ایک مہمان خانہ پر مشتمل اس جاذب نظر عمارت کی تعمیر ۲۲/اکتوبر ۱۹۸۹ء سے شروع ہوکر ۱۰/دسمبر 1991ء کو پایۂ تکمیل تک پہونچی، یہ عمارت بھی حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کے پیر و مرشد شہزادۂ مبلغ اسلام، قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جانب منسوب ہے۔

اس کے علاوہ شعبۂ حفظ وقراءت کے ہاسٹل کی تعمیر میں بھی حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کا خصوصی کردار رہا ہے، اس عمارت میں ایک کمرہ کی تعمیر کا خرچ آپ نے خود اپنی جیب خاص سے ادا فرمایا، اور ایک دوسرے کمرہ کی تعمیر کا خرچ رفیق معین العلماء حضرت علامہ مفتی محمد شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی) نے اپنی جیب خاص سے ادا فرمایا۔

بیسویں صدی کے نصف اول سے ہی ارباب علم و دانش کے حلقے میں مدارس کے تعلق سے ایک عام تاثر یہ قائم ہو گیا تھا کہ مدارس کا تعلیمی گراف روز بہ روز گرتا جا رہا ہے، ارباب مدارس روایتی پھندوں میں گرفتار، اور وہاں کے فارغین کورنگاہ و مردہ ذوق ہوتے ہیں، مدارس کے فرسودہ نصاب تعلیم پر وہ شخصیتیں بھی سوال اٹھانے لگی تھیں جو خود مدارس کی پروردہ تھیں، ان کا بھی کہنا یہی تھا کہ مدارس کا مروجہ دقیانوسی نصاب عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا، ڈاکٹر اقبال جیسے عظیم مفکر نے تو اپنے اشعار کے توسط سے رب کائنات کے حضور 'خداوندان مکتب' کی شکایت تک کر دی تھی کہ یہ شاہین فطرت بچوں کو 'خاک بازی' کا درس دیتے ہیں، ایسے ماحول میں جب کہ مدارس اور وہاں کے فارغین ہر چہار جانب سے سوالات کے نرغے میں تھے، حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ نے ماہرین تعلیم کے مشورے اور اپنے تجربات کی روشنی میں جامعہ علیمیہ کے نصاب تعلیم سے از کار رفتہ مضامین/کتب کو نکال کر ان کی جگہ ہندی، انگریزی، سائنس اور ریاضی وغیرہ کی عمدہ کتابیں داخل کر کے یہاں کے نصاب کو علوم قدیمہ و جدیدہ کا مجمع البحرین بنا دیا، تاکہ یہاں سے نکلنے والی علما و فضلا کی کھیپ فکری اعتبار سے جمود و تعطل کا شکار نہ رہے، بلکہ مکمل پُردم ہو کر 'خاک بازیت' کی فرسودہ زنجیروں کو توڑ کر علم و ادب کی فضائے بے کراں میں پرافشانی کر سکے، اور عصر حاضر کے ساحروں کے سامنے عصائے کلیم بن کر ہر محاذ پر ان سے نبرد آزمائی کی اہلیت رکھے۔

حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ نے جامعہ علیمیہ کی تعلیمی پیش رفت کو بہ سے بہتر بنانے کے لیے اپنے ہم دم دیرینہ حضرت

مولانا ڈاکٹر پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب (صدر شعبۂ دینیات، دہلی یونی ورسٹی) جیسی دانا، بینا اور جہاں دیدہ شخصیت کی خدمات حاصل کیں، ان کو یہاں کا ناظم تعلیمات منتخب فرمایا، اور ان کے ساتھ ایران سمیت کئی دیگر ممالک کا دورہ کرکے وہاں کی علمی و ادبی فضا اور تعلیمی نظام کا نہایت قریب سے مطالعہ کیا، پھر ہندوستان واپس آکر حاصل مطالعہ کی روشنی میں جامعہ علیمیہ کے مستقبل کے امکانات اور اس کے بہترین تعلیمی نظام کے خوابوں کے تانے بانے بنے، اور پھر مکمل تن دہی اور عرق ریزی کے ساتھ ان خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی کوشش میں مصروف ہوگئے، آپ بہت حد تک اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی رہے، اور اپنی خداداد دانائی، بینائی اور توانائی کی بنیاد پر اس چمنستان علیمی کی ہیئت بدل ڈالی۔

پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب کے ساتھ آپ سال میں ایک دو بار ضرور جامعہ علیمیہ کا دورہ فرماتے، اور اساتذہ وطلبہ کی الگ الگ میٹنگ بلاتے، اساتذہ کے ساتھ جامعہ کے داخلی امور پر تبادلۂ خیال کرتے، طلبہ کے مسائل کو مکمل ہمدردی اور توجہ سے سنتے، اور حتی الامکان انھیں حل کرنے کی بھی کوشش کرتے، جس سے طلبہ کو دلی مسرت حاصل ہوتی، یہی وجہ تھی کہ ہر طالب علم انھیں اپنے گھر کے بزرگ اور خیر اندیش کی حیثیت سے دیکھتا تھا۔

آپ نے اپنے عہد صدارت میں جامعہ علیمیہ کی اسناد کا جامعہ صدام للعلوم الاسلامیہ بغداد، جواہر لال نہرو یونی ورسٹی دہلی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ اور بابا غلام شاہ بادشاہ یونی ورسٹی راجوری، جموں وکشمیر سمیت تقریباً نصف درجن سے زائد ملکی وغیر ملکی یونی ورسٹیوں سے معادلہ کرایا، تاکہ یہاں کے فارغین کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے عصری دانش گاہوں کا رخ کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے، چنانچہ ۱۹۹۴ء میں پہلی بار یہاں سے دو طلبہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بغداد شریف بھیجے گئے، ان کے تعلیمی خرچ کا بار بھی بہت حد تک آپ نے برداشت کیا، اس وقت سے لے کر اب تک سیکڑوں فارغین نے ان عصری دانش گاہوں سے اکتساب فیض کیا اور کر رہے ہیں، اور اپنی گراں قدر ملکی وملی خدمات کے ذریعہ مادر علمی کا نام روشن کر رہے ہیں۔

علیمی لائبریری کی توسیع وترقی میں بھی حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ نے جو ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، ملک و بیرون ملک سے مختلف علوم وفنون سے متعلق گراں قدر کتب ورسائل اور جرائد ومجلّات کا ایک معتد بہ ذخیرہ آپ کے دور صدارت میں علیمی لائبریری کو حاصل ہوا، جس کی بدولت آج علیمی لائبریری کا حال یہ ہے کہ مختلف زبانوں میں ایک ایک فن پر سیکڑوں بلکہ کسی کسی فن کی ہزار سے زائد کتابیں اور رسالے موجود ہیں۔

ماہ نامہ ''پیام حرم'' کا اجرا بھی آپ کے دور صدارت کی ایک سنہری کڑی ہے، جامعہ علیمیہ کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والی اس علمی اور ادبی میگزین نے اردو زبان میں دینی صحافت کے منظر نامے پر جو دیرپا اور روشن نقوش ثبت کیے ہیں وہ صرف اسی کا حصہ ہیں، اس کی پیشانی پر ڈاکٹر اقبال کا شعر: ''ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے/ نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر'' تحریر

ہوتا تھا، جس سے اس میگزین کے بنیادی مقصد ''اتحاد بین المسلمین'' کی وضاحت ہوتی تھی، معیاری قلم کاروں کے مضامین ہی اس میگزین کے صفحات کی زینت بنتے تھے، قلم کار حضرات اس میگزین میں مضمون شائع ہوجانے کو اپنی قلم کاری کی معراج سمجھتے تھے، ۲۰۱۲ء میں جب جامعہ علیمیہ ایک زبردست بحرانی کیفیت سے گزر رہا تھا، یہ میگزین بھی چراغ سحری بن چکی تھی، اور جس طرح شمع گل ہونے سے پہلے ایک بار بھڑکتی ہے، اور اس بھڑکنے کی وجہ سے اس کی لو سے کئی رنگ کی شعاعیں منعکس ہوتی ہیں، اسی طرح اس میگزین کا چراغ بھی گل ہونے سے پہلے جب آخری بار بھڑکا تو اس نے بھی کئی نام بدلے، ''پیام حرم'' سے ''پیام رضا''، ''فیضان رضا'' اور 'پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی'، وہ چراغ جو جہالت وگمراہی کے تیرہ وتار صحرا میں بھٹکتے ہوئے آہووٴں کو سوئے حرم لے جاتا تھا، خود کسی تاریک گوشے میں ہمیشہ کے لیے گم ہوگیا، اسلام کی آفاقی قدروں کا وہ ترجمان جس کا سرورق ہی جغرافیائی حدود سے اوپر اٹھ کر عالمی سطح پر مسلمانوں کو 'حرم کی پاسبانی' کے لیے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی دعوت دے رہا تھا، خود 'حرم کے پاسبانوں' کے آپسی اختلاف وانتشار کی بھینٹ چڑھ گیا۔

جامعہ علیمیہ جمداشاہی کے نصف صدی کے کامیاب تعلیمی سفر پر حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کے ایما پر ایک جشن زریں (گولڈن جبلی) کا انعقاد عمل میں آیا، چنانچہ ۲۶/۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۵/۲۶ مارچ ۲۰۰۹ء کو جامعہ علیمیہ جمداشاہی کے وسیع وعریض صحن میں جامعہ علیمیہ کے مؤسس روحانی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلغ اسلام، علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ اور ان کے صاحب زادے، امام انقلاب، قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہ کی حیات اور انٹرنیشنل دعوتی وتبلیغی خدمات پر دوروزہ عالمی سیمینار وکانفرنس کا انعقاد ہوا، پہلا دن مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے لیے خاص تھا، اور دوسرا دن قائد ملت اسلامیہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے خاص تھا، اس سیمینار میں درجنوں مدارس کے علما، فضلا اور مشائخ کے علاوہ عصری جامعات سے تعلق رکھنے والے پروفیسروں اور ڈاکٹروں نے بھی اپنے گراں قدر مقالات پیش کیے، ان مقالات کو بعد میں یک جا کر کے انھیں دستاویزی شکل دی گئی، اور مفتیٔ اعظم ہالینڈ حضرت علامہ محمد شفیق الرحمن عزیزی مصباحی صاحب قبلہ (سربراہ اعلیٰ جامعہ علیمیہ) اور مولانا عبدالغفار بیچن نورانی کے خصوصی تعاون سے حضرت مولانا کمال احمد علیمی، استاذ جامعہ علیمیہ، جمداشاہی اور حضرت مولانا صادق رضا مصباحی، ممبئی کی ادارت میں ''المجمع النورانی'' کی جانب سے ''مبلغ اسلام نمبر'' کے نام سے مارچ ۲۰۱۳ء میں ظاہری اور معنوی خوبیوں سے آراستہ ماہ نامہ ''پیام حرم'' کے ایک خوب صورت، ضخیم، خصوصی شمارہ کے طور پر ان مقالات کی اشاعت بھی ہوگئی، یہ خصوصی نمبر ۹۱۲ صفحات پر محیط ہے، اس کے مشمولات کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس نمبر کا ابتدائی حصہ مجلس ادارت کے قلم کاروں کے لیے خاص ہے، جس میں سب سے پہلے 'صدائے دل' کے عنوان سے خود معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وقیع تحریر ہے، اس تحریر میں آپ نے اپنے زرنگار قلم سے اپنے

دلی جذبات کی جس طرح تصویر کشی کی ہے اس سے اس وقت کی پوری صورت حال کا نقشہ ذہن میں آ جاتا ہے۔

پھر استاذ گرامی، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ (سابق صدر المدرسین جامعہ علیمیہ، جمدا شاہی) کا ''اظہاریہ'' ہے، اس کے بعد حضرت مولانا صادق رضا مصباحی صاحب کا ''عرض مرتب''، حضرت مولانا کمال احمد علیمی نظامی صاحب قبلہ (استاذ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی) کا ''نوائے مرتب'' پھر مکتوبات اور تصویرات کا کالم ہے، اور اس کے بعد پروفیسر غلام یحییٰ انجم مصباحی صاحب کا ''اداریہ'' ہے۔

اس کے بعد کا حصہ درج ذیل تفصیل کے مطابق ۱۴؍ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول: پیغامات وفرمودات: اس کے تحت ۱۸؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب دوم: خاندانی شخصیات: اس کے تحت ۸؍قلم کاروں کی ۱۰؍تحریریں شامل ہیں۔ (اس باب میں مولانا صادق رضا مصباحی اور مولانا امتیاز احمد مصباحی کے دو دو مقالات شامل ہیں)۔

باب سوم: نقش حیات: اس کے تحت ۲؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب چہارم: اوصاف وکمالات: اس کے تحت ۱۵؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب پنجم: عمومی خدمات: اس کے تحت ۱۴؍قلم کاروں کی ۱۵؍تحریریں شامل ہیں۔ (اس باب میں حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ کے دو مضامین شامل ہیں)۔

باب ششم: سیاسیات: اس کے تحت ۳؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب ہفتم: روابط وتعلقات: اس کے تحت ۱۳؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب ہشتم: کلمات طیبات: اس کے تحت خود حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کی تین تحریریں اور مزید ۲؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب نہم: نگارشات: اس کے تحت ۱۲؍قلم کاروں کی ۱۳؍تحریریں شامل ہیں۔ (اس باب میں مولانا غلام مصطفی رضوی کے دو مقالات شامل ہیں)۔

باب دہم: شعریات: اس کے تحت ۳؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب یازدہم: علیمیات: اس کے تحت ۳؍قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب دوازدہم: نورانیات: اس باب میں قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ کی حیات، نظریات، خدمات اور اثرات کا عمومی جائزہ لیا گیا ہے، اس کے تحت خود حضور قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کا عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر ایک پر مغز خطاب، ایک

چینل کی جانب سے لیا گیا علامہ شاہ انس نورانی مدظلہ العالی کا انٹرویو، اور ۲۰ / دیگر قلم کاروں کی ۲۲ / تحریریں شامل ہیں۔ (اس باب میں شیخ القرآن علامہ عبداللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ اور مولانا صادق رضا مصباحی کے دو دو مضامین شامل ہیں)

باب سیز دہم: گوشۂ دار العلوم علیمیہ: اس کے تحت ۵ / قلم کاروں کی تحریریں شامل ہیں۔

باب چہار دہم: منظومات: اس باب کو درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) پہلے حصہ میں حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کے قلم سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی شان میں لکھی گئی منقبت، اور حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کے کلاموں کا انتخاب شامل ہے۔

(۲) مناقب بحضور مبلغ اسلام: اس کے تحت ۱۸ / شعرا کے ۱۹ / مناقب شامل ہیں۔ (اس حصہ میں حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی صاحب قبلہ کی دو منقبتیں شامل ہیں)۔

(۳) مناقب بحضور قائد اہل سنت: اس کے تحت ۴ / شعرا کے ۵ / مناقب شامل ہیں۔ (اس حصہ میں بھی حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی صاحب قبلہ کی دو منقبتیں شامل ہیں)۔

(۴) شجرات علیمیہ: اس کے تحت شجرۂ مبارکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ علیمیہ، شجرۂ مبارکہ سلسلۂ عالیہ غوثیہ نجیبیہ علیمیہ، شجرۂ مبارکہ سلسلۂ چشتیہ صابریہ نجیبیہ علیمیہ اور شجرۂ مبارکہ سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ نجیبیہ علیمیہ شامل ہیں۔

اور سب سے آخر میں استاذ گرامی، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کا تحریر کیا ہوا مشہور زمانہ ''ترانۂ علیمیہ'' شامل ہے۔

آپ کی ہشت پہلو شخصیت کا ایک امتیازی رنگ اور بھی تھا کہ خاندانی رئیس اور بڑے تاجر ہونے کے باوجود آپ کی فکر میں بورژوائیت کی بو بھی نہیں پائی جاتی تھی، آپ کے پہلو میں اللہ تعالیٰ نے غریبوں کا دکھ درد سمجھنے والا ایک دردمند دل رکھا تھا، ثروت مند ہونے کے ساتھ ساتھ کشادہ دست بھی تھے، اگر کسی طالب علم کے بارے میں یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ غریب ہے تو اس کی خوراکی کو معاف کروا دیتے تھے، بہت سارے غریب و نادار طلبہ کی تعلیم کا خرچ بھی برداشت کرتے تھے، بیمار طلبہ کا علاج و معالجہ بھی کراتے تھے، طلبہ تو طلبہ اگر جامعہ علیمیہ کے کسی استاذ کو بھی مستحق سمجھتے تو ان کی در پردہ مالی امداد کرنا آپ کی زندگی کا وہ راز سربستہ تھا جو آپ کی وفات کے بعد فاش ہوا، کسی کے ساتھ کوئی بھلائی یا احسان کرتے تو اس سے صلے کی تمنا بالکل بھی نہ کرتے، گویا معاوضہ کا احساس ان کی شخصیت میں ودیعت ہی نہیں کیا گیا تھا، آپ کا وجود باجود اس بڑے پہیے کی مانند تھا جس کی گردش پر بہت ساری چھوٹی چھوٹی مشینوں کی حرکت کا دار و مدار ہوتا ہے، اور اس کے رکنے سے وہ ساری چھوٹی چھوٹی مشینیں کام کرنا بند کر دیتی ہیں۔

رمضان المبارک کی ۲۹ / ویں شب تھی، جو شب قدر بھی ہو سکتی تھی، نصف شب گزرنے کے بعد اچانک موبائل کے

نوٹیفکیشنس کی رفتار میں غیر معمولی طور پر تیزی آگئی، واٹس ایپ کھولا تو تقریباً ہر گروپ اور انفرادی اکاؤنٹس پر ایک ہی روح فرسا پیغام گردش کر رہا تھا کہ نسل انسانی کا وہ عظیم پہیہ جس کی حرکت سے خدا جانے کتنے عسرت و تنگ دستی سے کراہتے ہوئے افراد کے وجود و بقا کی مشینیں گردش کر رہی تھیں، آج نصف شب کے بعد اس پہیے نے کام کرنا بند کر دیا، زندگی بھر کا تھکا ہوا کاروان نفس ابدی نیند سو گیا، تھوڑی دیر کے لیے ایسا محسوس ہوا جیسے دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں نے کام کرنا بند کر دیا ہے، گردش دوراں بھی ایک لحظہ کے لیے ٹھہر گئی تھی، خود میری سانسوں نے بھی ایک لمحے کے لیے میرے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا تھا، غم و آلام کے سیلاب میں الفاظ بہہ گئے، زبان سے کلمات استرجاع کے سوا کچھ نہ نکل سکا، وہ حالت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے جس میں شدت غم کی وجہ سے آدمی کی قوت گویائی بھی کچھ دیر کے لیے اسے داغ مفارقت دے جاتی ہے، انتقال کے بعد دنیا بھر سے آنے والے تعزیتی پیغامات کا تانتا بندھ گیا، آپ کی وفات کے بعد آپ کی مقبولیت کا اصل اندازہ ہوا، ایک دو دن تک ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پورے سوشل میڈیائی منظرنامے پر صرف معین العلماء ہی چھائے ہوئے ہیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے آپ کی ذات بابرکات نعائم فطرت (ہوا، روشنی اور پانی وغیرہ) کی مانند تھی، جب تک یہ نعمتیں ہمارے درمیان موجود رہتی ہیں، ان کی ضرورت کا مکمل احساس نہیں ہوتا، اور جب ان میں سے کوئی چیز ہم سے چھن جاتی ہے، یا اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے، تو اس کی قدر و منزلت کا احساس شدید تر ہو جاتا ہے، معین العلماء علیہ الرحمہ کی شخصیت بھی کچھ ایسی ہی تھی، جب تک باحیات تھے، لوگوں کو ان کی ضرورت، یا قدر و منزلت کا احساس اتنا شدید نہیں تھا، مگر آپ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے خلا نے لوگوں کو آپ کی قرار واقعی حیثیت کا احساس دلا دیا، ایک جہان آپ کے کارناموں کا معترف نظر آیا، علیمی صاحب تو ہمیں داغ مفارقت دے گئے، مگر آپ کے کارنامے تا قیامت یاد رکھے جائیں گے، جامعہ علیمیہ کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے آپ کے عہد صدارت کے تابندہ ترقیاتی نقوش اور یہاں کے در و دیوار گردش شام و سحر کے درمیان آپ کی عظمتوں کی داستانیں سناتے رہیں گے، نورانی مسجد اور القصر النورانی کی دیدہ زیب عمارتیں دیکھنے والوں کو آپ کی فکری جمالیات کا احساس دلاتی رہیں گی۔

بلاشبہہ حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ نے ایسی باسعادت موت پائی جس پر ہزاروں زندگیاں قربان، یہ ان کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی واضح دلیل ہے، مگر یہ شرف و افتخار ان کے لیے ہے، مگر ہمارے لیے بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لیے ان کی جدائی ایک ایسا عظیم خسارہ ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ممکن نہیں نظر آتی۔　ع

کیا دوانے نے موت پائی ہے

مقالات

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

مولانا **عبدالجبار** علیمی نیپالی
مبلغ اسلام ریسرچ سینٹر، جمدا شاہی، بستی

رمضان المبارک کی انتیسویں شب تھی جب کہ مادر علمی کے حوالے سے تعاون کا سلسلہ جاری تھا۔علیمی برادران مادر علمی کے لیے اپنا قیمتی وقت نکال کر ایک دوسرے سے مادر علمی کے تعاون کے لیے پر جوش انداز میں گزارش کر رہے تھے،تنظیم ابنائے علیمیہ واٹس ایپ گروپ کے ذریعہ مادر علمی کا تعاون ہو رہا تھا، یہ سلسلہ میرے مشفق، کرم فرما، استاذ گرامی وقار حضرت علامہ کمال احمد علیمی نظامی نائب پرنسپل دار العلوم علیمیہ نسواں جمدا شاہی کے حکم پر چل رہا تھا،تمام احباب جان و دل سے اس کار خیر میں حصہ لے رہے تھے، پیغامات کا سلسلہ راتوں رات چلتا تھا۔مصروفیت کی وجہ سے بہت سے پیغامات کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا لیکن جب تنظیم ابنائے علیمیہ کے کسی اہم رکن کی طرف سے کوئی میسج آتا تو اس پر نظر جم جاتی تھی، بالخصوص استاذ گرامی وقار حضرت علامہ کمال احمد علیمی **حفظہ اللہ** کا میسج ،دل خوشی سے علیمی برادران کے جوش و جذبے کو یاد ہی کر رہا تھا کہ اچانک موبائل کی رنگ بجی اور روح فرسا خبر ملی کہ مخیر قوم و ملت معین العلماء حضرت علامہ معین الحق علیمی سابق صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی کا انتقال ہو گیا،**انا للہ و انا الیہ راجعون**۔

آپ کی رحلت کی خبر سن کر دل پریشان سا ہو گیا اور ایک لمحے کے لیے سکتہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں،آپ ایک خوش مزاج،اور پاک طینت انسان تھے،آپ کے اندر اصاغر نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔مجھے یاد ہے کہ جب میں 2017ء میں ممبئی رمضان المبارک کے مہینے میں علیمی دربار ہوٹل حاضر ہوا،آپ اس وقت اپنے آفس میں احباب کے ساتھ تشریف رکھے ہوئے تھے جب میں علیمی دربار ہوٹل سے کھانا کھا کر رقم کاؤنٹر پر دیا،اسی وقت حضرت کی نظر مجھ پر پڑی آپ نے فرمایا مولانا سے رقم نہ لی جائے،اور اگر لے لیے ہوں تو واپس کر دیں،حضرت نے آفس میں بلایا،میں ڈرا سہمہ حضرت کے پاس حاضر ہوا،میرا تعارف علیمی مومنٹ کے صدر حضرت علامہ عرفان علیمی صاحب نے کرایا،اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آپ کا جب تک دل چاہے آپ یہیں رہیں،میں اس سے پہلے مادر علمی میں حضرت سے مل چکا تھا،جب حضرت جمدا شاہی کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔حضرت نے مولانا عرفان علیمی صاحب قبلہ سے فرمایا کہ مولانا نیپالی کا خیال رکھیں،یہ مادر علمی کے فرزند ہیں،اس کے بعد

حضرت نے شب قدر میں مجھے مصطفیٰ بازار کی جامع مسجد میں مقرر خصوصی کے طور پر طلب کیا، میں اس وقت ساکی ناکہ خیرانی روڈ پر تھا، بعد نماز عصر حضرت علامہ عرفان علیمی صاحب قبلہ کا فون آیا کہ حضرت نے آپ کو مصطفیٰ بازار میں ستائیسویں شب میں تقریر کرنے کے لیے بلایا ہے، میں جہاں ایک طرف بہت خوش تھا تو وہیں دوسری طرف پریشر بھی بہت محسوس کر رہا تھا کہ کہاں مادر علمی کے صدر اعلیٰ اور کہاں مجھ جیسا کم علم کہیں کوئی غلطی نہ ہو جائے، اسی فکر میں تھا کہ حضرت نے خود ہی فون کیا اور فرمایا کہ آپ مغرب کے وقت افطار یہیں آفس میں کریں گے، آپ جہاں کہیں بھی ہوں آجائیں۔

میں مغرب سے قبل مصطفیٰ بازار علیمی آفس میں پہونچ گیا۔ افطار کے بعد جب حضرت گھر سے آئے تو فرمایا، پریشان نہ ہونا، اور جیسے آپ اور جگہوں پر خطاب کرتے ہیں ویسے ہی خطاب کرنا، مجھے حضرت کا وہ جملہ ابھی تک یاد ہے جب آپ نے فرمایا تھا کہ مجمع عام میں کھڑے ہونے کے بعد ڈر کیسا، بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بہر حال میں نماز عشا کے لیے حضرت کے ساتھ حاضر ہوا راستے میں چلتے وقت حضرت نے فرمایا کہ جبہ وغیرہ اگر ہو تو پہن کر آیئے گا۔ میں نے حکم کی تکمیل کی اور جبہ پہن کر حاضر ہوا، بعد تراویح حضرت نے فرمایا اب پروگرام شروع کیا جائے، پروگرام شروع ہو گیا اور تھوڑی دیر نعت و منقبت کا سلسلہ چلا، اس کے بعد فرمایا کہ اب مولانا نیپالی صاحب کو بلایا جائے میں دست بوسی کرتے ہوئے خطاب کے لیے آگے بڑھا، شروع میں تو کبھی حضرت کو دیکھتا کبھی مصلیان مسجد کو، جب حضرت کو دیکھا کہ حضرت مطمئن ہیں تو میں نے اپنے انداز میں بیان کرنا شروع کیا، تقریبا 45 منٹ خطاب کے بعد جب میں بیٹھا تو حضرت کی زبان فیض ترجمان سے یہ کلمات نکل رہے تھے "اللّٰھم زد فزد"۔ اس کے بعد حضرت نے ایک خطیر رقم لفافہ میں کر کے عنایت فرمائی، اور ایک لفافہ سید علی بھائی کی طرف سے جو حضرت کے بہت خاص رفیق ہیں، اور ایک لفافہ بطور نذرانہ مصلیان مسجد کی طرف سے عنایت فرمایا، اور جب میں ممبئی سے واپسی کے وقت حضرت سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے ٹکٹ کا پیسہ اور زاد راہ کے طور پر 4000 ہزار روپئے عنایت فرمائے، اور حضرت علامہ عرفان علیمی صاحب سے فرمایا کہ مولانا کے لیے ایک کپڑا بھی تحفے میں خرید کر ان کے حوالے کر دیں۔ اس دریا دلی کو کیا نام دیا جائے۔

حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کا انتقال نہ صرف مادر علمی کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے بلکہ پوری جماعت اہل سنت کے لیے ایک ایسا خلا ہے جس کا پر ہونا مشکل نظر آرہا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے حضرت معین العلماء کے درجات کو بلند فرمائے، اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، بالخصوص مفتی اعظم ہالینڈ حضرت علامہ مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی کنوینر ورلڈ اسلامک مشن ہالینڈ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

منظومات

منظومات

مثنوی حال مع تاریخ وصال

ہمدم وہمراز مولانا معین الحق علیمی سابق صدر اعلیٰ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

مولانا پروفیسر ڈاکٹر **غلام یحیٰ انجم** صاحب
ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نیو دہلی

وہ معین الحق علیمی جمدا شاہی تھا وطن
جب ہوئے پیدا تو تھا انیس سو انسٹھ کا سن

سیٹھ شمس الحق علیمی ان کے والد محترم
لہلہایا جن کے دم سے جمدا میں علمی چمن

ابتدائی علم جمدا سے انھیں حاصل ہوا
آ گئے پھر ممبئی میں ہے جو شہروں میں دلہن

ممبئی میں ہے محمدیہ جو علمی درس گاہ
اس میں داخل ہو گیے بہر حصول علم وفن

اشرف العلماء کے تھے نور نظر وہ بالیقیں
اور مولانا ظہیر الدیں کو ان سے تھا لگن

اشرفیہ سے ملی ان کو فضیلت کی سند
حافظ ملت کی تھی وہ درس گاہ فکر وفن

شیخ عبد اللہ خاں کے وہ شاگرد رشید
اس لیے استاد کا تھا ان میں علمی بانکپن

فضل فرماتے تھے ان پہ حضرت بحر العلوم
ان کی زیر عاطفت ہی بود وباش وعلم وفن

مرشد راہ طریقت شاہ نورانی میاں
چاہتے تھے دل سے ان کو از خدائے ذوالمنن

ان کے دادا پیر مرشد حضرت عبد العلیم
ہے علیمیہ انھیں کی یادگار علم وفن

اس ادارہ کی علیمی کو صدارت جب ملی
پیر ومرشد خوش ہوئے شاداں ہوئے اہل وطن

کردی اپنی زندگی کو وقف ملت کے لیے
ان سے نہ دیکھا گیا ملت کا جب رنج ومحن

مشکلیں آئیں فروغ علم میں ان کو مگر
دل میں نہ ہی رنج کوئی نہ ہی ماتھے پر شکن

وہ ہمہ تن گوش تھے مصروف اپنے کام میں
ان کو دیتی حوصلہ ہر روز سورج کی کرن

اس مہم میں تھا شریک کار میں بھی دوستو
بالیقیں دے گا خدا روز جزا اجر حسن

مل گئی شہرت علیمیہ کو ان سے خوب تر
روز وشب پڑھتے جہاں پر نونہالان وطن

فضل رب سے بار آور ہوگئیں جب کاوشیں
جمداشاہی میں ہوا تعلیم کا عمدہ چلن

اس نے ہی بخشا ادارہ کو ثریا کا مقام
اس لیے ہے اس کا چرچا انجمن در انجمن

ہاں وہی دے سکتا ہے ان کے مشن کو ارتقا
ان کے جیسا گر کسی کے پاس ہو قلب وذہن

اب جو ہیں نگران اعلی اس ادارہ کے خدا
دولت وثروت دے ان کو اور ہمت صف شکن

حج بیت اللہ سے بھی تھے مشرف بالیقیں
روضہء اقدس کو چوما ہمرہ خواہر وزن

عشق سرکار رسالت میں ہمیشہ غرق تھا
ان کا دل ان کا جگر ہر ایک ان کا موے تن

ہر کسی کے دل میں تھا ان کا ادب اور احترام
ان کے اوپر خاص تھا فضل خدائے ذوالمنن

وہ محبت کے پجاری وہ تھے الفت کے دھنی
ہر کوئی خوش ہوتا مل کے ہر کوئی ہوتا مگن

ان کے ہیں اہل عقیدت ہند میں پھیلے ہوئے
کشمیر ہو گجرات ہو بنگال ہو یا ہو دکن

کس قدر تھا ذی وقار وذی حشم عالی مقام
ہیچ بالکل تھا مگر اس کا رہن اس کا سہن

زندگی کا ہر عمل بے لوث بے حرص وطمع
لعل وگوہر ہیچ ان کے سامنے در عدن

خامشی سادہ مزاجی تھی پسند ان کو مگر
ان کے ہر ہر لفظ میں بحر معانی موجزن

تھے مزاجا منکسر صوفی صفت مسکیں ادا
زیب دیتا کس قدر ان پہ وہ سادہ پیرہن

گر کوئی کچھ کہتا ان کو سن کے ہنس کر ٹالتے
بالیقیں صبر وتحمل میں تھے وہ کوہ ودمن

موت برحق ہے سبھی کو چکھنا ہے اس کا مزہ
عالم و مفتی ہو کوئی یا ہو شیخ و برہمن

مرضیٔ رب مل گئی پھر خلد کی جانب چلے
موت کا آیا فرشتہ لے گیا روح بدن

انتیسویں رمضان کو وہ رب اکبر سے ملے
اس سے بہتر موت کیا ہوگی بھلا اہل وطن

موتِ عالم موتِ عالَم ہے یقیناً دوستو
اہل حق کا قول ہے سن لیجئے اہل وطن

منبع اخلاص والفت حیف آ خر چل بسا
ان کی تربت پہ خدا برسا دے رحمت کی جھرن

مرضیٔ رب تھی یہی گر جو ہوا اچھا ہوا
چھوڑ کے جانا ہے اک دن زرز میں فرزند و زن

دفن ہونے کے لیے گھر سے جنازہ جب چلا
رحمتِ حق بھی چلی مع غم گسارانِ وطن

نور حق سے قلب اس کا تھا منور دائما
ہو نہ میلا حشر تک اس شخص کا یارب کفن

بخش دے یارب اسے کیا دیکھنا جرم و خطا
چشم پُرنم سے دعا گو ہیں یہاں سب مرد و زن

اس کی قبر و حشر کی سب مشکلیں آسان کر
صدقۂ محبوب رحمان و طفیل پنج تن

ان کا مرقد خلد کی کیاری بنادے اے خدا
ابر رحمت اس پہ کردے حشر تک سایہ فگن

قبر میں آئیں ہوائیں جنت الفردوس سے
نور سے معمور تربت ہو نہ ہو اس میں گھٹن

بندۂ مومن تھا بے شک قبر میں منکر نکیر
کہہ دیا ہوگا کہ سو جا بے خطر مثل دلہن

ہمدم وہمراز میرے ہائے رخصت ہو گئے
اب کہاں لے جائیں گے بہر رفو ہم پیرہن

بعدِ رفتن از جہاں یہ منکشف عقدہ ہوا
کس قدر مقبولِ خاص وعام تھا مرد حسن

تھے وہی ''فخر گلستاں'' انجم اس میں شک نہیں
(1441)
ہے یہی تاریخ رحلت ہجری میں اہل چمن

عیسوی تاریخ کیا ہوگی بتا ہاتف مجھے
یہ صدا آئی مرے کانوں میں انجم دفعتاً

''حمد مولیٰ'' کرلے شامل مصرع تاریخ میں
(138)
''خلد میں آرام سے ہیں آفتاب علم وفن''
(1882)

(138+1882=2020)

منظومات

منظوم خراج عقیدت

بموقع رسم اجرا "مبلغ اسلام نمبر"، ممبئی

بخدمت: معین العلماء حضرت علامہ مولانا **محمد معین الحق** علیمی علیہ الرحمہ

از: پروفیسر ڈاکٹر **غلام یحییٰ انجم** مصباحی صاحب

ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

لو چھپ کے آگیا ذی شان نمبر بحمد اللہ عالی شان نمبر
بڑی محنت سے اس کو ہے سنوارا معین الحق کی ہے یہ جان نمبر
علیمی خانوادہ کی یہ خاطر بنا ہے بے گماں پہچان نمبر
عنایت ہے شفیق محترم کی بکھیری چہروں پہ مسکان نمبر
ملے گا چین بچّن کو یقیناً دکھائے گا جب اپنی شان نمبر
وصی الدین نورانی کا تو ہے نظر کا نور، جسم و جان نمبر
جہاں بھر میں کیا دیں کی اشاعت مگر چھاپا ہے ہندوستان نمبر
مبلغ دین کا ہوتا ہے کیسا کرائے گا یہی پہچان نمبر
یہ پہنچے گا ہر اک گھر میں یقیناً ابھی تو ہے یہاں مہمان نمبر

ہے اس کے ہر سطر میں پنہاں موتی گہر، لولو، صدف، مرجان نمبر
یہ کھولے راز سربستہ یقیناً بنالے دل کا جو عنوان نمبر
دلوں میں سب کے ہے دھڑکن اسی کی علیمیوں کی ہے یہ شان نمبر
بہت مشتاق ہیں دنیا میں تیرے مچادے جا کے تو طوفان نمبر
بتایا تو نے نورانی تھا کیسا؟ ترا ہم پر ہے یہ احسان نمبر
مبلغ خانوادہ میں تھے جتنے تجھی میں سب کی ہے پہچان نمبر
تجھے جو دیکھے گا وہ شاد ہوگا تو ہی تو سب کا تھا ارمان نمبر
بلا کی سادگی و حسن تجھ میں جو دیکھا ہو گیا حیران نمبر
مزاج خانقاہی تو ہے رکھتا ہے تو ہی چشمۂ عرفان نمبر
سکونِ دل، سکونِ جاں تجھی سے معطر صورت گلدان نمبر
علیمی ہوں کہ نورانی سبھی کا جگر ہے، دل ہے، جسم و جان نمبر
کرے سرشار تو خورد و کلاں کو رہے جاری ترا فیضان نمبر
برائے فکر نورانی، علیمی دلیل و حجت و برہان نمبر
ملے گا فیض ہر قاری کو اس سے نہ پہنچائے ضرر، نقصان نمبر
مجھے انجم یقیں ہے سب علیمی رکھیں گے گھر میں عالی شان نمبر

منظومات

غمِ رحلتِ معین

مولانا **سلمان فریدی** صدیقی مصباحی صاحب

مسقط،عمان

نِصابِ جود و سخا کا سَبَق، معین الحق
فروغِ علم و ہنر کی شَفَق، معین الحق

جہانِ اہل سنن اُن کی موت پر رویا
فراق دے کے چلے سوئے حق، معین الحق

ترے وصال کی جس جس نے بھی خبر پائی
رخِ حیات ہوا غم سے فَق، معین الحق

رواں ہے چشمِ محبت سے رنج وغم کا لہو
الم سے سینۂ چاہت ہے شَق، معین الحق

ملی ہے باغِ علیمی کو یہ جو آب و تاب
ہے اِس میں تیرا لہو، اور عَرَق معین الحق

اگر کہوں کہ ترا ید ہے، دستِ فیضِ ''غنی''
یہ بات تیرے لیے ہے اَحَق، معین الحق

اے بحرِ فیض تجھے یاد رکھا جائے گا
رہے گی دہر میں جب تک رَمَق معین الحق

علیم و شمس کے سایے میں تو ہوا تعمیر
ہے تجھ میں خیر کا نظم ونَسَق معین الحق

بفیضِ حافظ ملت، ترا جمالِ وجود
رہے گا مثل سحر اور فلَق، معین الحق

دعا یہی ہے کہ مرقد بہشت بن جائے
کہ پائیں نعمت رب کے طَبَق، معین الحق

بھری ہے جود سے ان کی حکایتِ ہستی
نشانِ رحم، وَرَق در وَرَق معین الحق

شریکِ گریہ فرقت ہے دل بھی آنکھ کے ساتھ
فریدؔی دے گئے ایسا قلَق معین الحق

منظومات

تعزیتی اشعار

از: حضرت علامہ مولانا **قمر الحسن قمرؔ بستوی** صاحب، امریکہ

شمع اک بجھ گئی روشنی چھوڑ کر
عکس اس کا ابھی بھی ہے باقی مگر

اس کی ضو، اس کی لو، اس کی تابانیاں
جس سے تابندہ ہیں آج بھی بام و در

خود میں ہر وقت خاموش رہتا تھا وہ
باوجود اس کے لوگوں میں تھا با اثر

اس کی شستہ نفاست میں کیا چیز تھی
لوگ گرویدہ تھے اس کے مثل گہر

کم سخن تھا مگر دور اندیش تھا
خامشی میں بھی لگتا تھا وہ دیدہ ور

اپنی سنجیدگی اور متانت میں بھی
وضع داری کو رکھتا تھا پیش نظر

معتمد قائد اہل سنت کا تھا
ان کے نزدیک تھا وہ بڑا معتبر

جوہر قائدانہ کا حامل بھی تھا
اور افکار صالح سے تھا بہرہ ور

علم کا ارتقا ہی ہدف اس کا تھا
ڈوبا رہتا تھا اس میں وہ شام و سحر

علم کی دوستی اس کی غماز ہے
اس نے بریاں کیے اپنے قلب و جگر

صالحیت پہ اس کی دلالت ہے یہ
ماہ رمضان میں باندھا رخت سفر

وہ ہے زیر لحد پر سکون اس طرح
تھک کے سو جاتا ہے جیسے کوئی بشر

زیر تربت ہوں انوار کی بارشیں
اے خدا! اس کے سب لہلہائیں شجر

میرے مخلص ہو جنت ٹھکانہ ترا
یاد کرکے تجھے ہے فسردہ قمرؔ

منظومات

آہ! معین العلماء ہم سے رخصت ہوگئے

حضرت مولانا قاری **نظام الدین بستوی** صاحب
افریقہ

مرے شفیق مرے مہرباں معین الحق
روانہ ہوگئے سوے جناں معین الحق

علیمی باغ کے روح رواں معین الحق
تھے سینوں کے حسیں پاسباں معین الحق

ترے وصال کی جس دم خبر ملی مجھ کو
جگر الم سے ہوا خوں فشاں معین الحق

بہشت اعلیٰ میں اعلیٰ مقام ہو حاصل
ہو خلد پاک ترا آشیاں معین الحق

تمہارے جانے سے ہر سمت ہے بپا ماتم
علیمی باغ ہے نوحہ کناں معین الحق

بھلا نہ پاؤں گا تیری وہ موہنی صورت
ہے یاد بس تری اب حرز جاں معین الحق

سخاوت ایسی کہ تازہ ہو یاد عثمانی
تھے فیض و جود کے بحر رواں معین الحق

دعا ہے مرقد انور ہو نور سے معمور
بنے لحد تری جنت نشاں معین الحق

بیان کرنے کو تیرے مناقب و منصب
کہاں سے لاؤں میں طرز بیاں معین الحق

نظاؔم عاصی کے دل کی دعا ہے رب کریم
تمہیں دے خلد میں اعلیٰ مکاں معین الحق

منظومات

منظوم خراج عقیدت

مولانا **عبدالقدوس** مصباحی سالکؔ بستوی صاحب
جمدا شاہی بستی، استاذ دارالعلوم نورالحق چرہ محمد پور (ایودھیا فیض آباد)

صدآہ !ہوئے رخصت مولانا معین الحق
دے کر غم محبت مولانا معین الحق

حوران خلد بولیں،ہم منتظر ہیں ،کب سے
خوش آمدید،حضرت مولانا معین الحق

کی گلشن علیمی کی خوب، پاسبانی
روشن ہے ،یہ حقیقت مولانا معین الحق

تجھ کو ہمیشہ باقی رکھے گی اس جہاں میں
تیری عظیم خدمت مولانا معین الحق

بے شک عظیم محسن ہم کھو چکے ہیں سالکؔ
یعنی کریم خصلت مولانا معین الحق

عکوس ونقوش



بسم اللہ الرحمن الرحیم

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت

شهادة الفضيلة

من دار العلوم الاشرفية بمباركفور اعظم كره (الهند)

الحمد لله العليم الاكرم الذى علم بالقلم والصلوة والسلام على رسوله الاعلم منبع العلم والحكم
وعلى اله معادن الفضل الاتم واصحابه اولى العلم الاحكم۔
امابعد فان صاحب هذه الشهادة معين الحق بن شمس الحق
المولود فى ١٥ مارس سنة ١٩٥٩ء من اهل مسلم آباد هوٹل مصطفىٰ بازار بمبئى ... الحق بهذه الدار ودرس
المنهج المقرر للفضيلة وفاز فى امتحانها الاخير الواقع فى سنة ١٣٩٩ھ الموافقة ١٩٧٩
الدرجة الاولى واصبح جديرا بان ينال الشهادة فمنحناه هذه الشهادة۔
نوصيه بتقوى الله تعالى فى السر والاعلان واتباع سنة حبيبه سيد الانس والجان وان يشتغل
...اعة العلم والدين وحماية مذهب اهل السنة وطرد اهل الاهواء والبدعة والتوفيق من الله عزوجل
...حسبى ونعم الوكيل والحمد لله رب العالمين۔

توقيع لرئيس الاساتذة

13.1.1988

Principal
Darul-Uloom Ahle-[illegible]
Madrasa Ashrafia Misbah[illegible]
Mubarakpur, AZAMGAR[illegible]

التوقيع للقيم

عبد الحفيظ عفى عنه

13.1.88



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

مثالِ خلافت اشرفیہ

الحمد للہ القادر القوی ذی الجلال والاکرام الذی شرف الانبیاء بتشریف
الخلافۃ علی سائر الانام والصلوٰۃ والسلام علی اشرف المخلوقات سیدنا ومولانا
محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ العظام واصحابہ الکرام من
یومنا الی یوم القیامۃ۔ بعدہٗ ارباب طریقت واصحاب حقیقت پر مخفی نہ رہے کہ مشائخ ماسبق سے
آج تک دستور مثالِ خلافت دینے کا مریدان راسخ العقیدت کے ساتھ بنظر فیض رسانی پیرانِ عظام کے چلا آتا
ہے اور اس فقیر ابو المختار سید محمد محمود اشرف سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ کے زمانے میں اکثر طالبانِ راہ خدا
بنظر افادہ مخلوق کے سلاسل چشتیہ نظامیہ اشرفیہ اور قادریہ جلالیہ اشرفیہ کی اب تک پوری ترقی کے ساتھ
یہی دو سلسلہ باوجود سلاسل کثیرہ کے ہندوستان کے شہروں اور دوسرے ملکوں میں جاری ہیں۔ منتہی دونوں
کا محض محبوب یزدانی غوث العالم سلطان مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ العزیز کی ذات قدسی صفات
پر ہے۔ فرزند ارشد متین الحق علیمی، مصطفیٰ بازار، ممبئی کی بکمال صدق عقیدت طالب ارشاد کو بعطائے
تاج ودلق وخلافت ان دونوں سلسلوں یعنی چشتیہ اشرفیہ اور قادریہ اشرفیہ میں ہم نے خاص اجازت دی اور
دیگر سلاسل نقشبندیہ سہروردیہ کی ہم نے اجازت بخشی اور نیز سلسلۂ قادریہ منوریہ معمریہ کی جو اس فقیر کو
والد گرامی شیخ اعظم مخدوم العلماء ابو المحمود سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ
اشرفیہ سے الحمد للہ نیز اس فقیر کو مخدوم المشائخ حضرت علامہ ابو المسعود سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی سے اور ان
کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شیخ المشائخ سید شاہ ابو احمد المدعو محمد علی حسین الاشرفی الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ
نشین آستانہ اشرفیہ سرکار کلاں سے اور ان کو حضرت والا حضرت شاہ محمد کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے پہونچی اور آپ کو حضرت
شاہ عبد الکریم صاحب جی عرف ملا اخوند قدس سرہٗ رامپوری سے اور ان کو سید السادات سید شاہ منور قادری
الہ آبادی قدس سرہٗ سے اور ان کو بذریعہ جناب حضرت شاہ دولہ وجناب غوث پاک محبوب سبحانی غوث الثقلین
سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ سے پہنچا اور آپ سے اوپر کا سلسلہ حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم تک مشہور ہے۔ ان سلسلوں میں بطور خاص اجازت وخلافت بخشی۔ جو کوئی ان کے ہاتھ پر بیعت کرے
اس کو داخل سلسلہ کر کے بقدر قابلیت واستعداد اس کے ذکر وشغل خاندان کی تعلیم کریں۔
یہ مثالِ خلافت لکھ کر اس لئے عطا کی کہ عند المشائخ اس کی سند رہے۔

٢٨ محرم الحرام ١٤٣٧ھ م ١١ نومبر ٢٠١٥ء



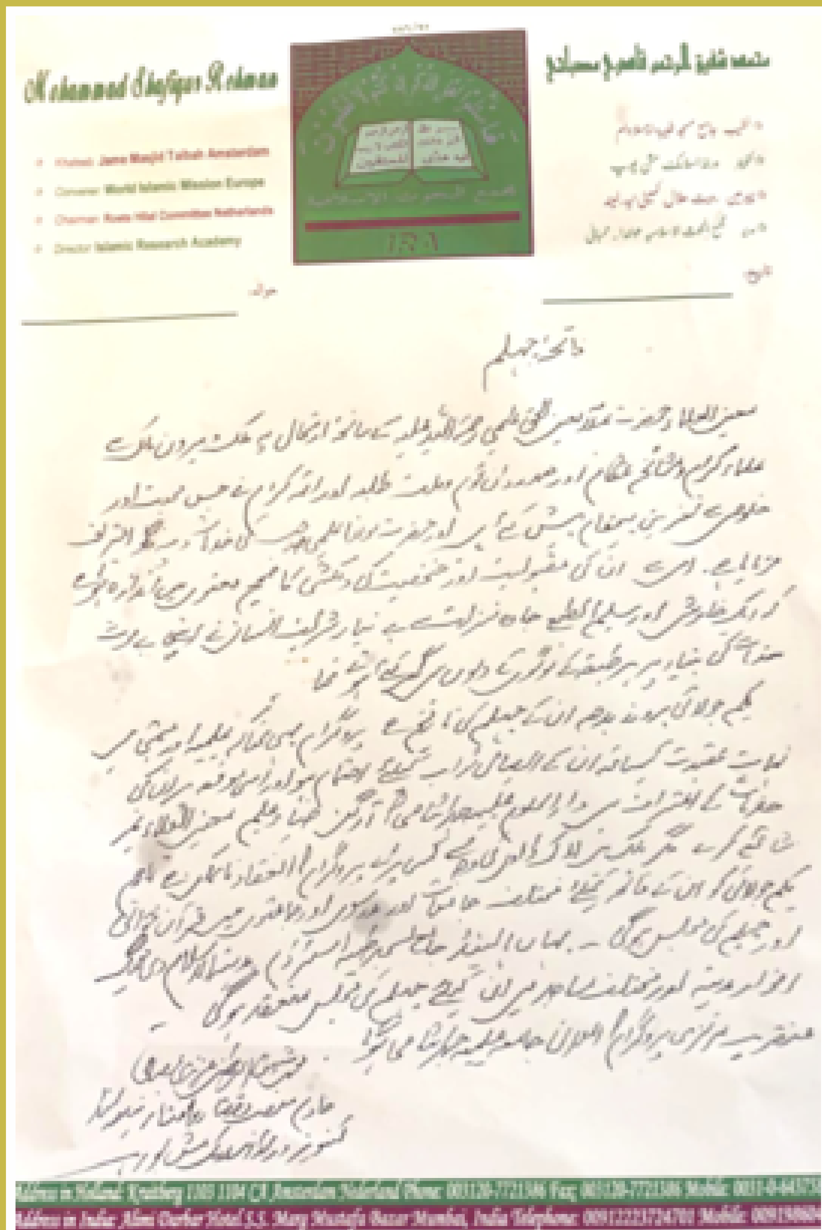
مثال الاجازة والخلافة

الحمد لله القادر القوي ذي الجلال والاكرام الذي شرف الانبياء بتشريف الخلافة على سائر الانام والصلوة والسلام على اشرف المخلوقات سيدنا ومولانا محمد وعلى آله العظام واصحابه الكرام من يومنا الى يوم القيام اما بعد فلما وجدت على جبهة الاعز الارشد اخي في الدين والدنيا والآخرة الناصر [illegible] محي الحق الحليمي المصباحي ما اردت من انوار السعادة فاجلسته على سرير الخلافة الاشرفية وتوجته بتيجان الكرامة الروحانية واجزته بجميع ما اجازني شيوخي الكرام من الاعمال والاشغال والاوراد والوظائف والنقوش والتعويذات وجميع السلاسل العالية القادرية والچشتية المذكورة في هذه الشجرة المباركة واوصيه ونفسي بتقوى الله في السر والاعلان وبالتمسك بمذهب اهل السنة والجماعة ظاهرا وباطنا وبالارشاد والبيعة للطالبين الصادقين وبالدعاء لي ولوالدي ولمن له حق علي ولسائر المسلمين والمسلمات وانا الفقير الى حضرة الرب الغني السيد محمد مدني الاشرفي الجيلاني امين سجادة مخدوم الملة ابي المحامد السيد محمد المحدث الاعظم الكچھوچھوی عليه الرحمة والرضوان

دستخط مع مہر

تاریخ ۱۷ ماہ محرم الحرام


باسمہ تعالیٰ سبحانہ
دعاگو

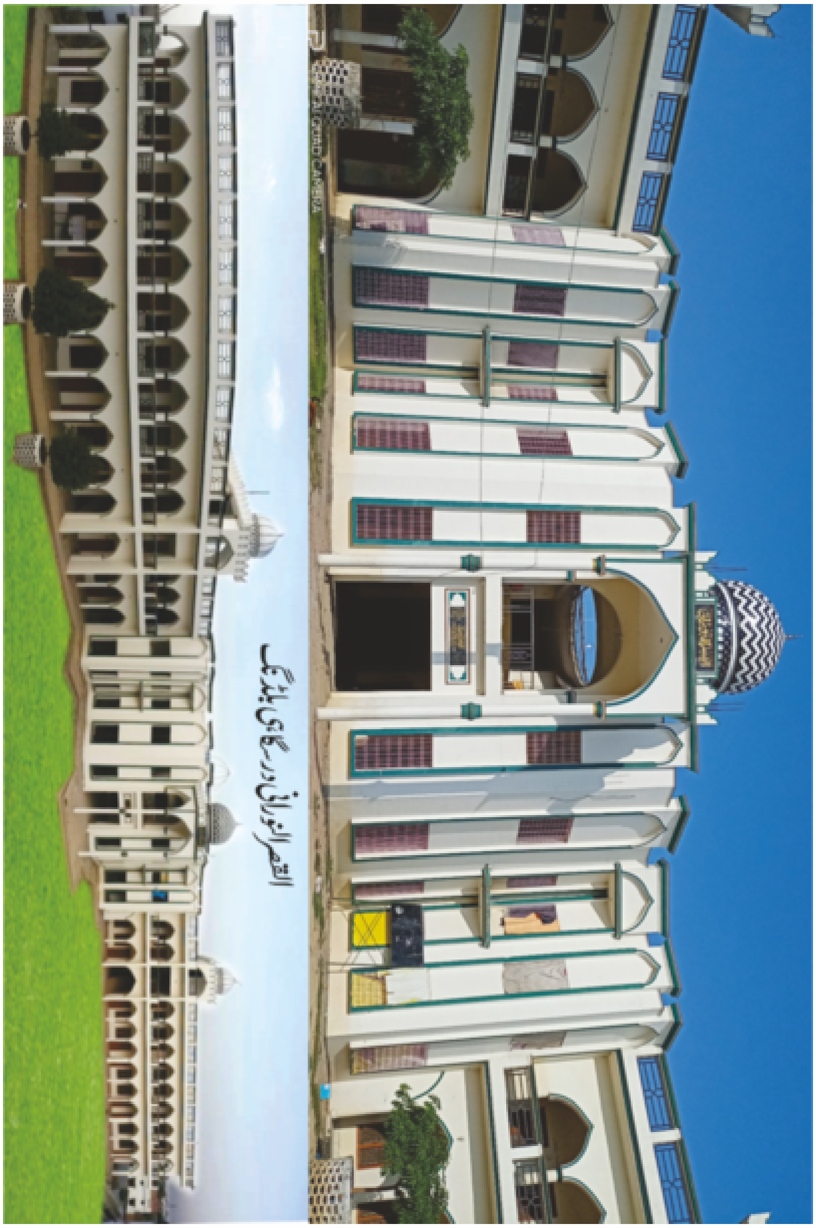


Mohammad Shafiqur Rahman

- Khateeb Jama Masjid Taibah Amsterdam
- Convener World Islamic Mission Europe
- Chairman Roete Hilal Committee Netherlands
- Director Islamic Research Academy

IRA

Address in Holland: Kruitberg 1103 1104 CA Amsterdam Nederland Phone: 003120-7721386 Fax: 003120-7721386 Mobile: 0031-0-643
Address in India: Alimi Darbar Hotel S.S. Marg Mustafa Bazar Mumbai, India Telephone: 00912223724701 Mobile: 0091


القصر النورانی درسگاہی بلڈنگ

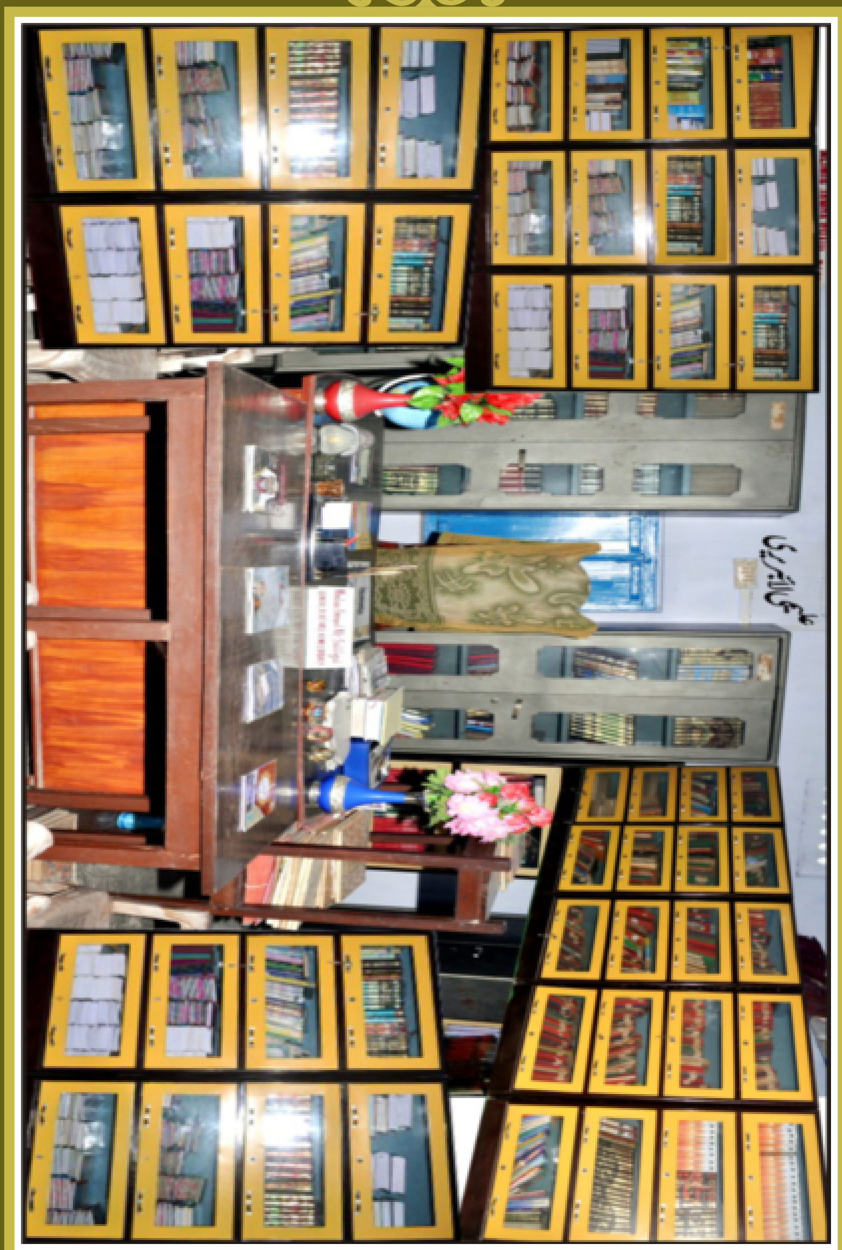









شعبۂ حفظ وقرات / پرائمری




زیر تعمیر نورانی مسجد


زیر تعمیر نورانی مسجد







ملک کی ممتاز دینی درس گاہ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی کی

جماعت

سابعہ وثامنہ

کے نصاب میں

اہم اضافہ

۱ **صحاح ستہ**
کا مکمل دورہ

۲ **کمپیوٹر کورس**
ایک لازمی سبجیکٹ کے طور پر تعلیم

۳ نزہۃ النظر کے علاوہ اب منظومہ بیقونیہ علم جرح وتعدیل
اور اصول تخریج کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

۴ **اصول دعوت وتبلیغ**
نظری وعملی تربیت
قرب وجوار کی مساجد میں بھیج کر عملی تربیت

۵ **اصول تفسیر**

ZIYA-E-ALEEM

URDU QUARTERLY

Vol. 01 Issues No. 04 October to December 2020

حضرت معین العلماء علیہ الرحمہ کے عہد صدارت میں تعمیر شدہ جامعہ علیمیہ کی ایک عالی شان یادگار درس گاہی عمارت

القصر النورانی





Published from: Al-Majma-Un-Noorani
Jamia Alimia, Vill. & P.O. Jamda Shahi, Distt. Basti, U.P., India, Pin Code: 272002
E-mail: ziyaealeem20@gmail.com, anwaralbaghdadi@gmail.com Web: www.jamiaaleemia.com
DIRECTOR GENERAL: ANWAR AHMAD, Mobile: +91-9450437092, Mob. Whatsapp: 7800871187
Designed by Ghulam Ghaus Alimi, Mob. 8795404164, 9026126709, Email: ghulamghausalimi2577@gmail.com